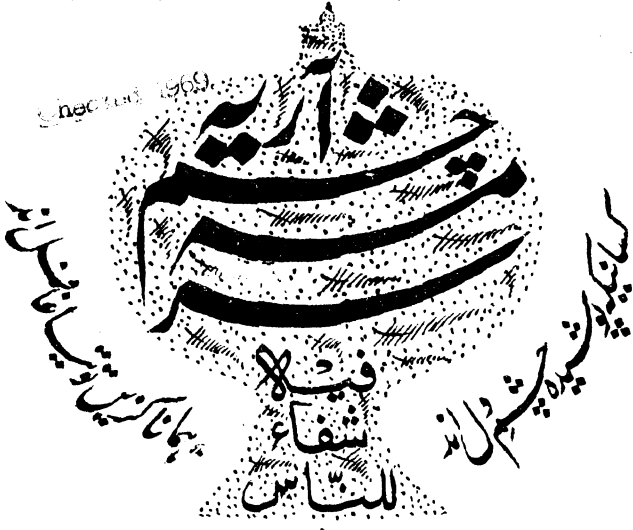
جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا

بحمد اللہ کہ ایں کحل الجواہر شداز کوہ صواب صدق ظاہر

متاب از سرمہ گر روشنی چشم مے بایدت کہ غافل از دل و جان دوست از چشم بیمارا



از تصنیف لطیف حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود

علیہ الصلوۃ والسلام

جسے

بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے شائع کیا

ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین سُرمہ چشم آریہ

مرتّبہ چوہدری نصر اللہ خان صاحب وکیل ہائیکورٹ پنجاب

ٹائٹل بار اول

جاء الحق وزھق الباطل
ان الباطل کان زھوقا

انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا

بحمد اللہ کہ این کحل الجواہر — شد از کوہ صفا و صدق ظاہر

متاب از سرمہ رو گر روشنی چشم مے باید — گر عاقل از دل و جان دوست دار چشم بینا را

ساختیم سرمہ چشم آریان

[illegible]



سرمہ چشم آریہ

از تالیفات مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ درباره
ردّ اصول وید و اثبات حقیت اصول قرآن شریف بوعدہ انعام پانسو روپیہ
اس ہندو یا آریہ کے لئے جو اس رسالہ کا ردّ لکھکر دکھلادے

ریاض ہند پریس امرتسر مین باہتمام
شیخ نور احمد صاحب مالک و مہتمم کے طبع ہوا

بار اول ایکہزار جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

یہ رسالہ کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ نہایت صفائی سے چھپکر ایک روپیہ بارہ آنہ اسکی قیمت عام لوگوں کیلئے قرار پائی ہے اور خواص اور ذی استطاعت لوگ جو کچھ بطور امداد دیں اُن کیلئے موجب ثواب ہے کیونکہ سراج منیر اور براہین کیلئے اسی قیمت سے سرمایہ جمع ہوگا اور اسکے بعد رسالہ سراج منیر انشاء اللہ القدیر چھپیگا پھر اُسکے بعد پنجم حصہ کتاب براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا جو بعض لوگ توقف طبع کتاب براہین سے مضطرب ہو رہے ہیں انکو معلوم نہیں کہ اس زمانہ توقف میں کیا کیا کارروائیاں بطور تمہید کتاب کے لئے عمل میں آئی ہیں ۲۰ ہزار کے قریب اشتہار تقسیم کیا گیا اور صدہا جگہ ایشیا و یورپ و امریکہ میں خطوط دعوت اسلام اردو و انگریزی میں چھپوا کر اور رجسٹری کرا کر بھیجے گئے جن کا تذکرہ انشاء اللہ پنجم حصہ میں آئیگا۔ وانما الاعمال بالنیات با ایں ہمہ اگر بعض صاحب اس توقف سے ناراض ہوں تو ہم انکو فسخ بیع کی اجازت دیتے ہیں وہ ہمکو اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں تو ہم بدیں شرط کہ جس وقت ہمکو انکی قیمت مرسلہ میسر آوے اُس وقت ناخذ کتاب واپس کردینگے بلکہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایسے صاحبوں کی ایک فہرست تیار کیجائے اور ایک ہی دفعہ سب کا فیصلہ کیا جائے اور یہ بھی ہم اپنے گذشتہ اشتہار میں لکھ چکے ہیں اور اب بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جز تک ضرور پہونچے بلکہ جس طور سے خداتعالیٰ مناسب سمجھیگا کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دیگا۔ کہ یہ سب کام اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے امر سے ہے۔ واجب تھا ظاہر کیا گیا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور۔ پنجاب

سُرمۂ چشم آریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

اے دلبر و دلستان و دلدار — وے جانِ جہان و نورِ انوار
لرزاں ز تجلیت دل و جان — حیراں ز رخت قلوب و ابصار
در ذاتِ تو جز تحیّرے نیست — ہنگامِ نظر نصیب افکار
در غیبی و قدرتت ہویدا — پنہانی و کارِ تو نمودار
دوری و قریب تر ز جان ہم — نوری و نہاں تر از شبِ تار
آں کیست کہ منتہائے تو یافت — وآں کو کہ شود محیطِ اسرار
کردی دو جہاں عیاں ز قدرت — بے مادہ و بے نیاز انصار
وایں طرفہ کہ ہیچ کم نہ گردد — با آنکہ عطائے تست بسیار
حُسنِ تو غنی کند ز ہر حُسن — مہرِ تو بخود کشد ز ہر یار
حُسنِ نمکینت ار نہ بودے — از حُسن نہ بودے ہیچ آثار
شوخی ز تو یافت روئے خوباں — رنگ از تو گرفت گُل بہ گلزار
سیمیں ذقناں کہ سیب دارند — آمد ز ہماں بلند اشجار
ایں ہر دو ازاں دیار آیند — گیسوئے بتان و مشکِ تاتار

از بہر نمائشِ جمالت | بینم ہمہ چیز آئینہ دار
ہر برگ صحیفۂ ہدایت | ہر جوہر و عرض شمع بردار
ہر نفس بتو رہے نمائد | ہر جاں بد ہد صلائے ایں کار
ہر ذرہ فشاند از تو نورے | ہر قطرہ براند از تو انہار
ہر سو ز عجائبِ تو شورے | ہر جا ز غرائبِ تو اذکار
از یاد تو نور ہا بہ بینم | در حلقۂ عاشقانِ خونبار
آنکس کہ بہ بند عشقت افتاد | دیگر نہ شنید پند اغیار
اے مونس جاں چہ دلستانی | کز خود بر بودیم بیکبار
از یاد تو ایں دلے بہ غم غرق | دارد گہرے نہاں صدف دار
چشم و سرما فدائے رویت | جان و دلِ ما بتو گرفتار
عشق تو بہ نقد جاں خریدیم | تا دم نزند دگر خریدار
غیر از تو کہ سر زوے ز جیبم | در برج دلم نماند دیار
عمریست کہ ترک خویش و پیوند | کردیم و دمے جز از تو دشوار

ہزار ہزار شکر اُس قادر مطلق کا جس نے انسان کی روح اور ہر ایک مخلوق اور ہر ذرّہ کو محض اپنے ارادہ کی طاقت سے پیدا کر کے وہ استعدادیں اور قوتیں اور خاصیتیں اُن میں رکھیں جن پر غور کرنے سے ایک عجیب عالم عظمت اور قدرت الٰہی کا نظر آتا ہے اور جن کے دیکھنے اور سوچنے سے معرفت الٰہی کا کامل دروازہ کُھلتا ہے اُسی قادرِ توانا کی مدح اور حمد میں محو رہنا چاہیئے جس کی ایجاد کے بغیر کوئی ایک چیز بھی موجود نہیں ہوئی وہی ایک ذات عجیب الحکمت و عظیم القدرت ہے جس کی فقط حکمی طاقت سے جو کچھ وجود رکھتا ہے پیدا ہو گیا ہر ایک ذرہ انت ربی انت ربی کی آواز سے زبان کشا ہے ہر ایک جان انت مالکی انت مالکی کی شہادت سے نغمہ سرا ہے وہی حکیم مطلق ہے جس نے انسانی روح کو

ایک ایسا پُر منفعت جسم بخشا کہ جو اِس جہان میں کمالات حاصل کرنے اور اُس جہان میں اُن کا پورا پورا حظ اُٹھانے کے لئے بڑا بھارا یار و مددگار ہے روح اور جسم دونو ملکر اُس کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور ظاہری باطنی دونو قوتیں اُسکی شہادت دے رہی ہیں وہی محسن حقیقی ہے جس نے وفاداری سے ایمان لانے والوں کو ہمیشہ کی رُستگاری کی خوشخبری دی اور اپنے صادق عارفوں اور سچے محبّوں کے لئے اُس جنّت دائمی کا وعدہ دیا جو بدرجۂ اکمل واتم مظہر العجائب ہے جس کی نہریں اِسی دنیوی حیات میں جوش مارنا شروع کرتی ہیں جس کے درخت اِسی جگہ کی آبپاشی سے نشوونما پاتے جاتے ہیں اُس کی قدرت و حکمت ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے اور اُس کی حفاظت جو ہر یک چیز کے شامل حال ہے اُس کی عام خالقیت پر گواہ ہے اُس کی حکیمانہ طاقتیں بے انتہا ہیں کون ہے جو اُنکی تہ تک پہنچ سکتا ہے اُس کی قادرانہ حکمتیں عمیق در عمیق ہیں کون ہے جو اُنپر احاطہ کر سکتا ہے ہر یک چیز کے اندر اُس کے وجود کی گواہی چھپی ہوئی ہے ہر یک مصنوع اُس صانع کامل کی راہ دکھلا رہا ہے موجود بوجود حقیقی وہی ایک رب العالمین ہے اور باقی سب اُس سے پیدا اور اُس کے سہارے سے قائم اور اُس کی قدرتوں کے نقش قدم ہیں ؛

کسقدر ظاہر ہے نور اُس مبدأ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دلمیں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں — کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی — ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے — ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب — ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایکدم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیری سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

بعد اس کے اور بعد صلوٰۃ و سلام بر نبی کریم خیر الانام محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین اور اس کی آل و اصحاب مطہرین و مہذبین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین یہ عاجز مؤلف کتاب براہین احمدیہ خدمت میں طالبین حق کے گذارش کرتا ہے کہ مارچ ۱۸۸۶ء کے مہینے میں جبکہ یہ عاجز بمقام ہوشیارپور مقیم تھا لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائینگ ماسٹر سے جو آریہ سماج ہوشیارپور کے ایک اعلٰی درجہ کے رکن اور مدار المہام ہیں مباحثہ مذہبی کا اتفاق ہوا۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ ماسٹر صاحب موصوف نے خود آکر درخواست کی کہ تعلیم اسلام پر میرے چند سوالات ہیں اور چاہتا ہوں کہ پیش کروں چونکہ یہ عاجز ایک زمانۂ دراز کی تحقیق اور تدقیق کے رو سے خوب جانتا ہے کہ عقائد حقہ اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور جس کسی بات کو کوئی کوتہ اندیش مخالف اعتراض کی صورت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت ایک بھاری درجہ کی صداقت اور ایک عالی مرتبہ کی حکمت ہوتی ہے جو اسکی نظر بیمار سے چھپی رہتی ہے اس لئے باوجود شدت کم فرصتی میں نے مناسب سمجھا کہ ماسٹر صاحب کو ان کے اعتراضات کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے

مردود ہوں اور بطور نمونہ اُن کو دکھلاؤں کہ وید اور قرآن شریف میں سے کونسی کتاب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور شوکت اور شان کے مطابق ہے اور کس کتاب پر سچے اور واقعی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ سو اس غرض سے ماسٹر صاحب کو کہا گیا کہ اگر آپکو مذہبی بحث کا کچھ شوق ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے لیکن مناسب ہے کہ دونو فریق کے اصول کی حقیقت کھولنے کی غرض سے ہر دو فریق کی طرف سے سوالات پیش ہوں تا کوئی شخص جو اُن سوالات و جوابات کو پڑھے اُس کو دونو مذہبوں کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے موقع مل سکے۔ چنانچہ بمنظوری جانبین اسی التزام سے بحث شروع ہوئی۔ اوّل گیارہ[11] مارچ ۱۸۸۶ء کی رات میں اِس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ماسٹر صاحب کی طرف سے ایک تحریری اعتراض شق القمر کے بارہ میں پیش ہوا۔ اور پھر چودھویں[14] مارچ ۱۸۸۶ء کے دن میں اِس عاجز کی طرف سے آریہ صاحبوں کے اِس اصول پر اعتراض پیش ہوا کہ پرمیشر نے کوئی رُوح پیدا نہیں کی اور نہ وہ کسی روح کو خواہ کوئی کیسا ہی راستباز اور وفادار اور سچا پرستار ہو ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے عذاب سے نجات بخشیگا۔ ان دونو بحثوں کے وقت یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جواب الجواب کے جواب تک بحث ختم ہو اُس سے پہلے نہ ہو۔ لیکن ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے شرائط قرار یافتہ کو کچھ ملحوظ نہ رکھا۔ پہلے جلسہ میں جو گیارہ[11] مارچ ۱۸۸۶ء کو بوقت شب ہوا تھا اُن کی طرف سے یہ نا انصافی ہوئی کہ جب جواب الجواب کے جواب کا وقت آیا جس کی تحریر کے لئے وہ آپ ہی فرما چکے تھے تو ماسٹر صاحب نے رات بڑی چلے جانے کا عذر پیش کیا ہر چند اِس عاجز اور اکثر حاضرین نے سمجھایا کہ اے ماسٹر صاحب ابھی رات کچھ ایسی بڑی نہیں گئی ہم سب پر رات کا برابر اثر ہے مگر اقرار کے برخلاف کرنا اچھی بات نہیں جواب ضرور تحریر ہونا چاہئے لیکن وہ کچھ بھی ملتفت نہ ہوئے آخر بلا وجہ تمام حاضرین کہا گیا کہ یہ جواب تحریر ہونے سے

رہ نہیں سکتا اگر آپ اِس وقت اِسکو ٹالنا چاہتے ہیں تو بالضرور اپنے طور پر رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا۔ چنانچہ انہوں نے طوعاً و کرہاً بطور خود لکھا جانا تسلیم کیا پر اسی جلسہ میں وہ تحریر ہو کر پیش ہونا اُن کو بہت ناگوار معلوم ہوا جسکی وجہ سے وہ بلا توقف اُٹھ کر چلے گئے یہ بات تھی کہ ماسٹر صاحب کو یہ فکر پڑی کہ اگر اُسی وقت جواب الجواب کا جواب پیش ہوا تو خدا جانے مجھے کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑینگی۔ غرض یہ جلسہ تو اِس طور پر ختم ہوا اور اس کے تمام واقعات جو اس مضمون میں مندرج ہیں اُنکی شہادت حاضرین جلسہ جن کے نام حاشیہ میں درج ہو سکتی ہیں ✣ اب دوسرا جلسہ جو چودھویں مارچ ۱۸۸۶ء میں دن کے وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور کے مکان پر ہوا اُس کی بھی کیفیت سنئے۔ اوّل حسب قرارداد اِس عاجز کی طرف سے ایک تحریری اعتراض پیش ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کرنا اور پھر اُسی کے التزام سے جاودانی نجات سے منکر رہنا جو آریہ سماج والوں کا اصول ہے اِس سے خدائے تعالیٰ کی توحید و رحمت دونو دُور ہوتی ہیں جب یہ اعتراض جلسۂ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی جس کی کیفیت کو ماسٹر صاحب ہی کا جی جانتا ہوگا اور نیز وہ سب لوگ جو فہیم اور زیرک حاضر جلسہ تھے معلوم کر گئے ہونگے

✣ حاشیہ۔ حاضرین جلسہ بحث گیارہ مارچ کے نام یہ ہیں میاں شتر دگھن صاحب پسر کلاں راجہ رودرسین صاحب والیٔ ریاست سوکیت حال وارد ہوشیارپور میاں شتر نجی صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف میاں جنمی جی صاحب پسر خورد تر راجہ صاحب۔ بابو مولراج صاحب نقلنویس۔ لالہ رام لچھمن صاحب ہیڈ ماسٹر لودھیانہ بابو ہرکشن داس صاحب سیکنڈ ماسٹر ہوشیارپور۔ اسجگہ مکرر لکھا جاتا ہے کہ میاں شتر وگھن صاحب نے کئی بار ماسٹر صاحب کیخدمت میں التجا کی کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم لوگ بخوشی بیٹھیں گے ہمیں کسی نوع سے تکلیف نہیں بلکہ ہمیں جواب سننے کا شوق ہے ایسا ہی کئی ہندو صاحبوں نے یہ منشاء ظاہر کیا مگر ماسٹر صاحب نے کچھ ایسی مصلحت سوچی کہ کسی کی بات کو نہ مانا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ مؤلف

ماسٹر صاحب کو اُسوقت کچھ بھی سوجھتا نہیں تھا کہ اس کا کیا جواب دیں سو ناچار حیلہ جوئی کی غرض سے گھنٹہ سوا گھنٹہ کے عرصہ تک یہی عذر پیش کرتے رہے کہ یہ سوال ایک نہیں ہے بلکہ دو ہیں تو اس کے جواب میں عرض کر دیا گیا۔ کہ حقیقت میں سوال ایک ہی ہے یعنی خدائے تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کرنا اور مکتی میعادی اُسی خراب اصول کا ایک بد اثر ہے جو اُس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس جہت سے دو نو ٹکڑے سوال کے حقیقت میں ایک ہی ہیں کیونکہ جو شخص خدائے تعالیٰ کی خالقیت سے منکر ہوگا اس کے لئے ممکن نہیں کہ ہمیشہ کی نجات کا اقرار کر سکے سو انکار خالقیت اور انکار نجات جاودانی باہم لازم و ملزوم ہے اور ایکدوسرے سے پیدا ہوتا ہے۔ سو درحقیقت جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے کہ خدائے تعالیٰ کے رب العالمین اور خالق نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں اُس کو یہ ثابت کرنا بھی لازم آجائیگا کہ خدائے تعالیٰ کے کامل بندوں کا ہمیشہ جنم مرن کے عذاب میں مبتلا رہنا اور کبھی دائمی نجات نہ پانا یہ بھی کچھ مضائقہ کی بات نہیں غرض بعد بہت سے سمجھانے کے پھر ماسٹر صاحب کچھ سمجھے اور جواب لکھنا شروع کیا اور تین گھنٹہ تک بہت سے دقت اور غم و غصہ کے بعد ایک ٹکڑہ سوال کا جواب قلم بند کر کے سنایا اور دوسرے ٹکڑہ کی بابت جو مکتی کے بارہ میں تھا یہ جواب دیا کہ اِس کا جواب ہم اپنے مکان پر جا کر لکھ کر بھیجدینگے چنانچہ اس طرف سے ایسا جواب لینے سے انکار ہوا اور عرض کر دیا گیا کہ آپنے جو کچھ لکھنا ہے اِسی جلسہ میں حاضرین کے روبرو تحریر کریں اگر گھر میں بیٹھکر لکھنا تھا تو پھر اس جلسۂ بحث کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مگر ماسٹر صاحب نے نہ مانا اور کیونکر مانتے اُن کی تو اُسوقت حالت ہی اور ہو رہی تھی۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ جب کسی طور سے ماسٹر صاحب نے لکھنا منظور نہ کیا تو ناچار پھر یہ کہا گیا کہ جس قدر آپنے لکھا ہے وہی ہم کو دیں تا اُس کا ہم جواب الجواب لکھیں تو اس کے جواب میں انہوں نے بیان کیا کہ اب ہماری سماج کا وقت ہے اب ہم بیٹھ نہیں سکتے ناچار جب وہ جانے کے لئے مستعد ہوئے تو انکو کہا گیا کہ آپنے یہ اچھا نہیں کیا

کہ جو کچھ باہم عہد ہو چکا تھا اُس کو توڑ دیا نہ آپ پورا جواب لکھا۔ اور نہ ہمیں اجازت جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں خیر بدرجۂ ناچاری یہ جواب الجواب بھی بطور خود تحریر کر کے رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا۔ چنانچہ یہ بات سُنتے ہی ماسٹر صاحب مع اپنے رفیقوں کے اُٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ جنکے نام حاشیہ میں درج ہیں بخوبی معلوم کر گئے کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام کارروائی گریز اور کنارہ کشی کے لئے ایک بہانہ تھی ✦

✦ اب ہم قبل اِس کے کہ ماسٹر صاحب کا پہلا سوال جو شق القمر کے بارہ میں ہے

✦ حاشیہ نام حاضرین جلسہ جو ماسٹر صاحب کی بیجا کارروائی کے گواہ ہیں شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل ہوشیارپور۔ ڈاکٹر مصطفیٰ علی صاحب۔ بابو احمد حسین صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہوشیارپور۔ میاں عبداللہ صاحب حکیم۔ میاں شہاب الدین صاحب جعدار۔ لالہ نرائن داس صاحب وکیل۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب وکیل۔ لالہ رام بھجن صاحب ہیڈ ماسٹر لودھیانہ۔ بابو ہرکشن داس صاحب سیکنڈ ماسٹر لالہ گنیش داس صاحب وکیل۔ لالہ سیتا رام صاحب مہاجن۔ میاں شترگھن صاحب پسر کلاں راجہ صاحب سوکیت۔ میاں شترنجی صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف۔ منشی گلاب سنگھ صاحب سررشتہ دار۔ مولوی غلام رسول صاحب مدرس۔ مولوی فتح الدین صاحب مدرس۔ اِن تمام حاضرین کے روبرو لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے ہر ایک بات میں ناانصافی کی اِس عاجز نے اپنا اعتراض ایک گھنٹہ کے قریب سُنا دیا تھا مگر انہوں نے تین گھنٹہ تک وقت لیا اور پھر بھی اعتراض کا ایک ٹکڑہ چھوڑ گئے اصلی منشاء انکا یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی طرح دن گذر جائے اور اِس بلا سے نجات پائیں مگر دن اُنکا دشمن ابھی تیسرے حصّہ کے قریب سر پر کھڑا تھا اور واضح رہے کہ ماسٹر صاحب کا یہ عذر کہ اب ہماری سماج کا وقت آگیا ہے بالکل عبث اور کچا بہانہ تھا اوّل تو ماسٹر صاحب نے پہلے کوئی شرط ایسی نہیں کی تھی کہ جب سماج کا وقت ہوگا تو بحث کو درمیان چھوڑ کر چلے جائینگے ماسوائے اس کے یہ تو دین کا کام تھا اور جن لوگوں نے سماج میں حاضر ہونا تھا وہ سب موجود تھے بلکہ بہت سے ہندو اور مسلمان اپنا اپنا کام چھوڑ کر اِسی غرض سے حاضر تھے اور تمام صحن مکان کا حاضرین سے بھرا ہوا تھا سو اگر ماسٹر صاحب کی نیّت میں فرق نہ ہوتا تو اسی جلسہ عظیمہ کو جو صدہا آدمیوں کا مجمع تھا

تحریر کریں صفائی بیان کے لئے ایک مقدمہ لکھتے ہیں یہ مقدمہ درحقیقت اسی مضمون کا ایک حصہ ہے جس کو ہم نے جلسہ بحث گیارھویں مارچ ۱۸۸۶ء میں ماسٹر صاحب کے جواب الجواب کے ردّ میں لکھنا چاہا تھا مگر بوجہ عہد شکنی ماسٹر صاحب اور چلے جانے اُن کے اور برخاست ہو جانے جلسہ بحث کے لکھ نہ سکے ناچار حسب وعدہ اب لکھنا پڑا سو کچھ اُس میں سے اِسجگہ اور کچھ جیسا کہ مناسب محل و ترتیب ہوگا بعد میں لکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر ؛

بقیہ حاشیہ سماج سمجھا ہوا علّت غائی سماجوں کے لیکچر وغیرہ ہی ہوا کرتی تھی سو وہ تو اس جگہ ایسی میسّر تھی کہ جو سماج میں کبھی میسّر نہ آئی ہوگی ماسوائے اس کے جب ماسٹر صاحب نے بہت سا حصّہ وقت کا صرف باتوں ہی میں ضائع کر کے پھر بہت سی سُستی اور آہستگی سے جواب لکھنا شروع کیا تو اُسی وقت ہم سمجھ گئے تھے کہ آپ کی نیّت میں خیر نہیں ہے اِسی خیال سے اُنکو کہا تھا کہ بہتر یوں ہے کہ جو جو ورق آپ لکھتے جائیں وہ مجھے دیتے جائیں تا مَیں اُس کا جواب الجواب بھی لکھتا جاؤں اِس انتظام سے دونو فریق جلدتر فراغت کرینگے مگر اُن کا تو مطلب ہی اور تھا وہ کیونکر ایسے انصاف کی باتوں کو قبول کرتے سو انہوں نے انکار کیا اور لالہ رام چھمن صاحب اُن کے رفیق نے مجھے کہا کہ مَیں آپکی غرض کو سمجھ گیا لیکن ماسٹر صاحب ایسا کرنا نہیں چاہتے چنانچہ وہی بات ہوئی اور اخیر یہ ناتمام کام چھوڑ کر سماج کا عذر پیش ہوگیا اگر کوئی دنیا کا مقدمہ یا کام ہوتا تو ماسٹر صاحب ہزار دفعہ سماج وقت کو چھوڑ دیتے پر سچ تو یہ ہے کہ سماج کا عذر تو ایک بہانہ ہی تھا اصل موجب تو وہ گھبراہٹ تھی جو اعتراض کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ماسٹر صاحب کے دل پر ایک عجیب کام کر رہی تھی اسی باعث سے پہلے ماسٹر صاحب نے باتوں میں وقت کھویا اور اعتراض کو سُنتے ہوئے ایسے گھبرائے اور کچھ ایسے مبہوت سے ہو گئے کہ چہرہ پر پریشانی کے آثار ظاہر تھے اور ناکارہ عذرات پیش کر کے یہ چاہا کہ بغیر تحریر جواب اُٹھ کر چلے جائیں اسی وجہ سے لوگ تحریر جواب سے ناامید ہو کر متفرق ہو گئے اور بعض یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ اب کیا بیٹھیں اب تو بحث ختم ہو گئی آخر ماسٹر صاحب نے طوعاً و کرہاً حاضرین کی شرم سے کچھ لکھا جس کا آدھا دھڑ تو ماسٹر صاحب کے کاغذ پر اور آدھا اُن کے دل میں ہی رہا۔ بہرحال وہ اپنے جواب کو اسی اجمال میں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو ماسٹر صاحب کو اُٹھتے وقت مَیں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ اسوقت کسی وجہ سے ٹھہرنا مصلحت نہیں سمجھتے تو مَیں دو روز اور اسجگہ ہوں اور اپنا دن رات اسی خدمت میں صرف کر سکتا ہوں لیکن انہوں نے جواب دیا کہ فرصت نہیں خیر یہ ہم یہ بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب جو کچھ گھر پر جا کر لکھینگے ہمیں کچھ اطلاع نہیں اسلئے ہم اُسکی نسبت کچھ تحریر کرنے سے معذور ہیں منہ

مقدمہ

ماسٹر صاحب نے اسلام کے عقیدہ پر شق القمر کا اعتراض پیش کیا ہے۔ اور اس اعتراض سے انکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آجکل کے نوتعلیم یافتہ لوگ انگریزی فلسفہ کے پھیلنے کی وجہ سے اُن سب عجائبات سماوی و ارضی کو قانون قدرت کے برخلاف سمجھتے ہیں جن پر ان کی عقل محیط نہیں ہوسکتی اور جن کو انہوں نے بچشم خود دیکھا اور نہ اپنے فلسفہ کی کتابوں میں اُس کا اثر یا نشان پایا اس لئے ماسٹر صاحب نے یہ اعتراض پیش کر دیا تا فلسفی طبع لوگ جن کے دل و دماغ پر خیالات فلسفہ غالب آرہے ہیں خواہ نخواہ شق القمر کے محال ہونے میں انکے ساتھ ہاں کے ساتھ ہاں ملائیں اور گو ان کی بات کیسی ہی ادھوری اور بودی ہو مگر پنچائت کے اتفاق سے کچھ آب و رنگ لے آوے۔ سو اوّل ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھیرایا گیا ہو بلکہ ہزارہا شواہد اندرونی و بیرونی و صدہا معجزات و نشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے جو تاریخی طور پر کافی ثبوت اپنے ساتھ رکھتا ہے جس کا ذکر آئندہ عنقریب آئیگا۔ سو اگر تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض بھی کریں کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے اور آیت کے اُس طور پر معنی قرار دیں جس طور پر حال کے عیسائی و نیچری یا دوسرے منکرین خوارق کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شائد ایسا ہے کہ جیسے بیس کروڑ روپیہ کی جائداد میں سے ایک پیسے کا نقصان ہو جائے پس اس تقریر سے ظاہر ہے کہ اگر بفرض محال اہل اسلام تاریخی طور پر اس معجزہ کو ثابت نہ کر سکیں تو اس عدم ثبوت کا اسلام پر کوئی بد اثر نہیں پہنچ سکتا ✤ سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے

✤ حاشیہ معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم کے ہیں (۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات

معجزات سے کلّی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی حرکات و تنویرات کے رو سے اعجاز آفرین بھی ہے فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات میں ایسی صفات کما ینبغی رکھتا ہے جو اُس کو خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہیں۔ خارجیہ معجزات کے ہونے سے اُس میں کچھ زیادتی نہیں ہوتی اور نہ ہونے سے کوئی نقص عائد حال نہیں ہوتا۔ اس کا بازار حُسن معجزات خارجیہ کے زیور سے رونق پذیر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ و غریبہ کا جامع ہے جن کو ہر ایک زمانہ کے لوگ دیکھ سکتے ہیں نہ یہ کہ صرف گذشتہ کا حوالہ دیا جائے وہ ایسا ملیح الحُسن محبوب ہے کہ ہر ایک چیز اُس سے بلکہ آرائش پکڑتی ہے اور وہ اپنی آرائش میں

بقیہ حاشیہ برکات روحانیہ (۴) معجزات تصرفات خارجیہ۔ نمبر ۱ و ۲ و ۳ کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن میں سے ہیں اور نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں جن کو ہر ایک زمانہ میں ہر ایک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کی طرح دریافت کر سکتا ہے لیکن نمبر ۴ کے معجزات یعنی تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ اصل خوبی اور حُسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات سے وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلام الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کسی قدر اُس میں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر قسم کے اعجاز اعلیٰ و اکمل و اتم طور پر پائے جاتے ہیں اور انہیں کو قرآن شریف اپنی بے مثل و مانند ہونیکے اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الجن و الانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیرا یعنی ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن و انس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے تو وہ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہونگے کہ ایسی ہی کتاب انہیں ظاہری باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی بھی مدد کریں۔ اور پھر دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ یعنی اس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ یہ جمیع حقائق و معارف

کسی کی آمیزش کا محتاج نہیں ؎

ہمہ خوبانِ عالم را بزیور ہا بیارایند   تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیور ہا بیارائی

پھر ماسوا اس کے سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ شق القمر کے معجزہ پر حملہ کرتے ہیں اُن کے پاس صرف یہی ایک ہتھیار ہے اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا کہ شق القمر قوانین قدرتیہ کے برخلاف ہے اس لئے مناسب معلوم ہؤا کہ اوّل ہم ان کے قانون قدرت کی کچھ تفتیش کر کے پھر وہ ثبوت تاریخی پیش کریں جو اس واقعہ کی صحت پر دلالت کرتے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ نیچر کے ماننے والے یعنی قانون قدرت کے پیرو کہلانیوالے اس خیال پر زور دیتے ہیں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہاں تک انسان اپنی عقلی قوتوں سے جان سکتا ہے وہ بجز قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہیں یعنی مصنوعات و موجودات مشہودہ موجودہ پر نظر کرنے سے

بقیہ حاشیہ دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ یعنی ہم نے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ یعنی یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہیں جن میں تمام آسمانی کتابوں کا مغز اور سب لباب بھرا ہؤا ہے اور پھر فرماتا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ ؎ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین یعنی اے منکرین اگر تم اس کلام کے بارہ میں جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کچھ شک میں ہو یعنی اگر تم اُسکو خدا کا کلام نہیں سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورۃ جو انہیں ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز نہیں بنا سکوگے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن پتھر (بت) اور آدمی ہیں یعنی بت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اس آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہیں اگر دنیا میں بت پرستی و شرک و بے ایمانی و نافرمانی نہ ہوتی تو وہ آگ بھی افروختہ نہ ہوتی تو گویا اُس کا ایندھن یہی چیزیں ہیں جو علّت موجبہ اس کے افروختہ ہونیکی ہیں

… ہے اور نہ ترجمہ ہے - پبلشر

چاروں طرف یہی نظر آتا ہے کہ ہر ایک چیز مادی یا غیر مادی جو ہم میں اور ہمارے اردگرد یا فوق و تحت میں موجود ہے وہ اپنے وجود اور قیام اور ترتب آثار میں ایک عجیب سلسلۂ انتظام سے وابستہ ہے جو ہمیشہ اُس کی ذات میں پایا جاتا ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا قدرت نے جس طرح پر جس کا ہونا بنا دیا بغیر خطا کے اُسی طرح ہوتا ہے اور اُسی طرح پر ہوگا پس وہی سچ ہے اور اصول بھی وہی سچے ہیں جو اُس کے مطابق ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ یہ سب سچ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ قدرت الٰہی کے طریقے اور اُس کے قانون اُسی حد تک ہیں جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آچکے ہیں اس سے زیادہ نہیں جس حالت میں الٰہی قدرتوں کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے جو اسی سے نظام کارخانہ الوہیت وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر کسقدر غلطی کی بات ہے کہ ہم یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے بھی باہر ہے بلکہ جس حالت

بقیہ حاشیہ اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون یعنی یہ قرآن جو تم پر اتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کریں یہ تو قرآن شریف میں اُن اعجازی کمالات کا ذکر تھا جو خود اُس کے نفس نفیس میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جمال قرآنی کے لئے بطور اُس زیور کے ہیں جو خوبوں کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبی بصورتی زیور کے محتاج نہیں گو اُس سے اس کی آب و تاب کسیقدر اور بڑھ جاتی ہے اس جگہ واضح رہے کہ تصرفات خارجیہ کے معجزات قرآن شریف میں کئی نوع پر مندرج ہیں ایک نوع تو یہی کہ جو دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے خدائے تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا

میں ہم اپنے مُنہ سے اقرار کر چکے کہ قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں تو پھر ہمارا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ ہر یک نئی بات جو ظہور میں آوے پہلے ہی اپنی عقل سے بالاتر دیکھ کر اُس کو ردّ نہ کریں بلکہ خوب متوجہ ہو کر اُس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست میں اُس کو بھی داخل کر لیں اور اگر وہ ثابت نہ ہو تو صرف اتنا کہدیں کہ ثابت نہیں مگر اس بات کے کہنے کے ہم ہرگز مجاز نہیں ہونگے کہ وہ امر قانونِ قدرت سے باہر ہے بلکہ قانونِ قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کیلئے ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کی طرح خدائے تعالیٰ کے تمام قوانین ازلی و ابدی پر محیط ہو جائیں اور بخوبی ہمارا فکر اسبات پر احاطۂ تام کرے کہ خدائے تعالیٰ نے روز ازل سے آجتک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آیندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا قدرتیں ظاہر کریگا کیا وہ جدید در جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کولہو کے بیل کی طرح انہیں چند قدرتوں میں مقیّد اور محصور رہیگا جن کو ہم دیکھ چکے ہیں اور جن پر ہمارا بخوبی احاطہ

بقیہ حاشیہ اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرّف جو خدائے تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا یہانتک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیسکر کھایا۔ تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا یعنی جبکہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنیکا ارادہ کیا تو اللہ جلشانہ نے اپنے اس پاک نبیؐ کو اس بد ارادہ کی خبر دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانیکا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنیکی بشارت دی بُدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت ہی گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا اُس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیّت سے چاروں طرف سے اُس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرتؐ کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت صلی اللہ

ہے اور اگر انہیں میں مقیّد اور محصور رہیگا تو باوجود اُس کے غیر محدود الوہیت اور قدرت اور طاقت کے یہ مقیّد اور محصور رہنا کس وجہ سے ہوگا کیا وہ آپ ہی وسیع قدرتوں کے دکھلانے سے عاجز آئیگا یا کسی دوسرے قاہر نے اُس پر جبر کیا ہوگا یا اُس کی خدائی کو انہیں چند قسم کی قدرتوں سے قوّت پہنچتی ہے اور دوسری قدرتوں کے ظاہر کرنے سے اُسپر زوال آتا ہے بہرحال اگر ہم خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اُس کی قدرتوں پر احاطہ کرنیکی امید رکھیں کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ میں محدود ہو سکیں تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر رہیں اور اس صورت میں نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدائے ازلی و ابدی کی تمام قدرتوں کا حدبست کرنے والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بھاری نقص یہ بھی ہے کہ اُس کی قدرتوں کے محدود

بقیہ حاشیہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اُسی کو رسول اللہ سمجھ کر قتل کرنیکے لئے ٹھیرے رہیں ؎ کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند ✦ عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند ✦ سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اُس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد اُن نالائق بد باطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پاکر قتل کر ڈالیں اُسوقت اور اُس مصیبت کے وقت میں بجز ایک با اخلاص اور یکرنگ اور دلی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ نہ تھا ہاں ہر وقت اور نیز اُس پر خطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اپنے اُس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا تھا سو اُس نے اپنے اُس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اُس راہ میں دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت ؐ کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ سورہ یٰس میں اِس کا ذکر کیا ہے اُن سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہونے سے وہ خود بھی محدود ہو جائیگا اور پھر یہ کہنا پڑیگا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ کی حقیقت اور کُنہ ہے ہم نے سب معلوم کر لی ہے اور اُس کے گہراؤ اور تہ تک ہم پہنچ گئے ہیں اور اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہیں سو ایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانونِ قدرت خیال کر لینا اور اُسپر غیر متناہی سلسلۂ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے نئے اسرار کھلنے سے نا امید ہو جانا اُن پست نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے شناخت نہیں کیا اور جو اپنی فطرت میں نہایت منقبض واقع ہوئے ہیں یہاں تک کہ

بقیہ حاشیہ اُن کے سروں پر خاک ڈالکر چلے گئے۔ از انجملہ ایک یہ کہ اللہ جلشانہٗ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اُس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیجدیا جس نے اُسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دیدیئے اور اِسی طرح اذنِ الٰہی سے عنکبوت نے اُس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکا میں پڑکر ناکام واپس چلے گئے۔ از انجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑنے کیلئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بددعا سے اُس کے گھوڑے کے چاروں سُم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔ چوتھی وہ تصرفِ اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کر دیں اور دینِ اسلام کا نام و نشان مٹا دیں تب اللہ جلشانہٗ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈالدیا اور اُن کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدائے تعالیٰ نے اُن چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کر کے وہیں رکھا اور اُنکی لاشیں اُنہیں مقامات میں گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ

ایک کنوئیں کے مینڈک ہو کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ گویا ایک سمندر ناپیدا کنار پر اُن کو عبور ہو گیا ہے تمام خوشیاں عارفوں کی اور تمام راحتیں غمزدوں کی اس میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کنارہ لا یدرک ہے ہمیں یہ نہیں کہتا کہ بے تحقیق اور بے ثبوت عقلی یا آزمائشی یا تاریخی کسی نئی بات کو مان لو کیونکہ اِس عادت سے بہت سی رطب و یابس کا ذخیرہ

بقیہ حاشیہ ۱۱ الگ نشان بنا رکھے تھے ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات الٰہیہ کا (جو خارق عادت ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بیکسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ میں جو تیئیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نما عرب سے لیکر دریائے جیحون تک پھیلایا اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی۔ اس حالت بے سامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اِس کی نظیر صفحۂ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر پائی جائے اُسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں غرض قرآن شریف میں تصرفات خاصہ کا ذکر بھی بطور خارق عادت بہت جگہ آیا ہے بلکہ ذرا نظر کھول کر دیکھو تو اس پاک کلام کا ہر یک مقام تائیدات الٰہیہ کا نقارہ بجا رہا ہے اور ایک تصویر کھینچ کر دکھلا رہا ہے کہ کیونکر اسلام اپنی اوّل حالت میں ایک خفیف تخم کی طرح دنیا میں بویا گیا اور پھر وہ تھوڑے ہی عرصہ میں جو خارق عادت ہے کیسا بزرگ و عظیم القدر ہو کر اکثر حصہ دنیا میں پھیل گیا اور ہر یک موقعہ پر کیا کیا عجیب تائیدات الٰہیہ اُس کی حمایت میں ظہور میں آتی رہیں۔ اب ہم بیرونی معجزات کا بیان (جو اعجازی تصرفات ہیں) اسی قدر کافی سمجھ کر ان معجزات کی تشریح کچھ زیادہ کرنا چاہتے ہیں جو قرآن شریف کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس کی بطنی اور نفسی خاصیتیں ہیں کیونکہ اس قسم کے معجزات بباعث دائمی شہود اور وجود کے قوی الاثر ہیں جن کو ہر ایک طالب صادق اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور ہر یک منصف کی نظر میں بالضرورت

اکٹھا ہو جائیگا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خدائے ذوالجلال کی تعظیم کر کے اُس کے نئے کاموں کی نسبت (جو تمہاری محدود نظروں میں نئے دکھائی دیتے ہیں) بیجا ضد بھی مت کرو کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں خدائے تعالیٰ کی عجائب قدرتوں اور دقائق حکمتوں اور پیچ در پیچ اسراروں کی ابھی تک انسان نے بکلی حد بست نہیں کی اور نہ آگے کو اُس کی لیاقت و طاقت ایسی نظر آتی ہے کہ اُس مالک الملک کے وراء الورا

بقیہ حاشیہ قابل یقین ٹھیر سکتے ہیں۔ سو اوّل جاننا چاہیئے کہ معجزہ عادات الٰہیہ میں سے ایک ایسی عادت یا یوں کہو کہ اُس قادر مطلق کے افعال میں سے ایک ایسا فعل ہے جس کو اضافی طور پر خارق عادت کہنا چاہیئے پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو پاک نفس لوگ عام طریق وطرز انسانی سے ترقی کر کے اور معمولی عادات کو پھاڑ کر قرب الٰہی کے میدانوں میں آگے قدم رکھتے ہیں تو خدائے تعالیٰ حسب حالت اُن کے ایک ایسا عجیب معاملہ اُن سے کرتا ہے کہ وہ تمام حالات انسانی پر خیال کرنے کے بعد ایک امر خارق عادت دکھائی دیتا ہے اور جس قدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کے حجابوں کو پھاڑ کر عرصات عشق و محبت میں دُور تر چلا جاتا ہے اُسی قدر یہ خوارق نہایت صاف اور شفاف اور روشن و تابان ظہور میں آتے ہیں جب تزکیہ نفس انسانی کمال تام کی حالت پر پہنچتا ہے اور اُس کا دل غیر اللہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اُس کے تمام اقوال و افعال و اعمال و حرکات و سکنات و عبادات و معاملات و اخلاق جو انتہائی درجہ پر اُس سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خارق عادت ہی ہو جاتے ہیں سو بمقابل اُس کے ایسا ہی معاملہ باریتعالیٰ کا بھی اِس مبدل تام سے بطور خارق عادت ہی ہوتا ہے چونکہ آنحضرتؐ مبدل تام اور سید المبدلین اور امام المطہرین تھے جن کو قادر مطلق نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا اس لئے تمام سراپا وجود اُن کے کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا اور ضرور تھا کہ ایسے عالیشان نبی پر جو کلام نازل ہوتا تھا وہ بباعث تبدل تام اُس کے نہایت درجہ کا خارق عادت ہوتا جس سے تمام اوّلین آخرین کی نظریں خیرہ رہ جاتیں کیونکہ اگرچہ کلام الٰہی فی ذاتہٖ کلام انسانی سے ایسا ہی ممیّز ہے جیسا خدا انسان سے تمیز تام رکھتا ہے لیکن باوجود اس کے فیضان وحی

بھیدوں کی ایک چھوٹے سے رقبۂ زمین کی طرح پیمائش کر سکے یا کسی ایک چیز کے جمیع خواص پر احاطہ کرنیکا دم مار سکے مجھے اُن صاف باطن لوگوں کے آگے منطقی دلائل کی حاجت نہیں جو اپنے اُس پیارے مالک سے دلی محبت رکھتے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خود اُن کو وہی اُن کی سچی محبت یہ طریق ادب سکھادیگی کہ ذات جامع الکمالات حضرتِ احدیّت کے علم کے ساتھ اپنے محدود علم کو برابر جاننا اور اُس کی ازلی ابدی قدرتوں کو اپنے مشاہدات و معلومات سے زیادہ نہ سمجھنا بہت بُرا اور نالائق خیال ہے جو ادب اور تعظیم اور عجز اور عبودیت کی حقیقت سے نہایت

بقیہ حاشیہ حسب استعداد و حالت صفوت و اخلاقِ فاضلہ و ملکاتِ صالحہ وحی یاب ہوا کرتا ہے اور اُسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اُترا ہے۔ سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق و ذوق سے بھری ہوئی وارداتیں اور دردِ دل اور جوشِ محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و نیستی و فنا اور شورشہائے عشق مولیٰ ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادرِ مطلق نے اپنے اُس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل و اتم طور پر پیدا کیئے تھے اور پھر اُسی کے اتباع سے ہر یک مومن کامل کے دل میں بھی باذنہ تعالیٰ پیدا ہو جاتے ہیں اور اگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالت کمالیہ تک نہیں پہنچے ان کا تخم پایا جاتا ہے لیکن وہ تخم اُس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو افروختہ آگ کا کام نہیں دے سکتی جیسے ظاہر ہے کہ انڈا مرغ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ بیج درخت کا حکم رکھتا ہے اور اگرچہ ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز بہت سی جان کنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتا اسی طرح آتش شوق الٰہی جبتک اپنے کمال اشتعال کی حالت میں نہ آئے تب تک اُس کے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ کامل طور پر افروختہ ہو جاتی ہے اور چاروں طرف سے بھڑک اُٹھتی ہے تب دخل شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے فرشتوں کا کام دیتی ہے اور ملائک حفاظت میں

دُور پڑا ہوا ہے لیکن مَیں اُن خشک فلسفیوں کو جو عشق الٰہی اور اُس کی بزرگ ذات کی قدر شناسی سے غافل ہیں جہاں تک مجھے طاقت عقلی دی گئی ہے بدلائل شافیہ راہ راست کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ اُن کی روحانی زندگی بہت ہی کمزور ہوگئی ہے اور اُن کی بیجا آزادی اور ضعف ایمان نے بہت ہی بُرا اثر اُن کے ارادت باطنی اور اُن کی دینی اولوالعزمی اور اُن کی اندرونی حالت پر ڈالا ہے اور عجیب طور پر انہوں نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا دیا ہے مذہب وہ چیز ہے جس کی برکات کی اصل جڑہ ایمان و اعتبار و حُسن اعتقاد و حُسن ظن و اطاعت و اتباع مخبر صادق

بقیہ حاشیہ شمار کی جاتی ہے پاک اعمال اور پاک حالتیں اور پاک وارداتیں اور پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاق ظہو جب اپنے اشتعال اور کمال کی حالتیں ہوں تو اُن نیک اور ہوشیار چوکیداروں کی طرح ہیں جو اپنے مالک کے محل کے دروازوں پر چاروں طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہیں سو ہر چند اُس محل کے سارے دروازے کُھلے ہیں (یعنی ہر قسم کی قوتیں اور استعدادیں) مگر باعث تقیّد محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزوں کے کوئی نابکار چیز اندر نہیں جا سکتی اور اگر کتا یا چور اندر جانیکا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مار کھاتا ہے لیکن وہ محل جس کے دروازے تو کُھلے ہیں مگر دروازوں پر کوئی نیک و ہوشیار چوکیدار نہیں گو اُس میں ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزیں بھی داخل ہوتی ہیں مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہیں اور کُتے اُسکی چیزوں کو پلید کرتے رہتے ہیں سو یہ گھر خرابی کی حالت میں رہتا ہے پس جس جگہ صفوت و عصمت و تبتّل و محبت کامل و تام و حزن و درد و شوق و خوف ہے اُس جگہ انوار وحی کے کامل تجلّیات بغیر آمیزش کسی نوع کی ظلمت کے وارد ہوتے رہتے ہیں اور آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے رہتے ہیں اور جس جگہ یہ مرتبہ کمال تام کا نہیں اُس جگہ وحی بھی اُس عالی مرتبہ سے متنزل ہوتی ہے غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاءؑ سے بڑھ کر

وکلام الٰہی ہے لیکن وہ لوگ اپنے غلط فلسفہ کی وجہ سے مذہب کی حقیقت کچھ اور ہی سمجھ رہے ہیں سو انہیں لازم ہے کہ تعصب اور خود پسندی کے شور و غوغا سے اپنے تئیں الگ کر کے سیدھی نظر اور سیدھے خیال سے اِس سوال پر غور کریں کہ ایمان کیا شئے ہے اور اُس پر ثواب مترتب ہونیکی کیوں امید کیجاتی ہے سوجاننا چاہیئے

بقیہ حاشیہ اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلشانہٗ نے انکو عطر کمالات ناطقہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اُسی لائق ٹھیرا کہ اُس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اُسکی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اُس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے براہین عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے ؛

اور جیسا کہ ہم عنوان اِس حاشیہ پر لکھ چکے ہیں معرفت حقانی کے عطا کرنے کے لئے تین دروازے قرآن شریف میں کھلے ہوئے ہیں ایک عقلی یعنی خدائے تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اُس کی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اِس استدلال کے ضمن میں صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزون طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کھلتا ہے۔ پس یہ طرز بیان جو فوق العادت ہے از قسم اعجاز عقلی ہے کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہوں نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھ طبعی اور ہیئت میں کوشش و

کہ ایمان اُس اقرار لسانی و تصدیق قلبی سے مراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقویٰ اور دور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اُس طرف غلبہ اور رجحان پاکر بغیر انتظار کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کیجائے لیکن جب ایک خبر کی صحت پر

بقیہ حاشیہ مغز زنی کی وہ باعث نقصانِ عقل اپنے اُن علوم سے اپنے دین کو مدد نہیں دے سکے اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکے اور نہ اوروں کو فائدہ دینی پہنچا سکے بلکہ اکثر اُن کے دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض اُن میں سے کسی قدر خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے انہوں نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا کر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کر کے راہِ راست کو چھوڑ دیا پس یہ الٰہی عقل از قبیل خارقِ عادت ہے جس کے استدلال میں کوئی غلطی نہیں اور جس نے علوم مذکورہ سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی اور اس کے ثبوت کیلئے یہی کافی ہے کہ دلائل وجودِ باری عزاسمہٗ اور اسکی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کے اثبات میں بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید برہان پیش کر سکے اگر کسی کو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عزاسمہٗ یا اسکی توحید یا اُسکی خالقیت یا کسی دوسری الٰہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہی دلائل یا اُن سے بڑھ کر اُس کو دکھلائے جائیں جس کے دکھلانے کیلئے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں غرض یہ دعویٰ اور یہ تعریف قرآنی لاف و گزاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے اور کوئی شخص عقائد حقہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جس کے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو قرآن شریف باواز بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تامہ کا دعویٰ پیش کرتا ہے چنانچہ بعض آیات ان میں سے اس حاشیہ میں درج بھی کر چکے ہیں سو اگر کوئی طالب حق آزمائش کا شائق ہو تو ہم اُسکی تسلی کامل کرنے کیلئے مستعد اور تیار اور ذمہ دار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس عمر پر غفلت اور لاپروائی اور بیقدری کے زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں جو صدقِ دلی سے طالب حق ہو کر اس خاصیتِ عظمیٰ و معجزہ کبریٰ کی آزمائش چاہیں بلکہ وہ اسی میں اپنی سرخروئی سمجھ لیتے ہیں کہ بات کو سُنتے ہی انکار کر دیں لیکن ظاہر ہے کہ صرف اس بات کے کہنے سے کہ ہم نہیں مانتے یا ہم اسکو خلاف عقل یا خلاف قانون قدرت

وجوہ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ ملجائیں تو اُس بات کا نام ایقان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں علم الیقین بھی کہتے ہیں اور جب خدائے تعالیٰ خود اپنے خاص جذبہ اور موہبت سے خارق عادت کے طور پر انوار ہدایت کھولے اور آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنی

بقیہ حاشیہ سمجھتے ہیں امر متنازعہ فیہ انفصال نہیں پاتا اور صداقت پسندوں کا یہ طریق ہرگز نہیں ایک شخص کو ایک امر متنازعہ فیہ کے اثبات کیلئے میدان میں کھڑے دیکھ کر اور آواز پر آواز مارتے سُنکر پھر اُسکی طرف رُخ نہ کریں اُسے آزما کر نہ دیکھ لیں اور دُور بیٹھے یوں ہی کہتے رہیں کہ اِسکی یہ باتیں جھوٹ بے اصل ہیں کیا یہ شیوہ کسی اتقی راستباز کا ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں دوسرا ذریعہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں نہایت وسیع طور پر کھلا ہوا ہے دقائق علمیہ ہیں جسکو بوجہ خارق عادت ہونیکے علمی اعجاز کہنا چاہیئے وہ علوم کئی قسم کے ہیں اوّل علم معارف دین یعنی جس قدر معارف عالیہ دین اور اُس کی پاک صداقتیں ہیں اور جسقدر نکات و لطائف علم الٰہی ہیں جن کی اِس دنیا میں تکمیل نفس کیلئے ضرورت ہے ایسا ہی جس قدر نفس امّارہ کی بیماریاں اور اُسکے جذبات اور اُس کی دوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ انکا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفائے تام فرقان مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور عبادت و پرستش الٰہی کا نکال نہیں سکتا جو اُس پاک کلام میں درج نہو ۔ دوسرے علم خواص روح و علم نفس جو بطور احاطہ تام ہر اُس کلام معجز نظام میں اندراج پایا ہے کہ جس سے غور کرنیوالے سمجھ سکتے ہیں کہ بجز قادر مطلق کے کسی کا کام نہیں تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امور غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے دلوں کو تسلّی و تشفّی ملتی ہے اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی شہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور اور علوم سے بھی اعجازی طور پر بہت جلد خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت وغیرہ علوم کے دسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اُس کا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کردینا

طور پر عقل اور علم عطا فرماوے اور ساتھ اُس کے ابواب کشف اور الہام بھی منکشف کرکے عجائبات الوہیت کا سیر کراوے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اس مرتبہ کا نام عرفان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں عین الیقین اور ہدایت اور بصیرت کے نام سے

بقیہ حاشیہ یا اُس پر کوئی برہان قائم کرنا یا اُس سے کسی نادان کا اعتراض اُٹھانا مدنظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کے لئے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جن سے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اگرچہ دلی جوش اس عاجز کا اس بات کی طرف دامن دل کھینچ رہا ہے کہ ان سب علوم میں سے دو دو تین تین مسائل علمی جو قرآن شریف میں درج ہیں نمونہ کے طور پر اسجگہ لکھے جائیں اور کچھ براہین عقلیہ بھی جو اُس پاک کلام میں اثبات اصول دین کے لئے اندراج پائے ہیں تحریر ہوں لیکن چونکہ یہ سب بیانات طوالت طلب ہیں اور رسالہ ہذا بوجہ قلیل الحجم ہونیکے انکی برداشت نہیں کر سکتا اور کتاب براھین احمدیہ خود ان سب باتوں کے متکفل ہے اس لئے خوف اطناب سے ترک کردیا گیا طالبین حق انشاء اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں ان سب مقاصد کو پائینگے مگر اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ یہ علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہیں لیکن ایک اُمّی محض جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں ایک جنگلی ملک میں پیدا ہوا جس نے مکتب میں ایک حرف نہ پڑھا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہوئی اور منطق اور طبعی اور ہیئت اور علم نفس وغیرہ کا اپنے پُر جہالت ملک میں نام بھی نہ سُنا اُس سے یہ چشمۂ فیض کامل اور صحیح طور پر جوش مارنا ایسا کہ کوئی فلسفی اُس پر سبقت نہ لیجا سکے یہ بداہت عقل خارق عادت ہے جو شخص بالکل اَن پڑھ ہو کر ایسے بے مثل طور پر حقائق عالیہ فلسفہ و طبعی و ہیئت و علم خواص روح و معارف دین بغیر کسی کے سکھائے اور پڑھائے کے بیان کرے تو اُس کے معجزہ ہونے میں کسی دانا اور منصف مزاج کو تامل نہیں ہو سکتا۔ تیسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں اللہ جلشانہٗ نے اپنی عنائت خاص سے کھول رکھا ہے برکات روحانیہ ہیں جسکو اعجاز تاثیری کہنا چاہیئے۔ یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہکر گویا ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا رہا ہے

بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب اِن تمام مراتب کی شدّتِ اثر سے عارف کے دل میں ایک ایسی کیفیت حالی عشق اور محبّت کی باذنہٖ تعالیٰ پیدا ہو جائے کہ تمام وجود عارف کا اُس کی لذّت سے بھر جائے اور آسمانی انوار اس کے دل پر بکلّی احاطہ کر کے ہر یک ظلمت

بقیہ حاشیہ اِس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بُت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر یک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہور ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اُس سے انکار نہیں کر سکتا اور پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اُن کے دلوں کو یکلخت ایسا مُبدّل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہو گئے اور محبّت دنیا کے بعد الٰہی محبّت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں اپنے عزیزوں اپنی عزّتوں اپنی جانوں کے آراموں کو اللہ جلشانہ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا چنانچہ یہ دونوں سلسلے اُنکی پہلی حالت اور اُس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئی قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پُر آب ہو جاتا ہے پس وہ کیا چیز تھی جو اُنکو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوّت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا دوسری خدائے قادر مطلق حیّ قیّوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے گئیں بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا

و قبض و تنگی کو درمیان سے اٹھا دیں یہاں تک کہ بوجہ کمال رابطۂ عشق و محبت بباعث انتہائی جوشِ صدق و صفا کی بلا اور مصیبت بھی محسوس اللذت و مدرک الحلاوت ہو تو اِس درجہ کا نام اطمینان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں حق الیقین اور فلاح

بقیہ حاشیہ میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی۔ وید تو خود تہیدست ہے اور ایک شخص بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ جو کبھی کسی اور زمانہ میں بذریعہ تاثیرات وید کمالات باطنی تک پہنچا ہو اور اسقدر تو وید کے پیرو خود اقرار کرتے ہیں کہ صرف وید کے چار رشی کمال تک پہنچے ہیں وبس مگر چار کا کامل ہونا بھی بے ثبوت ہے سچ تو یہ ہے کہ وید کے ماننے والوں کو کبھی اسقدر بھی نصیب نہیں ہوا کہ خدائے تعالیٰ کو واحد لاشریک مان کر مبدء جمیع فیوض کا سمجھیں اور اُسی کے کامل القدرت ہاتھ کو ہر یک وجود کا موجد قرار دیں اور اُس کے بھائی بند نہ بن بیٹھیں اگر کوئی شخص اس بات کو بُرا مانے تو اُسی کی گردن پہ ہے کہ تاثیرات طیّبہ وید کو ثابت کر کے دکھلاوے اور اُن الزاموں کو اُسکے سر پر سے اُٹھا دے جن سے ہندوؤں کے پرمیشر کی کچھ بھی عزت باقی نہیں رہی ہمیں وید سے کوئی بے وجہ عناد نہیں مگر ہم سچ سچ کہتے ہیں اور ہم اپنے غلبۂ قادر مطلق کو گواہ رکھ کر بیان کرتے ہیں کہ ہمارا اور کسی خدا ترس کا دلی انصاف اِس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ جس کامل ذات کے برکت وجود سے ذرہ ذرہ قائم ہے اور جو تمام دنیا کا مالک کہلاتا ہے اُسکی بادشاہی صرف دوسروں کے سہارے چلی آتی ہے نہ اپنی قدرت خاصہ سے اور تمام روحیں اور اجسام یوں ہی اتفاق اور قسمت سے اُس کو مل گئے ہیں نہ آپ پیدا کرنے سے اور اُس کی خدائی اتفاقی ہے نہ حقیقی۔ اب وید سے منہ پھیر کر قرآن شریف کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ کیسی پاک تاثیریں رکھتا ہے لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام اُن کے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات اُن کے مُنہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکّل اُنکو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین اُن کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر اُن کے وجودوں کو ہاون مصائب

اور نجات سے بھی تعبیر کرتے ہیں مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہیں اور اُس پر مترتب ہوتے ہیں جو شخص اپنے ایمان میں قوی ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پا لیتا ہے لیکن جو شخص ایمانی طریق کو اختیار نہیں کرتا اور ہر یک

بقیہ حاشیہ میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دیکر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہیں اُنہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دُعا کرتے ہیں تو وہ اُن کی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُن کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُن کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اُس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے اور وہ اُن کا ہے یہ باتیں بلا ثبوت نہیں اور ہم عنقریب رسالہ سراج منیر میں انشاء اللہ القدیر ایک کھلا کھلا ثبوت اس کا دکھلائینگے لیکن ہم اِس جگہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دوسرے دین میں یہ برکتیں ہرگز نہیں وید نے اگر آریوں کے دلوں پر کچھ اثر ڈالا ہے تو وہ صرف گالیاں اور دشنام دہی ہے تمام مقدسوں کو نرہی کہنا سب پاک نبیوں کا نام مکار رکھنا دنیا کے برگزیدوں کو بجز اپنے تین یا چار وید کے رشیوں نامعلوم الوجود کو جھوٹا اور دغاباز اور ٹھگ قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے کیا ان لوگوں کے منہ سے بجز بدظنیوں اور بدزبانیوں کے کبھی کچھ معارف الٰہی کے نکات بھی نکلتے ہیں کیا بجز گندی باتوں اور نابکار خیالات یا تحقیر اور توہین اور ٹھٹھے اور ہنسی اور پُر شرارت اور بیہودہ لفظوں کے کبھی کوئی دقیق بھید معرفت الٰہی کا بھی اُن کی زبان سے سنا گیا ہے کیا ان برتنوں سے کبھی کوئی صفا دلی کا قطرہ بھی مترشح ہوا ہے یا انہوں نے باطنی پاکیزگی میں کچھ ترقی کی ہے ہرگز نہیں سو جو کچھ وید کا اثر ہے سو ظاہر ہے حاجت بیان نہیں۔ منہ

صداقت کے قبول کرنے سے اوّل قطعی اور یقینی اور نہایت وانکشاف ثبوت مانگتا ہے اس کی طبیعت کو اس راہ سے کچھ مناسبت نہیں اور وہ اِس لائق ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اُس قادر غنی بے نیاز کے فیوض حاصل کرے عادت اللہ قدیم سے اسی طرح پر جاری ہے اور یہ اِس فن علمِ الٰہی کا نہایت باریک نکتہ ہے جس پر سعادت مندوں کو غور کرنی چاہیئے کہ ہمیشہ ثواب اور فیضان سماوی ایمان پر ہی مترتب ہوتا ہے اِس راہ کا سچا فلسفہ یہی ہے کہ انسان دین قبول کرنے کی ابتدائی حالت میں اس بے نیاز مطلق اور اُس کی قدرت اور اُس کے وعدہ و وعید اور اُس کے اخبار و اسرار کے ماننے میں لمبے لمبے انکاروں سے مجتنب رہے کیونکہ ایمانی صورت کے قائم رکھنے کے لئے (جس پر تمام ثواب وابستہ ہے) ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ امور ایمانیہ کو ایسا منکشف نہ کرتا کہ وہ دوسرے بدیہات کی طرح ہر یک عام اور خاص کی نظر میں مسلم الوجود ہو جاتے یہ تو سچ ہے کہ انسان مکلف بوجہ عقل ہے نامعقول باتوں کو مان نہیں سکتا اور نہ درحالت انکار قابل الزام ٹھیرتا ہے لیکن خدا تمہیں ہدایت کرے تم خوب سوچ لو کہ خدائے تعالیٰ بھی کسی نامعقول بات پر (جو عند العقل اُسکی قدرت اور طاقت سے بعید ہے) ایمان لانے کے لئے تمہیں مجبور نہیں کرتا اور ہمارے کسی لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ تم کسی ایسی بات پر ایمان لاؤ جو فی الحقیقت دوربین نظروں میں نامعقول ہے بلکہ ہماری تقریر کا مدعا اور لُب لباب یہ ہے کہ ایمانی امور ایسے ہونے چاہئیں کہ جو من وجہٍ ظاہر اور من وجہٍ مخفی ہوں اور امکانی طور پر عقل انکا وجود باور کر سکے مگر دوسرے مشہودات و مرئیات بدیہہ کی طرح ہاتھ پکڑ کر دکھلا نہ سکے یعنی انسان اور گدھے وغیرہ محسوس چیزوں کی طرح اُن کا وجود نہ ہو جن کو ٹٹول کر معلوم کر سکیں یا بچشم خود دیکھ سکیں یا دکھا سکیں یا اشکال ہندسے اور اعمال حسابی کی طرح ایسے منکشف نہ ہوں جن میں دس دس برس کے بچے بھی اختلاف نہ کر سکیں غرض وہ کیفیت اُن میں محفوظ ہو جو ایمان کا مفہوم قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور

پھر باایںہمہ بالغ نظروں اور حقیقت شناسوں کی نگاہوں میں نامعقول اور بعیداز عقل بھی نہ ہوں۔ ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید　　نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

اب خلاصہ و ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ کسی مذہب کے قبول کرنے سے غرض یہ ہے کہ وہ طریق اختیار کیا جائے جس سے خدائے غنی مطلق جو مخلوق اور مخلوق کی عبادت سے بکلّی بے نیاز ہے راضی ہوجائے اور اُس کے فیوض رحمت اترنے شروع ہوجائیں جن سے اندرونی آلائشیں دُور ہوکر صحن سینہ یقین اور معرفت سے پُر ہوجائے سو یہ تدبیر اپنی فکر سے پیدا کرنا انسان کا کام نہیں تھا اسلئے اللہ جلشانہٗ نے اپنے وجود اور اپنے عجائبات قدرت خالقیت یعنی ارواح و اجسام و ملائک و دوزخ و بہشت و بعث و حشر و رسالت و دیگر تمام اسرار مبدء و معاد کو یکساں طور پر پردۂ غیب میں رکھکر اور کچھ کچھ قیاسی یا امکانی طور پر عقل کو اُس کوچہ میں گذر بھی دیکر غرض کچھ دکھلا کر اور کچھ چھپا کر بندوں کو اُن سب باتوں پر ایمان لانیکے لئے مامور کیا اور یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ جب بندہ باوجود کشمکش مخالفانہ خیالات کے خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لائیگا اور سب عجائبات اخروی و وجود دوزخ و بہشت و ملائک وغیرہ کو اُس کی قدرت میں داخل سمجھ کر دیکھنے سے پہلے ہی قبول کرلیگا تو یہ قبول کرنا اُس کے حق میں صدق شمار کیا جائیگا کیونکہ ہنوز یہ چیزیں در پردۂ غیب ہیں اور مرئی اور مشہود طور پر نمایاں اور ظاہر نہیں ہیں سو یہ صدق خدائے تعالیٰ کی توجہ رحمت کے لئے ایک موجب ہوجائیگا کیونکہ خدا تعالیٰ بوجہ اپنی استغنائے ذاتی کے انہیں لوگوں پر توجہ رحمت کرتا ہے جن کا صدق ظاہر ہوتا ہے یوں تو انسان کی فطرتی عادت ہے کہ جو چیز کھلے کھلے طور پر مضر یا مفید ہو اُس سے بہ نفرت بھاگتا یا اُس کے لینے کو بصد رغبت دوڑتا ہے یعنی جیسی صورت ہو لیکن وہ اپنی اس عادت سے کسی ثواب کا مستحق نہیں ٹھہر سکتا اگر کوئی شخص بجلی سے ڈر کر اپنے کوٹھے میں

چھپ جائے یا شیر سے خوف کھا کر اپنے شہر کی طرف بھاگے تو وہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے بجلی یا شیر میں نے تم خوف کیا تم مجھ سے راضی ہو جاؤ سو ظاہر ہے کہ جو ڈرنا یا امید کرنا ضروری طور پر لازم آتا ہے وہ کسی تحسین یا آفرین کا موجب نہیں ٹھہر سکتا اسی وجہ سے لازم ہے کہ جو شخص خدائے تعالیٰ اور اس کے عجائبات آخرکو مانکر رضامندی الٰہی کا خواہشمند ہے وہ ان سب چیزوں کے ماننے میں بیجا آڑوں سے پرہیز کرے اور جہاں تک ممکن ہو مطالبہ دلائل میں نرمی اختیار کرکے فقط اتنا کرے کہ ایک راہ کو دوسری راہوں پر ترجیح دیکھ لے اور ایسے یقینی ثبوت کے لئے کہ جیسے چار کا نصف دو ہے اپنی نابالغ عقل کو آوارہ اور سرگردان نہ ہونے دے بلکہ تمامتر سعادت تو اس میں ہے کہ غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صورت میں قبول کرے اور ظاہری حواس کی خواہ نخواہ شہادت طلب کرنے سے اور فلسفہ کے طول طویل اور لاطائل جھگڑوں سے حتی الوسع اپنے تئیں بچاوے کیونکہ اگر خدا کو دیکھ کر ہی یا انتہائی تحقیقات سے ہی قبول کرنا ہے اور جزا سزا کو تجربہ کرکے ہی ماننا ہے تو پھر ایسے ماننے میں کونسی خاص فضیلت یا صدق پایا جاتا ہے اس طرح پر کون ہے جو قبول نہیں کرتا دنیا میں ایسی طبیعت کا کوئی بھی آدمی نہیں کہ اگر اس کو پورا پورا ثبوت خدا کی ہستی یا عالم مجازات یا عجائبات قدرت کا مل جائے تو پھر وہ منکر ہی رہے مثلاً اگر خدائے تعالیٰ ہر ایک انسان کو نظر آجائے اور سب کو اپنی خدائی کی قدرتیں دکھلاوے یا اگر مثلاً ایسا ہو کہ دس بیس ہزار آدمی ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کے قبروں سے اٹھکر اپنی اپنی قوم اور قبیلہ میں آجائیں اور اپنے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو خدا اور اس کی سزا و جزا کی ساری حقیقت سنا دیں تو پھر ممکن نہیں کہ پھر بھی کوئی شخص کافر اور بے دین رہ جائے اب اس جگہ بالطبع سوال ہوتا ہے کہ جس حالت میں خدائے تعالیٰ اُن باتوں کے کرنے پر قادر تھا اور اس پختہ ثبوت سے کفر اور بیدینی کی جڑھ کاٹی جاتی تھی تو پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا بلاشبہ اگر وہ ایسا

کرتا تو پھر حق اور باطل کا بکمال صفائی فیصلہ ہو جاتا اور فلسفہ کی نکمی اور بودی اور ظنی اور وہمی دلائل کی کچھ حاجت نہ رہتی تو اس کا جواب یہی ہے کہ جو اوپر گذر چکا یعنی بے شبہ خدائے تعالیٰ ایسا کر سکتا تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسا جلوۂ دیدار دکھا سکتا تھا کہ ایک ہی تجلّی سے سب گردنیں جھک جاتیں اور ایک ہی دفعہ تمام دنیا کی دینی نزاعوں کا تصفیہ ہو جاتا لیکن ایسا کرنے میں وہ بات جس سے ثواب ملتا ہے اور صادقوں کو مراتب عالیہ اور قرب اور وجاہت عطا کیجاتی ہے وہ باقی نہ رہتی یعنی ایمان بالغیب جس کی وجہ سے درجات اخروی ملتے ہیں وہ اپنی صورت میں محفوظ نہ رہتا سو یہ بڑے بھاری درجہ کی صداقت ہے جو سوال مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے ہر یک اعلیٰ و ادنیٰ کو سمجھ آسکتی ہے غرض ایمان پر ثواب اور اجر ملنے کا یہی بھید ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لایا جاتا ہے وہ اگرچہ غور اور نظر کرنے سے صحیح اور راست ہیں لیکن انکا ثبوت ایسا کھلا کھلا ثبوت نہیں ہے جیسے اور مشہودات اور محسوسات کا ہوا کرتا ہے بلکہ ایمان بالغیب کی حد میں ہیں سو صادق آدمی جب خدا اور اُسکی سزا و جزا وغیرہ امور غیبیہ پر ایمان لاتا ہے تو اس ایمان میں بوجہ انواع اقسام کے اوہام اور نفس امّارہ کی چار طرفہ کشاکش کی سخت آزمائش میں پڑتا ہے آخر چونکہ وہ صادق ہوتا ہے اس لئے سب راہیں چھوڑ کر اور سب خیالات پر غالب آکر اُسی رب رحیم کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور اس صدق کی برکت سے کہ وہ اپنے علم سے زیادہ رجوع اور اپنی واقفیت سے زیادہ وفا اور اپنے تجربہ سے زیادہ استحکام اختیار کرتا ہے جناب الٰہی میں قبول کیا جاتا ہے اور پھر اسی صدق و صفا کی برکت سے عرفانی آنکھیں اس کو عنایت ہوتی ہیں اور ربّانی لذت اور محبت اُس کو عطا کی جاتی ہے یہانتک کہ وہ اُس مرتبہ تک جا پہنچتا ہے جہاں تک انسانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں مگر یہ سب کچھ کامل طور پر پیچھے سے ملتا ہے پہلے نہیں۔ یہ تو معرفت صحیحہ تک پہنچنے کے لئے سنّت اللہ یا یوں کہو کہ قانون قدرت ہے لیکن اس

زمانہ کے خشک فلسفیوں نے اس صداقت پر ایک ذرہ اطلاع نہیں پائی ✣ اور وہ بالکل اس بات سے بیخبر ہیں کہ کیونکر انسان ایمان کے محکم اور استوار زینہ سے عرفان کے بلند مینار تک پہنچتا ہے اور اسی بیخبری کیوجہ سے اُن میں اپنے قدم

حاشیہ ✣ جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ اور عالم مجازات اور دیگر امور مبدء اور معاد کے ماننے میں فلسفیوں کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے نبیوں کے طریق کا اصل اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب تب مترتب اور بارآور ہوگا کہ جب غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صورت میں قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کھلی کھلی شہادتیں یا دلائل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جائیں کیونکہ تمام و کمال مدار ثواب اور استحقاق قرب و وصل الٰہی کا تقویٰ پر ہے اور تقویٰ کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز تفتیشوں اور لمبے چوڑے انکاروں اور ہر ہر جزئی کی موشگافی سے اپنے تئیں بچاتا ہے اور صرف دوراندیشی کے طور سے ایک راہ کی سچائی کا دوسری راہوں پر غلبہ اور رجحان دیکھ کر بحسن ظن قبول کر لیتا ہے اسی بات کا نام ایمان ہے اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے اور دنیا و آخرت میں سعادتیں حاصل ہوتی ہیں جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی میں ترقی چاہتا ہے تو خدائے تعالیٰ خود اُس کا متولی ہو کر اور آپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر درجہ ایمان سے درجہ عین الیقین تک اُسکو پہنچا دیتا ہے مگر یہ سب کچھ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہیں اور جو شخص پہلے ہی تمام جزئیات کی بکلی صفائی کرنا چاہتا ہے اور قبل از صفائی اپنے بدعقائد اور بداعمال کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا وہ اس ثواب اور اس راہ کے پانے سے محروم ہے کیونکہ ایمان اُسی حد تک ایمان ہے جبتک وہ امور جن کو مانا گیا ہے کسی قدر پردۂ غیب میں ہیں یعنی ایسی حالت پر واقع ہیں جو ابھی تک عقلی ثبوت نے اُن پر احاطۂ تام نہیں کیا اور نہ کسی کشفی طور پر وہ نظر آئی بلکہ اُن کا ثبوت صرف غلبۂ ظن تک پہنچا ہے و بس ✣

یہ تو نبیاؤں کا سچا فلسفہ ہے جسپر قدم مارنے سے کروڑہا بندگانِ خدا آسمانی برکتیں

اوّل میں ہی تعجیل اور جلدی بھری ہوئی ہے اور نہایت شتاب کاری سے علم دین کو ایک ادنیٰ سا کام اور ایک ناکارہ سا ہنر سمجھ کر یہ ارادہ کر رہے ہیں کہ مذہب کے تمام اصول و فروع کو اپنی ابتدائی حالت میں ہی بغیر انتظار دوسرے حالات مترقبہ تکمیلات فطرت کے اس طرح پر دریافت کرلیں جیسے کوئی ہندسہ یا حساب کا مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے اور اگر کوئی دقیقہ دینی اس حد کے انکشاف تک نہ پہنچ سکے تو اُس کی نسبت صاف حکم صادر کر دیں کہ یہ سراسر باطل اور پیرایۂ صداقت سے خالی ہے مگر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں یہ ایمانی حکمت کا طریق نہیں ہے بلکہ انسانی ظلمت یا شیطانی رعونت کی ایک تاریکی ہے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا اور مذہب کے تمام اجزا اور جو کچھ اُس میں بھرا ہوا ہے پہلے ہی سے اظہر من الشمس اور بدیہی اور بیّن الانکشاف ہوتے یا اشکال ہندسی اور حساب کے اعمال کی طرح قطعی الثبوت دکھائی دیتے تو پھر اس حالت میں ایمان ایمان نہ رہتا

بقیہ حاشیہ پاچکے ہیں اور جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے بیشمار خلق اللہ معرفت تامّہ کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں اور ہمیشہ پہنچتی ہیں اور جن اعلیٰ درجہ کی تعینوں کو شوخی اور جلدی سے فلسفی لوگوں نے ڈھونڈھا اور نہ پایا وہ سب مراتب ان ایماندار بندوں کو بڑی آسانی سے ملگئے اور اُس سے بھی بڑھکر اس میں معرفت تامّہ کے درجہ تک پہنچگئے کہ جو کسی فلسفی کے کانوں نے اُس کو نہیں سُنا اور نہ اُنکی آنکھ نے دیکھا اور نہ کبھی اُس کے دل میں گذرا لیکن اسکے مقابلہ پر خشک فلاسفروں کا جھوٹا اور مغشوش فلسفہ جس پر آجکل کے نوتعلیم یافتہ لوگ فریفتہ ہو رہے ہیں اور جس کے بدنتائج کی بے خبری بہت سے سادہ لوحوں کو برباد کر دیا ہی یہ ہے کہ جبتک کسی اصل یا فرع کا قطعی طور پر فیصلہ نہ ہوجاوے اور بکلّی اُس کا انکشاف نہ ہو جاوے تب تک اُس کو ہرگز ماننا نہیں چاہئے گو خدا ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ ایسے اعلیٰ درجہ کے اور کامل فلاسفر جنہوں نے اِن اصولوں کی سخت پابندی اختیار کی تھی انہوں نے اپنا نام محققین رکھا جن کا دوسرا نام دہریہ بھی ہے اِن کامل فلاسفروں کا بپابندی اپنے اصول قدیمہ کے یہ مذہب رہا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا وجود قطعی طور پر بذریعہ عقل ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ ہم نے بچشم خود اُسکو دیکھا اس لئے ایسے خدا کا ماننا ایک مرمظنون اور مشتبہ کا مان لینا ہے جو اصول مقرّرہ

اور جو ایمان لانے پر ثواب اور سعادتیں اور برکتیں مترتب ہوتی ہیں اُن کو انسان ہرگز نہ پا سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ بیّن الحقیقت اور ظاہر الوجود باتوں کو مان لینا ایمان نہیں ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ پانی سرد اور آگ گرم ہے اور ہر یک انسان آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سُنتا اور مُنہ سے کھاتا اور پاؤں سے چلتا ہے اور میں اس بات پر ایمان لایا کہ آفتاب اور قمر موجود ہیں اور زمین پر بہت سے جمادات اور نباتات اور حیوانات پائے جاتے ہیں تو ایسا ایمان لانا ایک ہنسی کی بات ہے نہ کہ ایمان۔ اور اسی وجہ سے بدیہی

بقیہ حاشیہ فلسفہ سے بکلّی بعید ہے سو انہوں نے پہلے ہی خدائے تعالیٰ کو درمیان سے اُٹھایا پھر فرشتوں کا یوں فیصلہ کیا کہ یہ بھی خدائے تعالیٰ کی طرح نظر نہیں آتے چلو یہ بھی درمیان سے اُٹھاؤ پھر روحوں کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے ظاہر کی کہ ہم کوئی ثبوت قابل اطمینان اس بات پر نہیں دیکھتے کہ بعد مرنے کے روح باقی رہ جاتی ہے نہ کوئی روح نظر آتی ہے اور نہ واپس آکر اپنا قصہ سناتی ہے بلکہ سب روحیں مفارقت بدن کے بعد خدا اور فرشتوں کی طرح بے اثر و بے نشان ہیں سو ان کا بھی وجود ماننا خلاف دلیل و برہان ہے ان سب فیصلوں کے بعد انکی نظر عمیق نے تکالیف شرعیہ کی شفقت اور حلال حرام کا فرق اصول فلسفہ کا سخت مخالف سمجھا اس لئے انہوں نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی کہ ماں اور بہن اور جورو میں فرق کرنا اور چیزوں میں سے بلا ثبوت ضرر طبّی بعض چیزوں کو حرام سمجھ لینا یہ سب بناوٹی باتیں ہیں جن پر کوئی فلسفی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اسی طرح انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ تنگار ہنے میں کوئی شناعت عقلی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں طبّی قواعد کے رو سے فوائد ہیں اسی طرح ان فلاسفروں کے اور بھی مسائل ہیں اور خلاصہ اُن کے مذہب کا یہی ہے کہ وہ بجز دلائل قطعیہ عقلیہ کے کسی چیز کو نہیں مانتے اور انکی فلسفیانہ نگاہ میں گو کیسی کوئی بدعملی ہو جب تک براہین قطعیہ فلسفیہ سے اُس کا بد ہونا ثابت نہ ہولے یعنی جبتک اُسمیں کوئی طبّی ضرر یا دنیوی بدانتظامی متصوّر نہ ہو تب تک اُسکا ترک کرنا بیجا ہے مگر جو دوسرے درجہ کے فلاسفر ہیں انہوں نے لوگوں کے لعن طعن سے اندیشہ کر کے اپنے فلاسفری اصولوں کو کچھ نرم کر دیا ہے اور قوم کے خوف اور ہم جنسوں کی شرم سے خدا اور عالم جزا اور دوسری کئی باتوں کو ظنی طور پر تسلیم کر بیٹھے ہیں۔ لیکن یہ اعلیٰ درجہ کے فلاسفر

اور کھلی کھلی باتوں کو ماننا عند اللہ و عند العقلا ثواب پانے کا موجب نہیں ٹھہر سکتا بلکہ ایمان وہ شئے ہے کہ جن باتوں کو عقل قبول تو کرتی ہے مگر بوجہ در پردۂ غیب ہونیکے جیسا کہ چاہیئے اُن کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی اُن باتوں میں اپنی فراست فطرتی سے کچھ ترجیح یعنی آثار صداقت دیکھکر اور کسی قدر دلائل عقلیہ کا غلبہ اُس طرف پاکر اور پھر خدا کے کلام کو اُس پر شاہد ناطق و صادق معلوم کر کے اُن باتوں کو مان لیا جائے یہی ایمان ہے جو ذریعہ خوشنودی خداوند کریم جلشانہٗ ہو جاتا ہے اور بعد اس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مرتبۂ ایقان ہے اور پھر اسکے بعد مرتبہ عرفان کا ہے یعنی جبکہ بندہ ایسی باتوں کو مان لیتا ہے جن کو اُسکی عقل امکان یا جواز یا وجوب کی صورت میں قبول تو کرلیتی ہے مگر انکشاف کُلّی کے طور پر اُن پر احاطہ نہیں کر سکتی تو خدائے تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص صادق ٹھہر جاتا ہے۔ اور حضرت خداوند کریم عزاسمہٗ برکت اُس

بقیہ حاشیہ اُن کو سخت نالائق اور بدفہم اور غبی الطبع اور بزدل اور اپنی سوسائٹی کے بدنام کنندہ خیال کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے فلاسفر ہونیکا دعوٰی تو کیا لیکن اصول فلسفہ پر جیسا کہ حق چلنے کا تھا نہیں چلے۔ اسلئے اوّل درجہ کے فلاسفر اس بات سے عار رکھتے ہیں کہ ان ناقصوں کو فلاسفر کے باعزت لفظ سے مخاطب یا موسوم کیا جائے کیونکہ انہوں نے کچھ کچھ تو فلسفہ کے طریقہ پر قدم مارا اور کچھ عام لوگوں کی ملامت لعنت سے ڈر کر بہتوں کے عقائد میں بھی (جو فلسفیوں کے منشاء کے موافق قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت نہیں ہو سکتے) ٹانگ اڑا دی اسلئے یہ لوگ اُن کی نظر میں نیم حکیم ہیں حقیقی فلاسفر نہیں۔ ہاں ممکن بلکہ قرین قیاس ہے اور امید کیجاتی ہے کہ جیسے جیسے ایک سخت جوش قطعی اور یقینی اور نہایت دانشگاف ثبوت عقلی طلب کرنے کا اِنکے مستعد اور ہونہار لوگوں کے دلوں میں آتا جائیگا ویسی ویسی وہ کسریں جو باقی رہ گئی ہیں اُن کے خیالات سے وہ سب نکل جائینگی اور عقائد اور اعمال میں پوری پوری مطابقت اپنے بڑے بھائیوں سے کر بیٹھینگے تب وہ شیطانی اور ظلمانی

ایمان کے عرفان کا مرتبہ اُس کو عطا کر دیتا ہے یعنی اپنی طرف سے علم و معرفت و سکینت اُس پر نازل کرتا ہے اور کشفی اور الہامی نوروں سے وہ بقیہ ظلمت بھی اُٹھا دیتا ہے جس کے اُٹھانے سے عقل دود آمیز عاجز رہ گئی تھی اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے جیسے انسان کی فطرت میں مبادی امور کے کسیقدر سمجھنے کیلئے ایک عقلی قوت رکھی ہے اسی طرح انسان میں کشف اور الہام کے پانے کی بھی ایک قوت مخفی ہے جب عقل انسانی اپنی حد مقررہ تک چلکر آگے قدم رکھنے سے رہ جاتی ہے تو اسجگہ خدائے تعالیٰ اپنے صادق اور وفادار بندوں کو کمال عرفان اور یقین تک پہنچانے کی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلیں بذریعہ عقلی طے کرنے سے رہ گئی تھیں اب وہ بذریعہ کشف اور الہام طے ہوجاتی ہیں اور سالکین مرتبہ عین الیقین بلکہ حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں یہی سُنت اللہ اور عادت اللہ ہے جسکی رہنمائی کے لئے تمام پاک نبی دنیا میں آئے ہیں اور جس پر چلنے کے بغیر کوئی شخص سچی

بقیہ حاشیہ دو کالے پانی دنیا کے برباد کرنے کے لئے ایک ہی ہو کر بہینگے اور اگر آیندہ ذریت میں فلسفہ نے ترقی کی تو وہ بجائے اس کے کہ حال کے فلسفیوں کی طرح یہ سوال کریں کہ اگر ملائک یا شیاطین کچھ چیز ہیں تو ہمیں دکھلاؤ یہ اعلیٰ درجہ کے سوالات کرینگے کہ اگر خدا اور اس کی قدرتیں کچھ چیز ہیں تو ہمیں ظاہر ظاہر بلا واسطہ اسباب دکھاؤ اور اگر روحیں بعد مفارقت بدن باقی رہ جاتی ہیں اور اُن کا وجود بھی کچھ چیز ہے تو وہ بھی ہمیں دکھلاؤ۔ غرض جیسے جیسے اِن نو آموزوں کے فلسفہ میں صیقل ہوتا جائے گا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سوال ان کے دلوں میں پیدا ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ اوّل درجہ کے فلاسفروں سے ہاتھ جا ملائیں گے ابھی تو حال کچّا اور خیال بھی کچّا ہے۔

منہ

اور کامل معرفت تک نہیں پہنچا مگر کم بخت خشک فلسفی کو کچھ ایسی جلدی ہوتی ہے کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ جو کچھ کھلنا ہے وہ عقلی مرتبہ پر ہی کھل جائے اور نہیں جانتا کہ عقل انسانی اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور نہ طاقت سے آگے قدم رکھ سکتی ہے اور نہ اس بات کی طرف فکر دوڑاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کو اس کے کمالات مطلوبہ تک پہنچانے کے لئے صرف جوہر عقل ہی عطا نہیں کیا بلکہ کشف اور الہام پانے کی قوت بھی اس کی فطرت میں رکھی ہے سو جو کچھ خدائے تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے وسائل خداشناسی انسان کی سرشت کو عطا کئے ہیں ان وسائل میں سے صرف ایک ابتدائی اور ادنیٰ درجہ کے وسیلہ کو استعمال میں لانا اور باقی وسائل خداشناسی سے بکلی بیخبر رہنا بڑی بھاری بدنصیبی ہے اور ان قوتوں کو ہمیشہ بیکار رکھ کر ضائع کر دینا اور ان سے فائدہ نہ اٹھانا پرلے درجہ کی بے سمجھی ہے سو ایسا شخص سچا فلسفی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو کشف اور الہام پانے کی قوت کو معطل اور بیکار چھوڑتا ہے بلکہ اس کا انکار کرتا ہے حالانکہ ہزاروں مقدسوں کی شہادت سے کشف اور الہام کا پایا جانا بپایۂ ثبوت پہنچ چکا ہے اور تمام سچے عارف اسی طریق سے معرفت کاملہ تک پہنچے ہیں آریہ مت والے جنکا دھرم دلی روشنی سے علاقہ نہیں رکھتا وہ کشف اور ایسے الہام سے تو قطعاً منکر ہیں جو امور غیبیہ اور خوارق اعجازیہ پر مشتمل ہو بقول ان کے وید پیشگوئیوں سے بکلی خالی اور قدرتی نشانوں سے بکلی تہیدست ہے مگر باینہمہ پھر بھی الہامی کتاب وید ہی کو مانتے ہیں غرض جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا کلام اس کی صفات کاملہ کا آئینہ ہونا چاہیئے یہ انوار الٰہی وید میں ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اپنے ہی منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ انکا وید اخبار غیب اور اسرار قدرت سے بکلی عاری اور عاجز ہے۔ لیکن ان سب خرابیوں کے ساتھ اس بات پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ الہام الٰہی وید ہی پر ختم ہے وہ ہمیشہ کے کشف اور الہام سے منکر ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ صرف چار آدمیوں کو جن پر وید اترا یہ قوت الہامی بوجہ ان کے نیک اعمال کے قدرت نے عطا کی تھی مگر بعد ان کے کسی کو نہیں ملی گویا وہ چار آدمی ایک انوکھی پیدائش کے تھے جن سے باقی جمیع بنی آدم کو انکی فطرت یا عمل کے رو سے کچھ مناسبت نہیں سو یہ قوم روحانی اندھا ہونے پر راضی ہے

ہاں آجکل عقل عقل تو پکارتے ہیں اور قانونِ قدرت بھی کسی کی مُنہ سے سُن لیا ہے تب ہی تو لالہ مرلیدھر صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ شق القمر قانون قدرت کے برخلاف ہے مگر ہمیں لالہ صاحب موصوف کے اس تقلیدی اعتراض پر نظر کرکے بڑا ہی افسوس آتا ہے کاش اُنہوں نے کہیں سے یہ بھی سُنا ہوتا کہ خدائے تعالیٰ کی خدائی اور الوہیت اُسکی قدرت غیر محدودہ اور اسرار نامعدودہ سے وابستہ ہے جس کو قانون کے طور پر کسی حد کے اندر گھیر لینا انسان کا کام نہیں ہے خداشناسی کے لئے یہ بڑا بھاری بنیادی مسئلہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کی قدرتیں اور حکمتیں بے انتہا ہیں اِس مسئلہ کی حقیقت سمجھنے اور اُس پر عمیق غور کرنے سے سب الجھاؤ اور پیچ خیالات کا رفع ہوجاتا ہے اور سیدھا راہ حق شناسی اور حق پرستی کا نظر آنے لگتا ہے۔ ہم اس جگہ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ خدائے تعالےٰ ہمیشہ اپنی ازلی ابدی صفات کے موافق کام کرتا ہے اور اگر ہم دوسرے لفظوں میں انہیں ازلی ابدی صفات پر چلنے کا نام قانون الٰہی رکھیں تو بیجا نہیں مگر ہمارا کلام اور بحث اس میں ہے کہ وہ آثارِ صفات ازلی ابدی یا یوں کہو کہ وہ قانون قدیم الٰہی محدود یا معدود کیوں مانا جائے ہاں بے شک یہ تو ہم مانتے ہیں اور مان لینا چاہیئے کہ جو کچھ صفتیں جناب الٰہی کی ذات میں موجود ہیں اُنہیں صفات غیر محدود کے آثار اپنے اپنے وقتوں میں ظہور میں آتے ہیں نہ کوئی امر انکا غیر اور وہ صفات ہر یک مخلوق ارضی و سماوی پر مؤثر ہورہی ہیں اور اُنہیں آثار الصفات کا نام سُنت اللہ یا قانون قدرت ہے مگر چونکہ خدائے تعالیٰ مع اپنی صفات کاملہ کے غیر محدود اور غیر متناہی ہے اس لئے ہماری بڑی نادانی ہوگی اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ اُس کے آثار الصفات یعنی قوانین قدرت باندازہ ہمارے تجربہ یا فہم یا مشاہدہ کے ہیں اُس سے بڑھکر نہیں۔ آجکل کے فلسفی الطبع لوگوں کی یہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ اوّل وہ قانون قدرت کو ایسا سمجھ بیٹھے ہیں جسکی من کل الوجوہ حد بست ہوچکی ہے اور پھر بعد اسکے جو امر نیا پیش آئے اُسکو ہرگز نہیں مانتے اور ظاہر ہے کہ اس خیال کی بنا راستی پر نہیں ہے اور اگر یہی سچ ہوتا تو پھر کسی نئی بات کے ماننے کے لئے کوئی سبیل

باقی نہ رہتا اور امور جدیدہ کا دریافت کرنا غیر ممکن ہوجاتا کیونکہ اس صورت میں ہریک نیا فعل بصورت نقص قوانین طبعی نظر آئیگا اور اس کے ترک کرنے سے ناحق ایک جدید صداقت کو ترک کرنا پڑیگا یہی وجہ ہے کہ یہ منحوس اصول آجتک دکھانے کے ہی دانت رہے ہیں نہ کھانے کے اور امور جدیدہ کا قوی ظہور اس قاعدہ کی تار و پود کو ہمیشہ توڑتا رہا ہے جب کسی زمانہ میں کوئی جدید خاصہ متعلق علم طبعی یا ہیئت وغیرہ علوم کے متعلق ظہور پکڑتا رہا ہے تو ایک مرتبہ فلسفہ کے شیش محل پر ایک سخت بھونچال کا موجب ہوا ہے۔ جس سے متکبر فلسفیوں کا شور و شرارہ کچھ عرصہ کے واسطے فرو ہوتا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے خیالات ہمیشہ پلٹے کھاتے رہے ہیں اور کبھی ایک ہی صورت یا ایک ہی نقشہ پر ہرگز قائم نہیں رہے اگر کوئی صفحات تاریخ زمانہ میں واقعات سوانح عمری حکما پر غور کرے تو اسکو معلوم ہوجائیگا کہ اُن کے خیالات کی ٹرین کتنی مختلف سڑکوں پر یہ کہ کسقدر متناقض چالوں پر چلی ہے اور کیسے داغ خجالت اور ندامت کے ساتھ ایک رائے کو دوسری رائے سے تبدیل کرتے آئے ہیں اور کیونکر انہوں نے ایک مدّت دراز تک کسی بات کا انکار کرکے اور قانون قدرت سے اسکو باہر سمجھ کر آخر نہایت متندّمانہ حالت میں اُسی بات کو قبول کرلیا ہے سو اس تبدیل آراء کا کیا سبب تھا یہی تو تھا کہ جو کچھ انہوں نے سمجھ رکھا تھا وہ ایک ظنی بات تھی جس کی مشاہدات جدیدہ نے تکذیب کی سو جن شکلوں اور حالتوں میں وہ مشاہدات جدیدہ جلوہ گر ہوئے انہیں کے موافق اُنکی راؤں کی پٹڑی بدلتی اور اُلٹتی پلٹتی رہی اور جدھر تجاربِ جدیدہ کا رُخ پلٹتا رہا اُدھر ہی اُن کے خیالات کی ہوائیں پلٹا کھاتی رہیں غرض فلسفیوں کے خیالات کی لگام ہمیشہ امور جدید الظہور کے ہاتھ میں رہی ہے اور اب بھی بہت کچھ اُنکی نظروں سے چھپا ہوا ہے جسکی نسبت اُمید کیجاتی ہے کہ وہ آئندہ ٹھوکریں کھا کھا کر اور طرح طرح کی رسوائیاں اُٹھا اُٹھا کر کسی نہ کسی وقت قبول کرینگے کیونکہ قوانینِ قدرت انسانی

عقل کے دفتر میں ابھی تک ایسے منضبط نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں جن پر نظر کر کے
نئی تحقیقاتوں سے نومیدی ہو۔ کیا کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ انسان دنیا
کے مکتب خانہ میں باوجود اپنی اسقدر عمر قلیل کے تحصیل اسرار ازلی ابدی سے
بکلی فراغت پا چکا ہے اور اب اُس کا تجربہ عجائبات الٰہیہ پر ایسا محیط ہو گیا ہے کہ
جو کچھ اُس کے تجربہ سے باہر ہو وہ فی الحقیقت خدائے تعالیٰ کی قدرت سے باہر
ہے میں جانتا ہوں کہ ایسا خیال بجز ایک بے شرم اور ابلہ آدمی کے کوئی دانشمند
نہیں کر سکتا فلاسفروں میں سے جو واقعی نیک دانا اور سچے روحانی آدمی گذرے
ہیں اُنہوں نے خود تسلیم کر لیا کہ ہمارے خیالات جو محدود اور منقبض ہیں خدا اور اُسکے
بے انتہا بھیدوں اور حکمتوں کی شناخت کا ذریعہ نہیں ہو سکتے بارہا فلاسفروں
نے اپنی راؤں میں ندامتیں اُٹھائیں اور صدہا خواص قاعدہ طبعی کے برخلاف
اور قوانین طبعیہ کے نقیض ہو کر مشاہدہ کے رو سے ثابت ہو گئے تو آخر وہ
ماننے ہی پڑے اور علوم طبعی یا ہیئت کی وہاں کچھ پیش نہ گئی۔ ہاں بعض
سوانح عجیبہ جو تاریخی طور پر ثابت کی جاتی ہیں جیسے یہی معجزہ شق القمر جو لالہ مرلیدھر
صاحب کی نظر میں پرمیشر کے ازلی ابدی قانون قدرت کے خلاف ہے ایسے
سوانح پر یقین لانا یا نہ لانا اپنے علم وسیع یا محدود پر موقوف ہے یہ حجت ہرگز نہیں
ہو سکتی کہ یہ واقعہ علوم طبعی یا ہیئت کے برخلاف ہے کیونکہ قدرت قدیمہ کاملہ
کے موافق یا مخالف ہونا بعد احاطہ قدرت کے ہو سکتا ہے اسلئے یہ علوم ناقصہ
ہیئت و طبعی جو ہمارے دفتروں میں منضبط ہیں وہ اِس تعریف کے ہرگز لائق
نہیں جو اُنہوں نے کوئی دقیقہ اور کوئی امر تہ میں چھپا ہوا نہیں چھوڑا اور نہ
ایسا بھروسہ کرنا اُنپر عقلمندی ہے۔ خواص جدید الظہور کا ایک عجیب کرشمہ
ہے جو ہمیشہ قیاسی علوم کی بربادی اور بیعزتی کرتا رہا ہے اور کریگا اور جس طرح
ہمارے زمانہ نے ایسے علوم جدیدہ پائے جن سے پہلے لوگ بیخبری میں گذر گئے

یا باطل کو حق کہتے سو گئے ایسا ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ آنیوالی ذریّت اس زمانہ کی غلطیاں نکالے اور وہ باتیں اُنپر ظاہر ہوں جو اِس زمانہ پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ آسمان تو آسمان ہے زمین کے خواص جاننے سے ابھی کب فراغت ہو چکی ہے ؎

تو کار زمین را نکو ساختی　　که با آسمان نیز پرداختی

غرض علوم جدیدہ کا سلسلہ منقطع ہوتا نظر نہیں آتا شق القمر کے ایک تاریخی واقعہ سے کیوں اتنا نفرت یا تعجب کرو گذشتہ دنوں میں تو جسکو کچھ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے ایک یورپین فلاسفر کو سورج کے ٹوٹنے کی ہی فکر پڑگئی تھی پھر شاید شگاف ہو کر مل گیا۔ فلاسفروں کو ابھی بہت کچھ سمجھنا اور معلوم کرنا باقی ہے۔ کے آمدی و کے پیر شدی۔ ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے یہ نہایت محقق صداقت ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتی ہے جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں سے اثر پذیر ہوتی رہی سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواص اشیاء ختم نہیں ہو سکتی گو ہم اُن پر اطلاع پائیں یا نہ پائیں اگر ایک دانہ خشخاش کے خواص تحقیق کرنے کے لئے تمام فلاسفر اوّلین و آخرین قیامت تک اپنی دماغی قوتیں خرچ کریں تو کوئی عقلمند ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ وہ ان خواص پر احاطہ تام کریں سو یہ خیال کہ اجرام علوی یا اجرام سفلی کے خواص جسقدر بذریعہ علم ہیئت یا طبعی دریافت ہو چکے ہیں اسیقدر پر ختم ہیں۔ اِس سے زیادہ کوئی بے سمجھی کی بات نہیں ؎

اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانون قدرت خدائے تعالیٰ کے اُن افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے یا آیندہ آئینگے لیکن چونکہ ابھی خدائے تعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھلانے سے تھک نہیں گیا ہے اور نہ یہ کہ اب قدرت نمائی سے بے زور ہو گیا ہے یا کسی طرف کو کھسک گیا ہے یا کسی خارجی قاسر سے مجبور کیا گیا ہے اور مجبوراً آیندہ کے عجائب کاموں سے دستکش ہو گیا ہے اور ہمارے لئے وہی چند صدیوں کی کارگذاری یا

اُس سے کچھ زیادہ سمجھ لو) چھوڑ گیا ہے اِس لئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اِسی میں ہے کہ ہم چند موجودہ مشہودہ قدرتوں کو جنہیں ابھی صدہا طور کا احتمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت خیال نہ کر بیٹھیں اور اُسپر زادان لوگوں کی طرح ضد نہ کریں کہ ہمارے مشاہدات سے خدا تعالیٰ کا فعل ہرگز تجاوز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعویٰ ہے جو ہرگز ثابت نہیں کیا گیا اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے ہم نے مانا کہ مذہب نیچر کا نقیض نہیں ہے مگر یہ آپ کیونکر ہم سے تسلیم کراتے ہیں کہ سب خواص نیچریہ پر انسان محیط ہو چکا ہے کیا اِسپر کوئی دلیل بھی ہے یا نرا تحکم ہی سے مُنہ بند کرنا چاہتے ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر تجارب و مشاہدات جو آجتک قلمبند ہو چکے ہیں صحیح اور کامل ہوتے تو علوم جدیدہ کو قدم رکھنے کی جگہ نہ رہتی حالانکہ آپ لوگ بھی کہا کرتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے میں سوچ میں ہوں کہ کیونکر ایسی چیزیں کامل اور قطعی طور پر مقیاس الصداقت یا میزان الحق ٹھہر سکتے ہیں جن کے اپنے ہی پورے طور کے انکشاف میں ابھی بہت سی منازل باقی ہیں اور اِس پیچ در پیچ معمہ نے یا نتک حکما کو حیران اور سرگردان کر رکھا ہے کہ بعض اُنہیں سے حقائق اشیاء کے منکر ہی ہوگئے (منکرین حقائق کا وہی گروہ ہے جسکو سوفسطائی کہتے ہیں) اور بعض انہیں سے یہ بھی کہ گئے کہ اگرچہ خواص اشیاء ثابت ہیں تاہم دائمی طور پر اُن کا ثبوت نہیں پایا جاتا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے مگر ممکن ہے کہ کسی ارضی یا سماوی تاثیر سے کوئی چشمہ پانی کا اِس خاصیت سے باہر آجائے۔ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے مگر ممکن ہے کہ ایک آگ بعض موجبات اندرونی یا بیرونی سے اِس خاصیت کو ظاہر نہ کر سکے کیونکہ ایسی عجائب باتیں ہمیشہ ظہور میں آتی رہتی ہیں حکما کا یہ بھی قول ہے کہ بعض تاثیرات ارضی یا سماوی ہزاروں بلکہ لاکھوں برسوں کے بعد ظہور میں آتی ہیں جو نادر وقت اور بیخبر لوگوں کو بطور خارق عادت معلوم دیتی ہیں اور کبھی کسی کسی زمانہ میں ایسا کچھ ہوتا رہتا ہے کہ کچھ عجائبات آسمانوں یا زمین میں ظاہر ہوتے ہیں جو بڑے بڑے فیلسوفوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں اور پھر فلسفی لوگ

اُنکے قطعی ثبوت اور مشاہدہ سے خیرہ اور متندم ہوکر کچھ نہ کچھ تکلفات کرکے طبعی ہیئت میں اُنکو گھسیڑ دیتے ہیں تا اُن کے قانونِ قدرت میں کچھ فرق نہ آجائے ایسا ہی یہ لوگ اِدھر کے اُدھر لگا کر اور نئی باتوں کو کسی علمی قاعدہ میں جبراً دھنسا کر گذارہ کر لیتے ہیں جبتک پردار مچھلی نہیں دیکھی گئی تھی تب تک کوئی فلسفی اُسکا قائل نہ تھا اور جبتک منواتر دُم کے کٹنے سے دُم کٹے کتے پیدا نہ ہونے لگیں تب تک اِس خاصیت کا کوئی فلاسفر اقراری نہ ہوا اور جبتک بعض بعض زمینوں میں کسی سخت زلزلہ کی وجہ سے کوئی ایسی آگ نہ نکلی کہ وہ پتھروں کو پگھلا دیتی تھی مگر لکڑی کو جلا نہیں سکتی تھی تب تک فلسفی لوگ ایسی خاصیت کا آگ میں ہونا خلافِ قانونِ قدرت سمجھتے رہے جبتک اسپی ریٹو کا آلہ نہیں نکلا تھا کس فلسفی کو معلوم تھا کہ عمل ٹربنس فیوزن آف بلڈ (یعنی ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں داخل کرنا) قانون قطرت میں داخل ہے۔ بھلا اُس فلاسفر کا نام لینا چاہیئے جو ایلیکٹرک مشین یعنی بجلی کی کل نکلنے سے پہلے اِس بجلی لگانیکے عمل کا قائل تھا ؎

فلسفی را چشمِ حق بین سخت نابینا بود گرچہ بیکن باشد یا بو علی سینا بود

یہ ثابت ہو چکا ہے اور ہمیشہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو لوگ خواہ نخواہ قانونِ قدرت کے پابند کہلاتے ہیں وہ اپنی رائے میں بہت کچے ہوتے ہیں اگر ذی بینش معتبر اور پختہ عقلمند اور اُن کے ہم مرتبہ آدمی کوئی عجیب بات ہنسی کے طور پر بیان کر دیں مثلاً یہ کہدیں کہ ہم ایک پردار آدمی کو بچشم خود دیکھ آئے ہیں یا ایک پتھر میں سے شہد مترشح ہوتا ہم نے دیکھا کیا بلکہ کھایا ہے یا آسمان سے ہم نے پھول برستے دیکھے اور پھولوں میں سے سونا نکلا یا شاید کوئی واقعہ صحیحہ ہی پیش آوے جیسے آجکل کے بعض اخباروں میں شائع کیا گیا ہے کہ یورپ کے ایک ملک میں ایک پتھر تیس من وزنی برسا جس میں ہڈیاں بھی ملی ہیں شاید انکی ہڈیاں ہیں جو چاند کے کرہ میں رہنے

والے ہیں تو فی الفور فلاسفر صاحب کے دل میں ایک دھڑکا سا شروع ہو جائیگا تو یہ دھڑکا اور اضطراب اِس کمبخت کا اس کے نقصان عقل اور فہم پر صریح شہادت دیتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر سرمایہ اس کا ظن ہے کیونکہ کسی قطعی ثبوت میں انسان کبھی تردد نہیں کرسکتا مثلاً اگر کسی زندہ آدمی کو دس بیس آدمی ملکر یہ کہیں کہ تو زندہ نہیں بلکہ مرا ہوا ہے تو اسقدر کیا وہ دس ہزار آدمی کی شہادت سے بھی اپنی زندگی سے شک میں نہیں پڑیگا بلکہ بیشمار اشخاص کا مجمع بھی اپنے حلفی گواہوں سے اُسکو اضطراب میں نہیں ڈالیگا کیونکہ اُسکو اپنی زندگی پر پورا پورا یقین ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ فلسفہ میں جو واقعی دانا ہیں وہ تجارب فلسفیہ پر بہت ہی کم یقین رکھتے ہیں کیونکہ اُن کے معلومات وسیع ہیں اور اُن کو اپنے فلسفہ کی اندرونی حقیقت معلوم ہے ؛

علامہ شارح قانون جو طبیب حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جو یونانیوں میں یہ قصے بہت مشہور ہیں جو بعض عورتوں کو جو اپنے وقت میں عفیفہ اور صالحہ تھیں بغیر صحبت مرد کے حمل ہوکر اولاد ہوئی ہے پھر علامہ موصوف بطور رائے کے لکھتا ہے کہ یہ سب قصے افترا پر محمول نہیں ہوسکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور مہذب قوموں میں ایسے دعاوی ہرگز فروغ نہیں پاسکتے ہیں اور نہ عورتوں کو جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونیکی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں جس سے اور بھی ہنسی کرائیں اور ہمیں اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے کہ خواہ نخواہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں جو مختلف ملکوں اور قوموں اور زمانوں میں مستور الحال گذر چکی ہیں کیونکہ طبی قواعد کے رو سے ایسا ہونا ممکن ہے وجہ یہ کہ بعض عورتیں جو بہت ہی نادر الوجود ہیں باعث غلبۂ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ اُنکی منی دونوں طور قوت فاعلی و انفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے جنبش میں آکر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہوجائے۔ میں کہتا

ہوں کہ ایسے قصّے ہندوؤں میں بھی مشہور ہیں سورج بنسی و چندر بنسی خاندان کی انہیں قصوں پر بنیاد پائی جاتی ہے ؁

غرض یہ خیال ہندوؤں میں بھی پرانا چلا آتا ہے یہاں تک کہ رِگ وید میں لکھا ہے کہ ایک نیکبخت رشی کی لڑکی کو فقط اِندر دیوتا کی ہی توجہ سے حمل ہوگیا تھا اور ایسا ہی شمس و قمر سے بھی شرفا آریہ کی پاک دامن لڑکیوں کو حمل ہوتا رہا ہے اب ان قصوں اور کہانیوں کو جو بکثرت مختلف قوموں میں پائی جاتی ہیں یکمرتبہ مردود اور باطل سمجھ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینا حکیمانہ طریق نہیں ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان قصوں کو اِنکے زوائد سے الگ کر کے دیکھا جائے تو اُنکے نیچے وہی ایک دقیق خاصہ علم طبعی کا چھپا ہوا نظر آتا ہے جسکی طرف علّامہ نے اشارہ کیا ہے اور اِس بات پر ضد نہیں کرنی چاہیئے کہ اگر یہ بات کچھ حقیقت رکھتی ہے تو پھر عام طور پر کیوں وقوع میں نہیں آتی کیونکہ اوّل تو یہ سوانح ایسے نادر الوقوع نہیں ہیں جیسے آجکل کے نئے فلسفی اِنکو خیال کر رہے ہیں بلکہ مختلف قوموں میں اس کے آثار سلسلہ وار چلے آئے ہیں اگرچہ عبرانیوں میں٢ اِسکی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں اور حال کے زمانہ اور اس کے قریب قریب بھی بعض ممالک کی عورتیں حمل دار ہو کر ایسا کچھ بیان کرتی رہی ہیں اب ان سب قصوں کی نسبت گو کسی منکر کی کیسی ہی رائے ہو مگر صرف اُنکے نادر الوقوع ہونیکی وجہ سے وہ سبکی سب رد نہیں کی جاسکتی اور اُن کے ابطال پر کوئی دلیل فلسفی قائم نہیں ہوسکتی بلکہ اکثر یونانی فلسفی (آسمانوں کے ماننے والے) اور انہیں میں سے افلاطون اور ارسطو بھی اس بات پر متفق ہیں کہ حادث چیزوں کی مبادی آسمانوں کی حرکتیں اور انکے مختلف دورے ہیں اسی جہت سے علوی اور سفلی چیزوں کے حکم اور حال مختلف ہوتے ہیں اور اسی بنا پر انکے مذہب کے رو سے ممکن ہے کہ ایک دَور میں ایسی عجائب چیزیں یا عجائب شکلوں کے جانور پیدا ہوں کہ نہ تو دَورِ سابق میں اور نہ دَور

٢ تو صرف حضرت مسیح اس طرز کی پیدائش میں بیان کیے گئے ہیں لیکن یونانیوں اور آریوں کی کتابوں میں

لاحق میں اُن کی نظیر پائی جائے غرض نادر الظہور اشیاء کا سلسلہ اس وضع عالم کو لازمی پڑا ہوا ہے۔ اور علاّمہ موصوف نے اس مقام میں ایک تقریر بہت عمدہ لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ سب انسان ایک نوع میں ہونیکی وجہ سے باہم متناسب الطبع واقع ہیں مگر پھر بھی اُن میں سے بعض کو نادر طور پر کبھی کبھی کسی کسی زمانہ میں خاص خاص طاقتیں یا کسی اعلیٰ درجہ کی قوتیں عطا ہوتی ہیں جو عام طور پر دوسروں میں نہیں پائی جاتیں جیسے مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے حال کے زمانہ میں تین سو برس سے زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خارق عادت ہے اور بعض کی قوّت حافظہ یا قوّت نظر ایسے کمال درجہ کو پہنچی ہے جو اُسکی نظیر نہیں پائی گئی اور اس قسم کے لوگ بہت نادر الوجود ہوتے ہیں جو صدہا یا ہزاروں برسوں کے بعد کوئی فرد ان میں ظہور میں آتا ہے اور چونکہ عوام الناس کی نظر اکثر امور کثیر الوقوع اور متواتر الظہور پر ہوا کرتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی نگاہ میں جو باتیں کثیر الوقوع اور متواتر الظہور ہوں وہ بطور قاعدہ یا قانون قدرت کے مانی جاتی ہیں اور اُنہی کی سچائی پر اُنہیں اعتماد ہوتا ہے اس لئے دوسرے امور جو نادر الوقوع ہوتے ہیں وہ بمقابل امور کثیر الوقوع کے نہایت مضمحل اور مشتبہ بلکہ باطل کے رنگ میں دکھائی دیتے ہیں اسی وجہ سے عوام کیا بلکہ خواص کو بھی اُن کے وجود میں شکوک اور شبہات پیدا ہو جاتے ہیں سو بڑی غلطی جو حکماء کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو اُنکو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے اور جو کچھ اُن کے آثار چلے آتے ہیں اُن کو صرف قصے اور کہانیاں خیال کرکے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہیں حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں اس کی نظیریں بہت ہیں جنکا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقراط نے اپنی ایک

طبی کتاب میں چند چشمدید بیماروں کا بھی حال لکھا ہے جو قواعد طبی اور تجربۂ اطباء کے رو سے وہ ہرگز قابل علاج نہیں تھے مگر اُن بیماروں نے عجیب طور پر شفا پائی جس کی نسبت اُنکا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔ اسجگہ ہم اسقدر اور لکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بات صرف نوع انسان میں محدود نہیں کہ کثیر الوقوع اور نادر الوقوع خواص کا اُس میں سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کرکے دیکھیں تو یہ دوہرا سلسلہ ہریک نوع میں پایا جاتا ہے مثلاً نباتات میں سے آک کے درخت کو دیکھو کیسا تلخ اور زہرناک ہوتی ہے مگر کبھی مدتوں اور برسوں کے بعد ایک قسم کی نبات اس میں پیدا ہوجاتی ہے جو نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بیشک وہ اِس نبات کو ایک امر طبعی کے نقیض سمجھیگا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور میں آجاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڈھ میں ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا جب اُس کا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڈھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب اُنکے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اُس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا تب ایک شاعر نے اُسپر ایک شعر بھی بنایا اور وہ یہ ہے شعر

مظفر گڈھ جہاں ہے میکالف صاحب عالی ✥ یہانتک فضل باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے

اسکے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے اُن میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی

پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی ایسا ہی بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ کبھی ریشم کے کیڑے کی مادہ بے نر کے انڈے دیتی ہیں اور اُن میں سے بچے نکلتے ہیں بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جسکا آدھا دھڑ تو مٹی تھی اور آدھا چوہا بن گیا حکیم فاضل قرشی یا شائد علامہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک بیمار ہم نے دیکھا جس کا کان ماؤف ہو کر بہرہ ہو گیا تھا پھر کان کے نیچے ایک ناسور سا پیدا ہو گیا جو آخر وہ سوراخ سے ہو گئے اُس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سُن لیتا تھا گویا خدا نے اُسکے لئے دوسرا کان عطا کیا اِن دونوں طبیبوں میں سے اور غالباً قرشی نے خود اپنی اڈی میں سوراخ ہو کر اور پھر اُس راہ سے مدت تک براز یعنی پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے جالینوس سے سوال کیا گیا کہ انسان آنکھوں کی راہ سے سُن سکتا تھا اس نے جواب دیا کہ ہنوز تجربہ شہادت نہیں دیتا۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی مشارکت کانوں اور آنکھوں کی مخفی ہو جو کسی ہاتھ کے عمل سے یا کسی سماوی موجب سے ظہور پذیر ہو کر اس خاصیت کے ظہور کا موجب ہو جائے کیونکہ ابھی علم استدراک خواص مختتم نہیں ڈاکٹر برنی اُس نے اپنے سفرنامہ کشمیر میں پیر پنجال کی چڑھائی کی تقریب بیان پر بطور ایک عجیب حکایت کے لکھا ہے جو ترجمہ کتاب مذکور کے صفحہ ۸۰ میں درج ہے کہ ایک جگہ پتھروں کے ہلانے جلانے سے ہم کو ایک بڑا سیاہ بچھو نظر پڑا جسکو ایک نوجوان مغل نے جو میری جان پہچان والوں میں سے تھا اُٹھا کر اپنی مُٹھی میں دبا لیا اور پھر میرے نوکر کے اور میرے ہاتھ میں دیدیا مگر اُس نے ہم میں سے کسی کو بھی نہ کاٹا اُس نوجوان سوار نے اُس کا باعث یہ بیان کیا کہ مینے اسپر قرآن کی ایک آیت پڑھکر پھونک دی ہے اور اسی عمل سے اکثر بچھوؤں کو پکڑ لیتا ہوں۔ اور صاحب کتاب فتوحات وفصوص جو ایک بڑا بھارا نامی فاضل اور علوم فلسفہ وتصوّف میں بڑا ماہر ہے وہ اپنی کتاب فتوحات میں لکھتا ہے کہ ہمارے مکان پر ایک فلسفی اور کسی دوسرے کی خاصیت احراق آگ میں کچھ

بحث ہو کر اُس دوسرے شخص نے یہ عجیب بات دکھلائی کہ فلسفی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کوئلوں کی آگ میں جو ہمارے سامنے مجمر میں پڑی ہوئی تھی ڈالدیا اور کچھ عرصہ اپنا اور فلسفی کا ہاتھ آگ پر رہنے دیا مگر آگ نے اُن دونوں ہاتھوں میں سے کسی پر ایک ذرا بھی اثر نہ کیا اور راقم اِس رسالہ نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ سخت گرمی کے موسم میں یہ آیت قرآنی پڑھ کر وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ زنبور کو پکڑ لیتا تھا اور اُس کی نیش زنی سے بکلی محفوظ رہتا تھا اور خود اس راقم کے تجربہ میں بعض تاثیرات عجیبہ آیت قرآنی کی آچکی ہیں جنسے عجائبات قدرت حضرت باری جلشانہ معلوم ہوتے ہیں۔ غرض یہ عجائب خانہ دنیا کا اشیاء عجائبات سے بھرا ہوا ہے جو دانا اور شریف حکیم گذری ہیں انہوں نے اپنے چند محدود[۵] تجربہ کا نام خدائے تعالیٰ کا قانون قدرت رکھیں مگر اُن کے مقلد بباعث اپنی خامی اور ناتمامی کے سخت درجہ پر قانون قدرت کے قائل بلکہ غلام پائے جاتے ہیں سو یہ اُسی مثل کا مصداق ہے کہ در پدر شیرینی بسیار است لیکن پسر گرمی دار است۔ بالخصوص اِس زمانہ کے نوآموز لڑکوں میں قانون قدرت کا خیال ابھی حد سے بڑھ گیا ہے اکثر ناقص اور آوارہ طبع اور ملحدانہ طبیعت کے آدمی اُن کم فہم لڑکوں کو بگاڑتے جاتے ہیں جن کی نادانی اور سادہ لوحی رحم کے لائق ہے یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر خواص قدرتیہ کا خاتمہ ہوچکا ہے تو اُس کا یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہیئے کہ آئندہ خواص جدیدہ ظہور میں نہ آدیں اور اگر ابھی خاتمہ نہیں ہوا اور نئے انکشافات اور تازہ معلومات کے کھلنے کی امید ہے تو پھر کیوں ایک نئی بات کو سنتے ہی بکری کی طرح انکار میں گردن ہلادیں خدا نے اُن کو یہ سمجھ نہیں دی کہ عجائبات الٰہی کا میدان جو رنگارنگ اور بے انتہا چشموں اور کھولوں اور آبشاروں سے آبپاشی پاوے نفس ناطقہ انسان کے لئے پُر ہے وہ کیونکر تجارب محدودہ کی ظرف تنگ میں سما سکتا ہے اور اگر ایسا فرض بھی کر لیا جائے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرتیں اُسی حد تک ختم اور خرچ ہوچکی ہیں جو ہمیں معلوم ہے تو پھر اس سے کیونکر خدائے تعالیٰ کا اپنی ذات اور اپنی قدرتوں اور اپنی حکمتوں میں بے انتہا ہونا قائم رہ سکتا

[۵] محدود معلومات اور تجربات انسانی ہیں ان کو اور ۱۵۰ سے قانون قدرت کا نام دیا گیا
اور اس کا نتیجہ ہے کہ سنت الہی کو
صد ۳۵
کوہلوں

ہے اُس کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو سمجھنے کے لئے یہی تو ایک راہ ہے کہ ایک ذرّہ کے موافق بھی اگر کوئی چیز ہو تو اُس پر اگر تمام انسانی عقلیں قیامت تک غور کریں تو اُس کے عجائبات کی تہ تک نہیں پہنچ سکتیں کیا جس نے یہ پُر بہار آسمان جو مہر و ماہ اور ستاروں کے چراغوں سے سج رہا ہے اور یہ رشک گلزار زمین جو رنگارنگ مخلوقات سے آباد ہو رہی ہے بغیر ایک ذرّہ مشقت اُٹھانے کے صرف اپنے ارادہ سے پیدا کر دیا اُس کی قدرتوں کا کوئی انتہا پا سکتا ہے اور یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ جبتک علوم و خواص جدیدۃ الظہور کی اس عالم بے ثبات کے ساتھ دُم لگی ہوئی ہے تب تک کوئی دانا اپنے معلومات محدودہ معدودہ کو قانون قدرت کے نام سے موسوم نہیں کر سکتا اور خود ہمیں اپنی اِس غیر مستقل اور رادبا شانہ عادت سے شرمندہ ہونا چاہیئے کہ اوّل ہم کسی بات کے عدم امکان پر ایسا سخت اصرار کریں۔ کہ گویا خدائے تعالیٰ کو اُس کی خدائی کے کاموں سے ہی جواب دیدیں اور پھر اُسی بات کا وقوع اور ظہور اور ثبوت دیکھ کر اُسی مُنہ سے یہ کہنا شروع کر دیں کہ ہاں یہ قانون قدرت میں ہی داخل ہے ایسے لوگ جن میں فطرتی طور پر مادّہ حیا کا کم پایا جاتا ہے وہ اگر یہ سیرت اختیار رکھیں تو انہیں کچھ مضائقہ نہیں لیکن اگر ایک باعزت اور با تہذیب بامرتبت جنٹلمین یہ طریقہ تنزل اختیار کرے جو اُسے بیسیوں مرتبہ سخت انکاروں کے بعد اقرار کرنا پڑے تو البتہ یہ افسوس کا مقام ہے بعض کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے مجربات و مشاہدات کا اعتبار نہ کریں تو پھر سب علوم ضائع ہو جائینگے مگر میں اسکے جواب میں بجز اس دُعا کے کہ اے خدا قادر مطلق ان کو حقیقت شناسی کی سمجھ بخش اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ کیا خواص جدیدہ کے پیدا ہونے سے پہلے علوم ضائع ہو جایا کرتے ہیں مثلاً آگ با لخاصیّت محرق ہے جس کی اس خاصیّت کو بارہا ہم تم آزما چکے ہیں بلکہ یہ خاصیّت ہمارے مجربات و مشاہدات متواترہ میں سے ہے مگر باینہمہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسی دوا یا روغن پیدا ہو کہ جب وہ کسی عضو یا کسی اور چیز پر لگایا جاوے تو آگ اپنی خاصیّت

صفحہ ۵۷

احراق اسپر ظاہر نہ کر سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود آگ میں ہی باذنہٖ تعالیٰ کسی اندرونی یا بیرونی حوادث سے یہ صورت پیدا ہو جائے ایسا ہی یہ بھی ممکنات میں سے ہے کہ کوئی اس قسم کی آگ زمین سے یا آسمان سے پیدا ہو جو اپنے خواص میں اس آگ سے اختلاف رکھتی ہو جیسے نار حجاز جس کے نکلنے کی خبر چھ سو باون ۶۵۲ برس پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی جو صحیح بخاری اور مسلم میں پانسو برس پہلے ظہور سے مندرج اور شائع ہو چکی تھی۔ غرض صدہا ایسی صورتیں تاثیرات ارضی یا سماوی اور موجبات اندرونی یا بیرونی سے ظہور میں آسکتی ہیں کہ جو ایک چیز کی خاصیت موجودہ مجربہ میں خلل انداز ہو سکیں اور علوم جدیدہ کا دروازہ جو نہایت وسیع اور غیر متناہی طور پر کھلا ہوا ہے وہ اسی بنا پر تو ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم بے سمجھے سوچے میری بات کو اپنی رائے کی بنیاد قرار دو بلکہ میں کہتا ہوں کہ تم خوب جانچو اور پرکھو اور کھوٹے کھرے میں تمیز کرو اور جو کچھ زمانہ تمہیں دکھلا رہا ہے اُسے اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھو پھر اگر یہی رائے غالب اور فائق نظر آئے (تو اے ہمارے ملک کے نوجوانو!) اُسے قبول کرو ؎

۵۵ نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

میری رائے میں فلسفیوں سے بڑھ کر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب نہ ہو گی خدا میں اور بندہ میں وہ چیز جو بہت جلد جدائی ڈالتی ہے وہ شوخی اور خود بینی اور متکبری ہے سو وہ اس قوم کے اصول کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے کہ گویا انہیں کے حصہ میں آگئی ہے یہ لوگ خدائے تعالیٰ کی قدرتوں پر حاکمانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور جس کے مُنہ سے اس کے برخلاف کچھ سُنتے ہیں اُسکو نہایت تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور افسوس کا مقام ہے کہ نوخیزوں کے عام خیالات اسی طرف بڑھتے جاتے ہیں یہ کسی قوی دلیل کا اثر نہیں بلکہ ہمارے ملک کے لوگوں میں بھیڑیا چال چلنے کا بہت سا مادہ موجود ہے جس سے تعلیم یافتہ جماعت بھی مستثنےٰ نہیں سو اس فطرت اور عادت کے جو لوگ

ہیں وہ لوگ بڑی ڈھاڑھی والے کو گڑھے میں پڑا ہوا دیکھ کر اس ہیں کود پڑتے ہیں داڑھی
اور اِس سے بڑھکر اُن کے ہاتھ میں اور کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ یہ فلاں عقلمند کا
قول ہے غرض زہرناک ہوا کے چلنے سے کمزور لوگ بہت جلد ہلاک ہوتے ہیں
لیکن ایک روشن دل آدمی جس کی فطرت میں خدائے تعالیٰ نے وسعتِ علمی کی استعداد
رکھی ہوئی ہے وہ ایسے خیالات کو کہ خدائے تعالیٰ کے اسرار پر احاطہ کرنا کسی انسان کا
کام ہے بغایت درجہ عقل و ایمان سے دُور سمجھتا ہے واقعی جتنا انسان عجائباتِ
غیر متناہیہ حضرت باری جلشانہٗ پر اطلاع پاتا ہے اُتنا ہی غرور اور گھمنڈ اُس کا ٹوٹ
جاتا ہے اور نئے طالب علموں کی شوخیاں اور بے راہیاں اُسکے دل و دماغ سے
جاتی رہتی ہیں اور مُدّت دراز تک ٹھوکریں کھانے کی وجہ سے ابتدائی حالت کے
تہ و بالا ہوئے ہوئے خیالات کچھ کچھ رو براہ ہوتے جاتے ہیں جیسے ایک بڑی فلاسفر
کا قول ہے کہ مَیں نے علم اور تجربہ* نہیں سچ ہے دریائے غیر متناہی علم و قدرت باری
جلشانہٗ کے آگے ذرّہ ناچیز انسان کیا حقیقت ہے کہ دم مارے اور اُس کا علم
اور تجربہ کیا شئے ہے تا اُسپر ناز کرے سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا کیا عمدہ
اور صاف اور پاک اور خدائے تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کے موافق یہ عقیدہ ہے صہ ۵٦
کہ جو کچھ اُس سے ہونا ثابت ہے وہ قبول کیا جائے اور جو کچھ آیندہ ثابت ہو اُس کے
قبول کرنے کے لئے آمادہ رہیں اور بجز امور منافی صفات کمالیہ حضرت باری عزّ اسمہٗ سب
کاموں پر اُسکو قادر سمجھا جائے اور امکانی طور پر سب ممکنات قدرت پر ایمان لایا جائے
یہی طریق اہلِ حق ہے جس سے خدائے تعالیٰ کی عظمت و کبریائی قبول کی جاتی ہے
اور ایمانی صورت بھی محفوظ رہتی ہے جسپر ثواب پانے کا تمام مدار ہے نہ یہ کہ چند محدود
باتیں اُس غیر محدود کے گلے کا ہار بنائی جائیں اور یہ خیال کیا جائے کہ گویا اُس نے
اپنے ازلی ابدی زمانہ میں ہمیشہ اسیقدر قدرتوں میں اپنی جمیع طاقتوں کو محدود
کر رکھا ہے یا اسی حد پر کسی قاسر سے مجبور ہو رہا ہے اگر خدائے تعالیٰ ایسا ہی

* میں ترقیات لکھی ہیں یا اتنا کہہ کر آدمی علم اور تجربہ پہ ناز کرے ... مجھ میں کچھ علم اور تجربہ

محدود القدرت ہوتا تو اُس کے بندوں کے لئے بڑے ماتم اور مصیبت کی جگہ تھی وہ عظیم الشان قدرتوں والا اپنی ذات و صفات میں لا یدرک ولا انتہا ہے کون جانتا ہے کہ اُس نے پہلے کیا کیا کام کیا اور آیندہ کیا کیا کریگا تعالی اللہ علوًا کبیرا۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی بھی گمراہی نہیں کہ انسان اپنی عقل کے پیمانہ سے باری عز اسمہ کے ملک کو ناپنا چاہے یہ بیانات بہت صاف ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی دقّت نہیں لیکن بڑی مشکل کی یہ بات ہے کہ دنیا پرست آدمی جس کی نظر دنیا کی مدح و ذم پر لگی ہوئی ہے وہ جب ایک رائے اپنی قائم کرکے مشہور کر دیتا ہے تو پھر اُس رائے کا چھوڑنا (خواہ کیسی ہی جو ہات بیّنہ مخالف رائے نکل آویں) اُسپر بہت مشکل ہو جاتا ہے اور پھر جب ایسی غلط خیالات میں چند نامی عُقلا مبتلا ہو جائیں تو ادنیٰ استعداد کے آدمی اُن خیالات کی تقلید کرنا اور بے سوچے سمجھے اسپر قدم مارنا اپنی عقلمندی ثابت کرنیکے لئے ایک ذریعہ سمجھ لیتے ہیں فلسفی تقلید ہمیشہ اسی طرح پھیلتی رہی ہے کم استعداد لوگ جو بچوں کی سی کمزوری رکھتے ہیں وہ بڑے بابا کا مُنہ دیکھکر وہی باتیں کہنے لگتے ہیں جو اُس بزرگ کے مُنہ سے نکلیں گو وہ واقعی ہوں یا غیر واقعی اور صحیح ہوں یا غیر صحیح اُن کو اپنی سمجھ تو ہوتی ہی نہیں ناچار وہ کسی نامی صیّاد کے دام میں پھنس جاتے ہیں واقعی جتنا انسان تقلید سے نفرت کرکے بھاگتا ہے اُتنا ہی تقلید میں بار بار پڑتا ہے ؛

صفحہ ۵۷ اسجگہ اس بات کا جواب دینا بھی مناسب ہے کہ اگر سب امور قوانین ازلیّہ و ابدیّہ میں داخل ہیں یعنی پہلے ہی سے بندھے ہوئے چلے آتے ہیں تو پھر معجزات کیا شئے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ بیشک یہ تو سچ ہے کہ قوانین ازلیّہ و ابدیّہ سے یا یوں کہو کہ خدائے تعالیٰ کے ازلی ارادہ اور اُس کے قضا و قدر سے کوئی چیز باہر نہیں گو ہم اس پر اطلاع پاویں یا نہ پاویں جفّ القلم بما ھو کائن

مگر اُسی عادت الٰہیہ نے جو دوسرے لفظوں میں قانون قدرت سے موسوم ہو سکتی ہے بعض چیزوں کے ظہور کو بعض کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے پس جو امور ازلی ابدی ارادہ نے مقدسوں کی دعاؤں اور اُن کی برکات انفاس اور اُن کی توجہ اور اُنکی عقد ہمت اور اُن کے اقبال ایام سے وابستہ کر رکھے ہیں اور اُنکے تضرعات اور ابتہالات پر مترتب کیجاتی ہیں وہ امور جب اُنہیں شرائط اور اُنہیں وسائل سے ظہور میں آتے ہیں تب اُن امور کو اُس خاص حالت میں معجزہ یا کرامت یا نشان یا خارق عادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسجگہ خارق عادت کے لفظ سے اِس شبہ میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ وہ کونسا امر ہے جو عادت الٰہیہ سے باہر ہے کیونکہ اِس محل میں خارق عادت کے قول سے ایک مفہوم اضافی مراد ہے یعنی یوں تو عادات ازلیہ و ابدیہ خدائے کریم جلشانہٗ سے کوئی چیز باہر نہیں مگر اُس کی عادات جو بنی آدم سے تعلق رکھتی ہیں دو طور کی ہیں۔ایک عادات عامہ جو روپوش اسباب ہو کر سب پر مؤثر ہوتی ہیں دوسری عادات خاصہ جو بتوسط اسباب خاص اُن لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں جو اُسکی محبت اور رضا میں کھوئے جاتے ہیں یعنی جب انسان بکلی خدائے تعالیٰ کی طرف انقطاع کر کے اپنی عادات بشریہ کو استرضائے حق کیلئے تبدیل کر دیتا ہے۔تو خدائے تعالیٰ اُسکی اُس حالت مبدلہ کے موافق اُسکے ساتھ ایک خاص معاملہ کرتا ہے جو دوسروں سے نہیں کرتا یہ خاص معاملہ نسبتی طور پر گویا خارق عادت ہے جسکی حقیقت اُنہیں پر کھلتی ہے جو عنایت الٰہی سے اُس طرف کھینچے جاتے ہیں۔جب انسان اپنی بشری عادتوں کو جو اُس میں اور اُس کے رب میں حائل ہیں بشوق توصّل الٰہی میں توڑتا ہے تو خدائے تعالیٰ بھی اپنی عام عادتوں کو اُس کے لئے توڑ دیتا ہے یہ توڑنا بھی عادات ازلیہ میں سے ہے کوئی امر مستحدث نہیں ہے جو مورد اعتراض ہو سکے گویا قدیم قانون حضرت احدیت جلشانہٗ اسی طور پر چلا آتا ہے کہ جیسی جیسے انسان کا بھروسہ خدائے تعالیٰ پر بڑھتا ہے ایسا ہی اُس طرف سے الوہیت کی قدرتوں کے چمکار اور اُس کی کرنیں زیادہ سے زیادہ اُسپر پڑتی ہیں اور جیسے جیسے اس طرف سے

ایک پاک اور کامل تعلق ہو جاتا ہے ایسا ہی اُس طرف سے بھی کامل اور طیب برکتیں ظاہر و باطن پر اُترتی ہیں اور جیسی جیسی محبت الٰہی کی موجیں عاشق صادق کے دل سے اُٹھتی ہیں ایسا ہی اُس طرف سے بھی ایک نہایت صاف اور شفاف دریا محبت کا زور شور سے چھوٹتا ہے اور دائرہ کی طرح اُسکو اپنے اندر گھیر لیتا ہے اور لپنے الٰہی زور سے کھینچ کر کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے اور جیسا یہ امر صاف صاف ہے ویسا ہی ہمارے نیچر کے مطابق بھی ہے ہم تم بھی جیسے جیسے دوستی اور محبت اور اخلاص میں بڑھتے ہیں تو اُس دو طرفہ صفائی محبت کی یہی نشانی ہوا کرتی ہے کہ دونو طرف سے آثار خلوص و اتحاد و یگانگت کے ظاہر ہوں نہ صرف ایک طرف سے سو ہر یک دوست اپنے دوست کے ساتھ عوام الناس کی نسبت معاملہ خارق عادت رکھتا ہے جب انسان اپنی پہلی زندگی کی نسبت ایک ایسی نئی زندگی حاصل کرتا ہے جسکو نسبتی طور پر خارق عادت کہ سکتے ہیں تو اُسی دم وہی قدیم خدا اپنی تجلیات نادرہ کے رو سے ایک نیا خدا اُسکے لئے ہو جاتا ہے اور وہ عادتیں اُس کے ساتھ ظہور میں لاتا ہے جو پہلی زندگی کی حالت میں کبھی خیال میں بھی نہیں آئی تھیں۔ خوارق کی کل جس سے عجائبات قدرتیہ حرکت میں آتی ہیں انسان کی تبدیل یافتہ روح ہے اور وہ سچی تبدیلی یہانتک آثار نمایاں دکھاتی ہے کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شور محبت دل پر استیلا پکڑتا ہے اور عشق الٰہی کے پُر زور جذبات اور صدق اور یقین کی سخت کششیں ایسے مقام پر انسان کو پہنچا دیتی ہیں کہ اس عجیب حالت میں اگر وہ آگ میں ڈالا جائے تو آگ اُسپر کچھ اثر نہیں کر سکتی اگر وہ شیروں اور بھیڑیوں اور بچھوؤں کے آگے پھینک دیا جائے تو وہ اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اُسوقت صدق اور عشق کے کامل اور قوی تجلیات سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھ اور ہو جاتا ہے اور جس طرح لوہے کے ظاہر و باطن پر آگ مستولی ہو کر اُسکو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اسی طرح یہ بھی آتش محبت الٰہی کے ایک سخت استیلا سے کچھ کچھ اُس طاقت عظمیٰ کے خواص ظاہر کرنے لگتا ہے جو اُسپر محیط ہو گئی ہے سو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ عبودیت پر صفحہ ۵۵

ربوبیت کا کامل اثر پڑنے سے اُس سے ایسے خوارق ظاہر ہوں بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ایسے اثر کے بعد بھی عبودیت کی معمولی حالت میں کچھ فرق پیدا نہ ہو کیونکہ اگر لوہا آگ میں تپانے سے کسیقدر خاصہ آگ کا ظاہر کرنے لگے تو یہ امر سراسر مطابق قانون قدرت ہے لیکن اگر سخت تپانے کے بعد بھی اُسی پہلی حالت پر رہے اور کوئی خاصیت جدید اُس میں پیدا نہ ہو تو یہ عند العقل صریح باطل ہے سو فلاسفی تجارب بھی اُن خوارق کے ضروری ہونے پر شہادت دے رہے ہیں یہ افسانہ نہیں اسپر عارفانہ روح لیکر غور کرو۔ کیا بدنصیب وہ شخص ہے جو اسکو افسانہ سمجھے اور غور نہ کرے اِستحالت خارقہ کو عارف کا دل جو مبدّل ہے خوب شناخت کرتا ہے دنیا اِس حالت سے غافل ہے اور انکار کرتی ہے پر وہ جو اِس مرتبہ تک پہنچا ہے وہ اِس یقینی صداقت کے تصوّر سے سرور میں ہے۔ یہ تجلّیات الٰہیہ کا ایک دقیق بھید ہے اور اعلیٰ درجہ کا راز معرفت ہے اور انسانی روح کے تعلقات جو درپردہ اپنے ربّ کریم سے نہایت نازک اور لایدرک طور پر واقع ہیں وہ اسی نقطہ پر آکر کھلتے ہیں اور اسی نقطہ پر ایک طرفۃ العین کے لئے بندہ کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اُسکی آنکھیں خدا کی آنکھیں اور اُس کی زبان خدا کی زبان کہلاتی ہے اور ربوبیّت کی چادر ذرّۂ عبودیت پر پڑکر اُسکو اپنے انوار میں متواری اور اپنی پُر زور موجوں کے نیچے گم کردیتی ہے۔ فلسفیوں کی پُرغرور روحیں اس انتہائی مرتبہ کے دریافت کرنے سے بے نصیب گئیں اور خدائے عزّوجل نے دل کے غریب اور سادہ لوگوں کو یہ حالتیں دکھادیں اور اُن پر وارد کردیں وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

اب خلاصۂ کلام یہ کہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں بہت سی عجائب رحمتیں اور بہت سی نادر وفاداریاں ہیں مگر کُھلے کُھلے طور پر انہیں پر ظاہر ہوتی ہیں کہ جو لوگ اُسی کے ہوجاتے ہیں اور اُسی کے ہو رہتے ہیں اور اُس ایک کے پانے کے لئے بہتوں کی جدائی اختیار کرتے ہیں خاک میں گرتے ہیں تا وہ پکڑے۔ نام و ننگ سب کھودیتے ہیں تا وہ راضی ہوجائے۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا

وادخلنا فی عبادک المخلصین آمین ؛

جنس نام و ننگ و عزت را ز دو کاں ریختیم ۔ یار آمیزد مگر با ما بہ خاک آمیختیم
دل بداویم از کف و جان در رہے انداختیم ۔ از پے وصل نگارے حیلہ ہا انگیختیم

اب ہم وہ مباحثہ مذہبی جو مابین ہمارے اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر کے بالمواجہ وقوع میں آیا ذیل میں درج کرتے ہیں ؛

وہ یہ ہے

اعتراض از طرف لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر

مَیں نے اِسوقت چھ سوال پوچھنے ہیں جن میں سے پہلا یہ ہے۔ کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی معجزے دکھلاتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دونوں آستینوں سے نکال دیا۔ سو یہ امر قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ ایک شئے ہزاروں میل لمبی چوڑی یا ہزاروں میل قطر والی چھ انچ یا ایک فٹ کے سوراخ سے نکل جاوے اور چاند جو ہماری گردش زمین کے گرد کرتا ہے وہ اپنی گردش کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر ہو جائے جس سے انتظام عالم میں ہی فرق آجائے اور پھر علاوہ اِس کے سوائے دو چار شخصوں کے کوئی نہ دیکھے کیونکہ کسی ملک میں مثلاً ہندوستان۔ چین۔ برہما۔ وغیرہ کی تاریخوں میں اُس کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں بالکل بناوٹی ہیں۔ اگر اصلی ہیں تو اُنکا کیا ثبوت ہے ؟

مُرلیدھر

جواب از مؤلف رسالہ ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماسٹر صاحب نے جو معجزہ شق القمر پر اعتراض کیا ہے کہ شق قمر ہونا خلاف عقل

صفحہ ۶۱ اور دوسرے یہ کہ آستین میں سے چاند کا دو ٹکڑے ہو کر نکل جانا صریح عقل کے ص۶۱
برخلاف ہے اس کے جواب میں واضح ہو کہ یہ اعتراض کہ کیونکر چاند دو ٹکڑے ہو کر آستین
میں سے نکل گیا تھا یہ سراسر بے بنیاد اور باطل ہے کیونکہ ہم لوگوں کا ہرگز یہ اعتقاد
نہیں ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین میں سے نکلا
تھا اور نہ یہ ذکر قرآن شریف میں یا حدیث صحیح میں ہے اور اگر کسی جگہ قرآن یا حدیث میں ایسا
ذکر آیا ہے تو وہ پیش کرنا چاہیئے یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کوئی آریہ صاحبوں پر یہ اعتراض
کرے کہ آپ کے ہاں لکھا ہے کہ مہادیو جی کی لٹوں سے گنگا نکلی ہے پس جس اعتراض
کی ہمارے قرآن یا حدیث میں کچھ بھی اصلیت نہیں اُس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو
بس یہی کہ ماسٹر صاحب کو اصول اور کتب معتبرہ اسلام سے کچھ بھی واقفیت نہیں
بھلا اگر یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا کسی اصل صحیح پر مبنی ہے تو لازم ہے کہ ماسٹر صاحب
اسی جلسہ میں وہ آیت قرآن شریف پیش کریں جس میں ایسا مضمون درج ہے یا اگر
آیت قرآنی نہ ہو تو کوئی حدیث صحیح ہی پیش کریں جس میں ایسا کچھ بیان کیا گیا ہو اور اگر
بیان نہ کر سکیں تو ماسٹر صاحب کو ایسا اعتراض کرنے سے نادم ہونا چاہیئے کیونکہ
منصب بحث ایسے شخص کے لئے زیبا ہے جو فریق ثانی کے مذہب سے کچھ واقفیت
رکھتا ہو باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف عقل ہے جس سے انتظام
ملکی میں خلل پڑتا ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے کیونکہ
خدائے تعالیٰ جلشانہٗ جو کام صرف قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ
کی ہی وجہ سے ہوتا ہے نہ قدرت ناقصہ کی وجہ سے یعنی جس ذات قادر مطلق کو یہ اختیار
اور قدرت حاصل ہے کہ چاند کو دو ٹکڑے کر سکے اُسکو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے کہ
ایسے پُر حکمت طور سے یہ فعل ظہور میں لاوے کہ اُس کے انتظام میں بھی کوئی خلل عائد
صفحہ ۶۲ نہ ہو اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے اور اگر وہ قادر مطلق نہ ہوتا ص۶۲
تو اُسکا دنیا میں کوئی کام نہ چل سکتا ہاں یہ شناعت عقلی آریوں کے اکثر عقائد میں جا بجا

پائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو اُن کے اعتقادات سراسر خلافِ عقل معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف خلاف قدرت و عظمت الٰہی بھی جیسے روحوں اور اجزائے اصغار عالم کا غیر مخلوق اور قدیم اور انادی ہونا اصول آریہ سماج کا ہے اور یہ اصول صریح خلافِ عقل ہے اگر ایسا ہو تو پرمیشر کی طرح ہر ایک چیز واجب الوجود ٹھہر جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں رہتی بلکہ کار و بار دین کا سب کا سب ابتر اور خلل پذیر ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ہم سب کے سب خدا تعالیٰ کی طرح غیر مخلوق اور انادی ہی ہیں تو پھر خدائے تعالیٰ کا ہم پر کونسا حق ہے اور کیوں وہ ہم سے اپنی عبادت اور پرستش اور شکر گذاری چاہتا ہے اور کیوں گناہ کرنے سے ہم کو سزا دینے کو تیار ہوتا ہے اور جس حالت میں ہماری روحانی بینائی اور روحانی تمام قوتیں خود بخود قدیم سے ہیں تو پھر ہم کو فانی قوتوں کے پیدا ہونے کے لئے کیوں پرمیشر کی حاجت ٹھہری۔ غرض خلاف عقل بات اگر تلاش کرنی ہو تو اس سے بڑھکر اور کوئی بات نہیں جو خدائے تعالیٰ کو اوّل اپنا خدا کہکر پھر اُسکو خدائی کے کاموں سے الگ رکھا جائے لیکن جو کام خدائے تعالیٰ کا صرف قدرت سے متعلق ہے اُس پر وہ شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ اوّل خدائے تعالیٰ کی تمام قدرتوں پر اُس نے احاطہ کر لیا ہو اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ مسئلہ شق القمر ایک تاریخی واقعہ ہے جو قرآن شریف میں درج ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو آیت آیت اسکی بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں اور منکروں کو سنائی جاتی تھی اور اُسی کی تبلیغ ہوتی تھی اور صدہا اُسکے حافظ تھے مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز میں اسکو پڑھتے تھے پس جس حالت میں صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا جادو ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا اٰیۃ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر تو اِس صورت میں اُس وقت کے منکرین پر لازم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ ص۱۲۳

آپ نے کب اور کسوقت چاند کو دو ٹکڑے کیا اور کب اُسکو ہم نے دیکھا لیکن جس حالت میں بعد مشہور اور شائع ہونے اِس آیت کے سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا توصاف ظاہر ہے کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو اُن کو چون وچرا کرنیکی گنجائش نہ رہی غرض یہ بات بہت صاف اور ایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جھوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفوں کی گواہی کے لکھ نہیں سکتے تھے اور اگر کچھ جھوٹ لکھتے تو اُن کے مخالف ہمعصر اور ہم شہر اُس زمانہ کے اُسے کب پیش جانے دیتے تھے علاوہ اسکے سوچنا چاہیئے کہ وہ مسلمان لوگ جن کو یہ آیت سُنائی گئی اور سُنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزاروں آدمی تھے اور ہر یک شخص اپنے دل سے یہ محکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یا مرشد یا پیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اور افترا ظہور میں آوے تو سارا اعتقاد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر میں بُرا معلوم ہونے لگتا ہے اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھا اور افترا محض تھا تو چاہیئے تھا کہ ہزارہا مسلمان جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے ایسے کذب صریح کو دیکھ کر یک لخت سارے کے سارے مرتد ہو جاتے لیکن ظاہر ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ظہور میں نہیں آئی پس اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع میں آیا تھا۔

ہر ایک منصف اپنے دل میں سوچکر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ معجزہ شق القمر اُسی زمانہ میں بحوالہ شہادت مخالفین قرآن شریف میں لکھا گیا اور شائع کیا گیا اور پھر سب مخالف اُس مضمون کو سُنکر چُپ رہے کسی نے تحریر یا تقریر سے اُسکا ردّ نہ کیا اور ہزاروں مسلمان اُس زمانہ کے رویت کی گواہی دیتے رہے اور یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدائے تعالیٰ ہے
کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے اور حسب اصول تناسخ آریہ صاحبان صـ۶۴
یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبتک زید نہ مرے بکر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا اِس صورت

میں تمام خدائی اُس کی باطل ہوجاتی ہے بلکہ اعتقاد صحیح اور حق یہی ہے کہ پرمیشر کو سرب شکتی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جائے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہا اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جائے ورنہ ہمہ دانی کے دعوے پر اسقدر اعتراض وارد ہونگے اور ایسی خجالتیں اُٹھانی پڑینگی کہ جن کا کچھ ٹھکانا نہیں انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اُسکو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شئے دیگر ہے اور خلاف عقل ہونا شئے دیگر۔ بھلا میں ماسٹر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس بات پر قادر تھا یا نہیں کہ جس قدر اب جرم قمری مشہود و محسوس ہے اس سے آدھے سے بھی کام لے سکتا اور اگر قادر نہیں تو اُسپر عقلی دلیل جو عند العقل تسلیم ہو سکے کونسی ہے اور کس کتاب میں لکھی ہے تو جس حالت میں معجزہ شق القمر میں یہ بات ماخوذ ہے کہ ایک ٹکڑا اپنی حالت معہودہ پر رہا اور ایک اُس سے الگ ہوگیا وہ بھی ایک یا آدھ منٹ تک یا اس سے بھی کم تو اس میں کونسا استبعاد عقلی ہے اور بفرض محال اگر استبعاد عقلی بھی ہو تو ہم کہتے ہیں کہ عقل ناقص انسان کی ہر یک کام ربانی تک کب پہنچ سکتی ہے بھلا آپ ہی بتلاویں کہ یہ مسئلہ جو آپکے اصول کے رو سے ستیارتھ پرکاش میں پنڈت دیانند صاحب نے لکھا ہے کہ روح انسانی اوس کی طرح کسی گھاس پات وغیرہ پر گرتی ہے پھر اُسکو کوئی عورت کھا لیتی ہے اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ کسقدر عقل کے برخلاف اور تمام اطباء اور فلاسفہ کی تحقیق کے مخالف ہے ٭ کیونکہ ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے اخلاق روحانی بھی صرف ماں سے مشابہت نہیں رکھتے بلکہ ماں اور باپ دونوں سے مشابہت رکھتے ہیں تو پھر یہ اعتقاد کسقدر نامعقول اور خلاف عقل ہے کہ گویا ایک عورت کی غذا میں صفحہ ۶۵

٭ حاشیہ لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے چودھویں مارچ ۱۸۸۶ء کے جلسہ بحث میں جسمیں راقم رسالہ ہذا کا حق تھا کہ پہلے اپنا اعتراض پیش کرے وقت کو ناحق ضائع کرنیکے لئے گیاراں مارچ

ہی وہ روح مخلوط ہو کر کھائی جاتی ہے اور مرد اُس سے محروم رہ جاتا ہے پھر سوچنا چاہیئے کہ کیا روح کوئی جسم کی قسم ہے کہ جسم سے مخلوط ہو جاتی ہے دیکھو کس قدر یہ اصول بعید از عقل ہے ماسوا اس کے زمین کے نیچے سے ہزاروں جانور زندہ نکلتے ہیں اور بہت سی چیزوں میں سیکڑوں برسوں کے بعد کیڑے پڑ جاتے ہیں ان چیزوں میں کہاں سے اور کس راہ سے روح آجاتی ہے غرض اگر آپ یہ دعویٰ نہ کرتے کہ جو امر بظاہر برتر از عقل معلوم ہو وہ خدائے تعالیٰ کی قدرت سے بعید ہے تو ہمیں کچھ ضرور نہ تھا کہ آپ پر اعتراض کرتے لیکن اب تو ماسٹر صاحب آپ پر فرض ہو گیا کہ اوّل اپنے گھر کی باتوں کو (جو صریح خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں) عقل کے رو سے ثابت کریں پھر کسی دوسرے پر اعتراض کریں بھلا جس حالت میں آپ کے نزدیک روح بھی ایک باریک جسم ہے جو اوس یعنی شبنم کی طرح ہو کر آسمان سے گرتی ہے

ص ۶۵ بقیہ حاشیہ۔ سنہ ۱۸۸۶ء کے بحث کے متعلق ایک فضول جھگڑا شروع کر دیا اور چند سطریں مندرجہ ذیل لکھکر اور اُنپر اپنے دستخط کر کر جلسۂ عام میں ایک بڑے جوش سے کھڑے ہو کر سنائیں اور وہ یہ ہیں:-

آج پہلے اسکے کہ میں کوئی نیا سوال پیش کروں مرزا صاحب کی پہلے روز کی تقریر میں سے وہ حصہ جو اُنہوں نے فرمایا ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ روحیں اوس وغیرہ پہ پھیلتی ہیں اور عورتیں کھاتی ہیں تو آدمی پیدا ہوتے ہیں پیش کرتا ہوں یہ ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں اگر ہے تو ستیارتھ پرکاش میں دیتا ہوں اُس میں سے نکالکر دکھلا دیں تاکہ سچ اور جھوٹ کی ترتی لوگ کریں۔ ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء مرلیدھر ڈرائنگ ماسٹر۔

اسکے جواب میں اوّل تو میں نے یہ کہا کہ پہلے روز کی تقریر اُسی روز کے ساتھ ختم ہوئی آپ پر

ص ۶۶ لازم تھا کہ اُسی روز جھگڑا شروع کرتے اب یہ کیونکر اس جلسۂ بحث میں تحریک کے لائق نہیں بلکہ از قبیل۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید سے ہے اگر آپ کو چار روز کی بات اب جاکر سوجھی ہے تو آپ بروقت شائع کرنے اپنے مضمون کے بطور خود لکھدیں کہ یہ حوالہ غلط ہے پھر دیکھا جائیگا۔ اور میں اب بھی کتاب نکالکر دکھلا دیتا لیکن مجھے وہ پتہ یاد نہیں اور نہ میں ناگری پڑھ سکتا ہوں

تو آپ پر یہ بھی سوال وارد ہوگا کہ انڈے میں جب بچہ مرجاتا ہے تو وہ کس راہ سے نکل جاتی ہے۔ اور پھر جب اُس لاش یا میّت میں اندر ہی اندر کیڑے پڑجاتے ہیں تو وہ کس راہ سے آتے ہیں پانی کے کیڑے اور ہوا کے کیڑے اور پھلوں کے کیڑے کس اوس سے پیدا ہوتے ہیں ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات کہنا کہ یہ امر خلاف عقل ہے اُس شخص کے لئے حق پہنچتا ہے کہ جس نے اوّل اپنے گھر کی صفائی کر لی ہو۔ لیکن در حقیقت عقائد اسلام میں تو ایک بات بھی خلافِ عقل پائی نہیں جاتی ہاں ص۶۷
بعض امور دقیقہ برتر از عقول ناقصہ ہیں جو کمال معرفت کی حالت میں منکشف ہو جاتے ہیں مگر آپکے مذہب میں تو ہزاروں باتیں خلافِ عقل اور خلافِ شانِ الوہیت پائی جاتی ہیں تو پھر آپ دوسروں پر کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں پس اسی قدر کافی ہے ۔

بقیہ حاشیہ ۔ یہ سب عذرات سنکر ماسٹر صاحب نے سراسر مکابرہ کی راہ سے اسی پر ضد کرنا شروع کیا کہ جبتک اِس کا تصفیہ نہ ہولے دوسری گفتگو نہیں کر سکتے اِسپر مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل نے بھی اُنہیں بہت سمجھایا کہ اِس موقعہ پر گذشتہ قصوں کو لے بیٹھنا بیجا ہے آج کے دن آج ہی کی بحث ہونی چاہیئے بھلا اتنی بڑی کتاب جس کا پتہ و مقام خاص یاد نہیں اگر کسی سے پڑھائی بھی جائے تو کیا دو چار روز سے کم میں ختم ہو سکتی ہے اُسکے جواب میں لالہ صاحب نے تند ہو کر اُن کو فرمایا کہ کیا آپ عدالتوں میں ایسی ہی وکالتیں کیا کرتے ہیں یہ رعایت کی باتیں ہیں غرض جب دیکھا گیا کہ خدا نے ماسٹر صاحب کی کچھ ایسی ہی سمجھ رکھی ہے۔ ص۶۶ کہ وہ بہرحال اپنے اُلٹے کو سیدھا اور دوسرے ص۶۶
کے سیدھے کو اُلٹا خیال کرتے ہیں تو قصہ کو تاہ کرنے کی غرض سے انکو کہا گیا کہ جب ہم یہ بحث شائع کرینگے تو اِس مقام پر ستیارتھ پرکاش کا حوالہ بھی ضرور لکھ دینگے چنانچہ ماسٹر صاحب نے جبتک یہ اقرار تحریری نہ لکھا لیا تب تک صبر نہ آیا سو آج وہ روز ہے جو ہم اُس وعدہ کو پورا کریں اور دیکھیں کہ ماسٹر صاحب کسقدر انسانی غیرت کو کام میں لاکر شرمندہ اور منفعل ہوتے ہیں ۔
لیکن اوّل اس بات کا کھولدینا از بس ضروری ہے کہ جس حالت میں ستیارتھ پرکاش میں وہ مضمون

ماسٹر صاحب کا جواب الجواب مع اُسکی ردّ کے

قولہ۔ مرزا صاحب میرے سے حدیث یا آیت مانگتے ہیں اور ساتھ ہی قرآن کی آیت تحریر فرما کر اقرار کرتے ہیں کہ قمر کے دو ٹکڑے حضرت نے کیئے ؛

اقول۔ صاحب من مَیں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر تو آپ سے کسی آیت یا حدیث
ص۶۵ کی سند نہیں مانگی بلکہ ایک ادنیٰ استعداد کا اُردو خواں بھی میرے جواب کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ مَیں نے تو آپ سے یہ ثبوت مانگا تھا کہ قرآن شریف یا حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آستینوں میں سے اُس کو نکال دیا سو آپ نے اِس کا کچھ ثبوت نہ دیا ؛

قولہ۔ میرا سوال تھا کہ جو بات خلاف قانونِ قدرت ہے (یعنی شق القمر) وہ کس طرح ہو سکتی ؛

بقیہ حاشیہ۔ جس کا حوالہ دیا گیا تھا صاف درج تھا تو پھر کیوں ماسٹر صاحب نے اِسکے اندراج سے صاف انکار کیا اور اُسکے مطالبہ میں اِسقدر بیجا ضد کی کہ بہت سے وقت کو کھو یا جس سے ہمارا حق بالمقابل اعتراض کرنیکا بہت سا ضائع ہوا اِس کا سبب تین میں سے ایک ہے یا تو یہ کہ ابھی ماسٹر صاحب کو اپنے مذہب کی کتابوں کی کچھ خبر ہی نہیں صرف دیکھا دیکھی بحث کرنیکا شوق ہو گیا ہے۔ یا دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے
ص۶۸ کہ خبر تو تھی لیکن خیانت کی راہ سے دوسروں کو بہکانے اور دھوکا دینے کے لئے ایک امر حق کو چھپانا چاہا ہے۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اِس قسم کے جھوٹے اور لغو مسائل کا حتی الوسع لوگوں کے روبرو ظاہر کرنا پنڈت دیانند کی طرف سے بطور وصیت فہمائش ہے جس پر اُنکے پیرو عمل کر رہے ہیں اور یہ آخری سبب قرین قیاس ہے اور یہی وجہ تھی کہ ماسٹر صاحب نے اپنا تمام جوش اسی میں خرچ کیا کہ ایسا نالائق مضمون اور ایسا باطل خیال ستیارتھ پرکاش میں ہرگز نہیں ہے اور نہ پنڈت دیانند صاحب کی شان کے لائق ہے کہ ایسی بیہودہ باتیں اُنکے قلم سے نکلیں مگر شکر ہے کہ آخر چور پکڑا گیا اور اسجگہ ماسٹر صاحب کو بھی معلوم رہے کہ پنڈت صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہیں بلکہ اُنکی اکثر تحریریں ایسی ہی ہیں کہ جنکو غلطی کہنا چاہیئے اُن کی فطرت ہی

اقول۔ بیشک اِسقدر حصّہ آپکے سوال کا تو بہت صحیح اور درست ہے کہ خلاف قانون قدرت ازلی و ابدی کوئی بات ظہور میں نہیں آتی لیکن ساتھ اِسکے یہ دعویٰ آریہ کا کہ اُس
صفحہ ۶۹ قانون ازلی و ابدی پر انسانی عقل نے احاطہ تام کر لیا ہے اور پھر اُس خیال باطل کے رو سے شق القمر پر اعتراض کرنا یہ بالکل غلط اور سراسر سمجھ کا پھیر ہے عقلمندی یہ ہے کہ قانون قدرت جو ہنوز انسانی دفتروں میں غیر مکمل ہے اُسکو ہمیشہ عجائبات جدید الظہور کا تابع رکھنا چاہیئے نہ یہ کہ جو عجائبات خواص عالم نئے نئے کھلتے جائیں اُن کو باوجود ثبوت کے اِس وجہ سے ردّ کر دیں کہ جو کچھ آجتک ہمیں معلوم ہے یہ اُس سے زائد امر ہے اِس سے زیادہ تر کونسی فضول گوئی اور بے سمجھی ہوگی کہ اپنے چند روزہ اور محدود اور مشتبہ تجربہ کو خدائے تعالیٰ کا مکمل قانون قدرت خیال کر بیٹھیں اور پھر جو آیندہ اسرار کھلتے جائیں اِن کو اِس بنا پر خلاف قانون قدرت سمجھ لیں کہ وہ ہمارے معلومات سابقہ سے

بقیہ حاشیہ۔ کچھ ایسی دِق و بھی کہ باریک باتوں تک اُنکی عقل نہیں پہنچ سکتی تھی اور خالص اور منشوش دلائل میں فرق نہیں کر سکتے تھے ہاں بعض اوقات پیچھے سے وقت گذرنے کے بعد سمجھ بھی جاتے تھے کہ ہم سے غلطی ہوئی مگر وہ سمجھنا کچھ اپنی لیاقت سے نہیں بلکہ لوگوں کے اعتراضات صفحہ ۶۹ بارش کی طرح چاروں طرف سے برس کر متنبہ کرتے تھے اور اسی نقصان فہم کی وجہ سے پنڈت دیانند کا اپنی تمام زندگی میں یہ طریق رہا ہے کہ اوّل ایک بات کا دعویٰ کرنا کہ یہ مسئلہ وید کا ہے اور ہمارے ویدوں میں یوں ہی لکھا ہے اور پھر اُسکو کسی رسالہ وغیرہ میں چھپوا دینا اور پھر جسوقت دانشمند لوگ اُسپر اعتراض کر کے اُسکا باطل ہونا کھولدیں اور لاجواب کر دیں تو پھر اُس مسئلہ سے گریز کر جانا اور یہ عذر پیش کر دینا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہمارا قصور نہیں ہے بلکہ سہو کاتب ہے چنانچہ پہلے انہوں نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں جو وید بھاش کے مشتہر کرنے سے پہلے لکھی گئی ہے صفحہ ۴۴ میں لکھا تھا کہ پتّھروں میں سے جو کوئی جیتا ہو اُسکا ترپن نہ کرے اور جتنے مر گئے ہوں اُن کا ضرور کرے اور اسپر چند فوائد اور دلائل بھی بیان کیئے تھے لیکن پھر مدّت کے بعد انہوں نے اشتہار صفحہ ۷۰ دیا کہ یہ سہو کاتب ہے گویا کاتب نے اپنی طرف سے ایک صفحہ مع دلائل و فوائد لکھ مارا اور پنڈت

زیادہ ہیں مجھے یقین ہے کہ آپنے اس رسالہ کے مقدمہ مذکورہ بالا کو پڑھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ قانون قدرت کیا چیز ہے اور کس حالت میں کسی امر کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ خلاف قانون قدرت ہے اور اگر آپ نے اب تک اس مقدمہ کو غور کرکے نہیں دیکھا تو میں آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ آپ غور سے اس مفید مقام کو پڑھیں کیونکہ اُن علمی نکات کے جاننے بغیر آپ قانون قدرت کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے ؛

قولہ - شق القمر سے انتظام عالم میں فتور واقع ہوجاتا ہے -

اقول - اگر کسی کی خود اپنی ہی عقل میں فتور نہ ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کے ایک نئے خاصہ کا ظہور میں آنا اسکے پہلے خاصہ کے ابطال کے لئے ایک لازمی امر نہیں ہے سو اسی قاعدہ کے رو سے دانشمند لوگ جو خدائے تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں سے ہمیشہ ہیبت زدہ رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حکیم مطلق جل شانہٗ کی حکمتوں کا انتہا نہیں

بقیہ حاشیہ - صاحب سوسائٹی رہے - انہیں کچھ خبر نہیں ؛

پھر شاید عرصہ باراں سال کا یا کچھ کم و بیش ہوا ہوگا کہ پنڈت صاحب نے ایک اشتہار اپنا دستخطی کانپور میں مشتہر کیا تھا کہ اکیس شاستر ایشر کرت یعنی خدا کا کلام ہے پھر رفتہ رفتہ جیسے شاستروں کی پولیں پنڈت صاحب پر کھلتی گئیں اُن کو انسان کا کلام سمجھتے گئے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں چار وید ایشر کرت رہ گئے اور باقی سب انسانی کتابیں ٹھہرائی گئیں پھر اس کے بعد ویدوں کا حصہ جسکو براہمن کہتے ہیں اُن کی نظر میں صحیح ثابت نہیں ہوا تو آخر اسکو بھی ایشر کرت سے باہر کردیا اور صرف اُسکے دوسرے حصہ سنگتا (منتر بھاگ) کو الہامی سمجھا گیا کاش پنڈت صاحب ایک دو سال اور بھی جیتے تا اِن نو خیال آریوں کو چاروں ویدوں سے بھی آزاد کرجاتے - اتھروَن وید کا قصہ تو جلد پاک ہوجاتا کیونکہ اُسکی نسبت تو پہلے ہی بعض ہندوؤں کا خیال ہے کہ وہ براہمن پستک ہے اور تین ویدوں میں اُس کا کہیں ذکر نہیں - خیر یہ جھگڑا ہمارے اسوقت کی بحث سے متعلق نہیں صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ پنڈت دیانند قائم الرائے آدمی نہیں تھا اور فطرت سے انکو ایک موٹی عقل ملی تھی جسکی وجہ سے وہ دوسروں کی باتوں کو تو کیا سمجھتے اپنی رائے کے آخری نتائج سے

اس کی طرف سے قمر و شمس میں ایسی خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود انشقاق کے
اُن کے فعل میں فرق نہ آوے۔ اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اقتربت الساعۃ وانشق القمر نزدیک آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اِس
آیت کا یہ مطلب ہے کہ روز ازل سے حکیم مطلق نے ایک خاصہ مخفی چاند میں رکھا تھا کہ
ایک ساعت مقررہ پر اُس کا انشقاق ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ نجوم اور شمس اور قمر کے
خواص کا ظہور ساعات مقررہ سے وابستہ ہے اور ساعات کو حدوث عجائبات
سماوی و ارضی میں بہت کچھ دخل ہے اور حقیقت میں قوانین قدرتیہ کا شیرازہ انہیں
ساعات سے باندھا گیا ہے سو کیا عمدہ اور پُر حکمت اور فلسفیانہ اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ
نے آیت مندرجہ بالا میں فرمایا کہ چاند کے پھٹنے کی جو ساعت مقرر اور مقدر تھی وہ
نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اِس آیت کے آگے بھی فرماتا ہے

بقیہ حاشیہ۔ بھی اکثر بےخبر رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ اُن کے خیالات ایک ہی مرکز پر قائم نہیں رہ سکتے
تھے اوائل میں انکی یہ رائے تھی کہ تناسخ باطل ہے چنانچہ یہ رائے انکی ایک مرتبہ وکیل ہند امرتسر
میں بھی چھپی تھی پھر اُسی اخبار میں لکھا تھا کہ اب پنڈت صاحب فرماتے ہیں کہ اب میں نے عقیدہ
تناسخ کو اختیار کر لیا ہے گو پہلے نہیں تھا پھر چاندا پور کے مباحثہ پر جو انکی طرف سے ایک رسالہ نکلا
تھا اُس میں انھوں نے مکتی جاودانی کا صاف اقرار کیا تھا چنانچہ اب تک رسالہ موجود ہے اور جب
سوال کیا گیا کہ اگر مکتی جاودانی ہے تو پھر روح کسی نہ کسی دن مکتی پا کر ختم ہو جاوینگے کیونکہ پرمیشر میں تو یہ
قدرت ہی نہیں کہ کوئی روح پیدا کر سکے اسکے جواب میں اُنہوں نے اپنے چیلوں کو یہی پڑھائی کہ روحیں انت
ہیں کبھی ختم نہیں ہونگے پھر جب ہم نے اخبار وکیل ہند میں مشتہر کیا کہ کیا پرمیشر بھی جانتا ہے یا نہیں کہ کس قدر
روحیں ہیں تو یہ جواب ملا کہ روحوں کی تعداد کی پرمیشر کو بھی خبر نہیں اسکی بیخبری سے ہی یہ سارا انتظام دنیا کا
چلا جاتا ہے پھر جب لوگوں نے اس اعتقاد پر بہت ہنسی ٹھٹھا شروع کیا تب پنڈت صاحب تنگ ہو کر ناچار ہو کر
دوسری طرف اُلٹے اور فرمایا کہ ہاں روح تو بے انت نہیں ہیں مگر یہ بات سچ ہے کہ کسی کو ابد الآباد تک ہو کوئی ہو ہمیشہ کی
نجات نہیں ملیگی اور کیسا ہی کوئی اعلیٰ درجہ کا نیک اور عاشق الٰہی ہو جائے مگر تب بھی جونوں کی دائمی بلا سے اُسکو

وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر یعنی کفار نے تو چاند پھٹنے کو سحر پر حمل کیا اور تکذیب کی مگر یہ سحر نہیں ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کے اُن امور یعنی قوانین قدرتیہ میں سے ہے جو اپنے اپنے وقتوں میں قرار پکڑنے والے ہیں اور عقلمند انسان اس نشان قدرت سے کیوں تعجب کرے کیا اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ قدرت میں یہی ایک بات بالاتر از عقل ہے جو حکیموں اور فلسفیوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور باقی تمام اسرار قدرت اُنہوں نے سمجھ لئے ہیں اور کیا یہ ایک ہی عقدہ لاینحل ہے اور باقی سب عقدوں کے حل کرنے سے فراغت ہو چکی ہے اور کیا اللہ تعالیٰ کے عجائب کاموں میں سے

بقیہ حاشیہ۔ مخلصی نہیں ہوگی پرمیشر تو رحیم ہی تھا مگر وہ بیچارہ کیا کر سکے ہمیشہ کی نجات دینا اُسکی قدرت سے باہر ہے کیونکہ وہ کسی روح کو پیدا نہیں کر سکتا اُسکی ساری بدنامیوں کی جڑھ یہی ہے غرض پنڈت صاحب کی کارروائیوں میں اِس قسم کی خیانتیں بہت تھیں کہ ایک بات کو اپنے مُنہ سے نکالا یا چھپوا دینا اور جب اُس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور منکر ہو جانا اور پھر طبع شدہ کتاب کی ترمیم کر کے دوسری کتاب چھپوانا۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کر کے ستیارتھ پرکاشں کا وہ مقام لکھتے ہیں جس کے لکھنے کا ماسٹر مرلیدھر صاحب کو وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے:۔

ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء آٹھواں سمولاس صفحہ ۲۶۳

سوال۔ جنم اور موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہیں۔

جواب۔ لنگ شریر یعنی جسم دقیق (روح) اور ستھول شریر جسم کثیف باہم ملکر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اُس کا نام جنم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونو کی علیحدگی سے غائب ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔

سو اس طرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتایج سے گردش کرتی اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتی ہوئی پانی یا کسی اناج یا ہوا میں ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی وغیرہ کے ساتھ مل جاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا اثر یعنی جلنا جسکو سکھ یا دُکھ ہونا ضروری ہو خدا کے

یہی ایک عجیب کام ہے اور کوئی نہیں بلکہ اگر غور کرکے دیکھو تو اس قسم کے ہزارہا عجائب کام اللہ تعالیٰ کے دنیا میں پائے جاتے ہیں زمین پر سخت سخت زلازل آتے رہتے ہیں اور بسا اوقات کئی میل زمین تہ و بالا ہو گئی ہے مگر پھر بھی انتظام عالم میں فتور واقع نہیں ہوا حالانکہ جیسے چاند کو اس انتظام میں دخل ہے ویسا ہی زمین کو غرض یہ ملحدانہ شکوک
ص۳ انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں کہ جو خدائے تعالیٰ کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور اور محدود الطاقت خیال کر لیتے ہیں اگر خدائے تعالیٰ پر اس قسم کے اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں تو پھر کسی طور سے عقل تسلی نہیں پکڑ سکتی کہ یہ بڑے بڑے اجرام علوی و سفلی کیونکر اور کن ہتھیاروں سے اس نے بنا ڈالے۔

بقیہ حاشیہ۔ حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں بلکہ شکم مادر میں داخل ہو جاتی ہے پھر جب حیوان یا انسان میں وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اس کے جسم کے حصہ کی کشش سے اسکا جسم بنتا ہے اسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے۔ روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنوں کے ساتھ اوپر کو کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ دانوس کی طرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے پھر بسبب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے۔

یہ پنڈت صاحب کی عبارت ہے جو ہم نے ستیارتھ پرکاش سے نکالکر اسجگہ لکھی ہے
اب ہم ماسٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب ابھی سچ اور جھوٹ کی تمیز ہوئی یا نہیں اب تو قیمت
ص۵ ذرا آپ فرمائیں تو سہی کہ آپکے دل کا کیا حال ہے کیا وہ آپکا قول سچ نکلا کہ مضمون مذکورہ بالا ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں۔ افسوس اس روز ناحق آپنے ہماری اوقات کو ضائع کیا اور اپنی علمی حیثیت کا پردہ پھاڑا اور آج آپ ہی جھوٹے نکلے۔ ہر کہ با صادقاں آویخت آبروئے خود ریخت۔

اب آپ سوچ لیں کہ آپکے پنڈت صاحب ویدوان نے کیسا ایک ناقص خیال خلاف عقل و خلاف تجارب طبعی و طبابت ظاہر کیا ہے تمام عقلا جانتے ہیں کہ روح کا تعلق صرف نطفہ کی والدہ سے نہیں ہوتا بلکہ والد اور والدہ دونوں سے ہوتا ہے اور

قولہ - ممالک غیر اور اقوام غیر کی تاریخ میں ایسی بڑی بات کا ذکر (یعنی شق القمر کا ذکر) ضرور چاہیئے۔

اقول - مَیں کہتا ہوں کہ آپ اپنے اسی قول سے ملزم ٹھہر سکتے ہیں کیونکہ جس حالت میں چاند کے دو ٹکڑے کرنیکا دعویٰ زور شور سے ہو چکا تھا یاں تک کہ خاص قرآن شریف میں مخالفوں کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا اور اعراض کرکے کہا کہ یہ پکّا جادو ہے اور پھر یہ دعویٰ نہ صرف عرب میں بلکہ اُسی زمانہ میں تمام ممالک روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دُور دراز ممالک میں پھیل گیا تھا تو اس صورت میں یہ بات کچھ تعجب کا محل نہ تھا کہ مختلف قومیں جو مخالف اسلام تھیں وہ دم بخود اور خاموش رہتیں اور بوجہ عناد و ص۴۷ بغض و حسد شق القمر کی گواہی دینے سے زبان بند رکھتیں ص۴۷

بقیہ حاشیہ - روحانی اخلاق کا افاضہ بچہ کے وجود پر والدین کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان میں سے ایک کی طرف سے۔ ہاں اگر پنڈت صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونوں کھا لیتے ہیں اور دونوں منیوں میں روح کا عرق مخلوط ہو جاتا ہے تب بھی کچھ بات تھی مگر اسجگہ یہ شبہ پیدا ہوگا کہ کیا روح آدھی آدھی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر دو ٹکڑے ص۶۶ ہونیکے بعد اسکا پیوند کیونکر ہو جاتا ہے غرض پنڈت صاحب اپنے اس ص۶۶ باطل اعتقاد سے عجب حیص بیص میں اپنے پس ماندگان کو پھنسا گئے ہیں اور وید کے فلسفہ کا عجیب ایک نمونہ دکھا گئے۔

اور ہم اسجگہ یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب کا یہ اعتقاد کہ روح جسم ہے یہ بھی سراسر غلط اور فاسد ہے روح ہرگز جسم نہیں ہے جسم قسمت کو قبول کرتا ہے اور روح قابل انقسام نہیں اور اگر یہ کہو کہ وہ جزء لایتجزّی ہے یعنی پرمانو (پرکرتی) ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کئی روحوں کو باہم جوڑ کر ایک بڑا جسم تیار ہو جائے جسکو دیکھ سکیں اور ٹٹول سکیں کیونکہ جزء لایتجزّی جسکو آریہ لوگ پرکرتی یا پرمانو کہتے ہیں یہی خاصیت رکھتی ہے جیسے پنڈت صاحب ص کا کوئی شاگرد ایسا جسم ہمکو دکھا سکتا ہے جو دو چار ہزار یا دو چار لاکھ یا کسی اور اندازہ

ص آپ ہی قائل ہیں کہ اجسام کثیف پرمانوؤں کے باہم ملنے سے طیار ہوتے ہیں مگر کیا پنڈت صاحب

کیونکہ منکر اور مخالف کا دل اپنے کفر اور مخالفت کی حالت میں کب چاہتا ہے کہ وہ مخالف مذہب کی تائید میں کتابیں لکھے یا اُسکے معجزات کی گواہی دیوے ابھی تازہ واقعہ ہے کہ لالہ شرمپت و ملاوامل آریہ ساکنان قادیان اور چند دیگر آپکے آریہ بھائیوں نے قریب ۔ ۔ کے الہامی پیشگوئیاں اس عاجز کی بچشم خود پوری ہوتی دیکھیں جن میں پنڈت دیانند کی وفات کی خبر بھی تھی چنانچہ اب تک چند تحریری اقرار بعضوں کے ہمارے پاس موجود پڑے ہیں لیکن آخر قوم کے طعن و ملامت سے اور نیز اُنکی اس دھمکی سے کہ ان باتوں کی شہادت سے اسلام کو تائید پہنچیگی اور وہ امر ثابت ہوگا کہ جس نے ابھی وید کی بھی خبر نہیں ڈر کر منہ بند کر لیا اور ناراستی سے پیار کر کے راستی کی شہادت سے کنارہ کش ہوگئے سو مخالف ہونیکی حالت میں اگر کوئی ادائے شہادت سے خاموش رہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اگر مخالف کی طرف سے ایک دعوی کا جھوٹا ہونا کھلا جائے تو پھر جھوٹ کی اشاعت کے لئے قلم نہ اٹھائیں اور دروغگو کو اُسکے گھر تک نہ پہنچائیں سو میں پوچھتا ہوں کہ

ص۷۵ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جنہوں نے عام اور علانیہ طور پر یہ دعوی مشہور کر دیا تھا

ص۷۷ بقیہ حاشیہ ۔ پرروحوں کے باہم ملنے سے تیار ہوگیا ہو اور دیکھنے اور ٹٹولنے میں آسکتا ہو سو یہ دیانند صاحب کا پوچ خیال ہے کہ روح بھی پرمانو ہی ہے ۔

ماسوا اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جز لایتجزی دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے اور اسکے ابطال پر ایک آسان دلیل یہ ہے کہ اگر جز لایتجزی یعنی پرمانو (پرکرتی) کو دو چیزوں کے درمیان رکھا جائے تو ضرور ہے کہ وہ دونوں چیزیں اطراف مخالف سے اُسکو مس کرینگی اور یہ امر تقسیم کو ثابت کرنیوالا ہے ۔

لے بھی دوسرے یہ کہ نقطہ بھی جز لایتجزی ہے اور بموجب اصول موضوعہ علم ہندسہ کے ہمکو اختیار ہے کہ ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک خط مستقیم کھینچیں مثلاً ہم مختار ہیں کہ نقاط ا اور ب میں ا ـــــ ب ایک ایسا خط مستقیم کھینچ لیں جس کا کل حصہ دو گیارہ نقطہ ہوں

کہ میرے ہاتھ سے معجزہ شق القمر وقوع میں آگیا ہے اور کفار نے اُسکو بچشم خود دیکھ بھی لیا ہے مگر اُسکو جادو قرار دیا اپنے اِس دعویٰ میں سچے نہیں تھے تو پھر کیوں مخالفین آنحضرتؐ جو اُسی زمانہ میں تھے جن کو یہ خبریں گویا نقارہ کی آواز سے پہنچ چکی تھیں چُپ رہے اور کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مواخذہ نہ کیا کہ آپ نے کب چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور کب ہم نے اُسکو جادو کہا اور اُسکے قبول سے مُنہ پھیرا اور کیوں اپنے مرتے دم تک خاموشی اختیار کی اور مُنہ بند رکھا یا تک کہ اس عالم سے گذر گئے کیا اُنکی یہ خاموشی جو اُن کی مخالفانہ حالت اور جوش مقابلہ کے بالکل برخلاف تھی اِس بات کا یقین نہیں دلاتی کہ کوئی ایسی سخت روک تھی جس کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے مگر بجز ظہور سچائی کے اور کونسی روک تھی یہ معجزہ

بقیہ حاشیہ۔ پھر بعد اسکے ہم یہ بھی اختیار رکھتے ہیں کہ بموجب شکل دہم مقالہ اولی تحریر اقلیدس اس خط محدود کی تنصیف کریں سو ظاہر ہے کہ اس خط کے دو ٹکڑے برابر کرنے سے درمیانی نقطہ (جو پرمانو ہے) منقسم ہو جائیگا۔ اور یہی مطلب تھا۔ ماسوا اسکے جو شخص علم نفس میں سے کچھ پڑھا ہوگا اور دلائل عدم تجسم روح اُس نے دیکھے ہونگے اُس پر صاف کُھل جائیگا کہ پنڈت دیانند نے اپنے اِس اعتقاد میں ایسی ڈبل غلطی کھائی ہے جس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بالکل علم روح سے بیگانہ اور ناآشنا ہے کیا روح میں جسمانی لوازم و خواص بھی پائے جاتے ہیں؟ کیا وہ اپنے تعلق بالبدن میں تعلق جسمانی سے مشابہ ہے کیا وہ اپنے دخول و خروج میں اجسام کی طرز اور طریق پر ہے۔ پس جس حالت میں نہ جسم کو روح سے کچھ مشابہت ہے اور نہ روح کو جسم سے کچھ مماثلت تو کس قدر بے سمجھی ہے کہ روح کو جسم تسلیم کیا جائے اور پھر غذا کی طرح عورتوں اور دیگر مادہ حیوانات کو کھلایا جائے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ کس قسم کی باتیں وید میں درج ہیں اور کیوں لوگوں نے اِن فاش غلطیوں کو قبول کر لیا ہے افسوس افسوس افسوس۔ منہ

مکہ میں ظہور میں آیا تھا اور مسلمان ابھی بہت کمزور اور غریب اور عاجز تھے پھر تعجب
یہ کہ اُن کے بیٹوں یا پوتوں نے بھی انکار میں کچھ زبان کشائی نہ کی حالانکہ اُن پر واجب
و لازم تھا کہ اتنا بڑا دعویٰ اگر افترا محض تھا اور صدہا کوسوں میں مشہور ہو گیا تھا اُسکی
صلہ رد میں کتابیں لکھتے اور دنیا میں شائع اور مشہور کرتے اور جبکہ ان لاکھوں آدمیوں
عیسائیوں عربوں یہودیوں مجوسیوں وغیرہ میں سے ردّ لکھنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی
اور جو لوگ مسلمان تھے وہ علانیہ ہزاروں آدمیوں کے روبرو چشمدید گواہی دیتے
رہے جن کی شہادتیں آجتک اُس زمانہ کی کتابوں میں مندرج پائی جاتی ہیں تو یہ صریح
دلیل اس بات پر ہے کہ مخالفین ضرور شق القمر مشاہدہ کر چکے تھے اور رد لکھنے کیلئے
کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور یہی بات تھی جس نے اُن کو منکرانہ شور و غوغا
سے چپ رکھا تھا سو جبکہ اُسی زمانہ میں کروڑہا مخلوقات میں شق القمر کا معجزہ شیوع پا گیا
مگر ان لوگوں نے خجلت زدہ ہو کر اُسکے مقابلہ پر دم بھی نہ مارا تو اس سے صاف ظاہر
ہے کہ اُس زمانہ کے مخالفین اسلام کا چپ رہنا شق القمر کے ثبوت کی دلیل ہے نہ
کہ اُسکے ابطال کی کیونکہ اس بات کا جواب مخالفین اسلام کے پاس کوئی نہیں کہ جس
صلہ دعوے کا رد اُنہیں ضرور لکھنا چاہیئے تھا اُنہوں نے کیوں نہیں لکھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کوئی معمولی درویش یا گوشہ نشین نہیں تھے تا یہ عذر پیش کیا جائے کہ ایک
فقیر صلح مشرب جس نے دوسرے مذاہب پر کچھ حملہ نہیں کیا چشم پوشی کے لائق تھا
بلکہ آں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام مخالفین کا جہنمی ہونا بیان کرتے تھے اس
صورت میں مطلق طور پر جوش پیدا ہونے کے موجبات موجود تھے ماسوا اس کے
یہ بھی کچھ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شق القمر پر جو چند سیکنڈ سے کچھ زیادہ
نہیں تھا ہر یک ولایت کے لوگ اطلاع پا جائیں کیونکہ مختلف ملکوں میں دن رات
کا فرق اور تفاوت اور کسی جگہ مطلع صاف اور پُر غبار ہونا اور کسی جگہ ابر ہونا ایسا ہی
کئی اور ایک موجبات عدم رویت ہو جاتے ہیں اور نیز بالطبع انسان کی طبیعت

اور عادت اسکے برعکس واقع ہوئی ہے کہ ہر وقت آسمان کی طرف نظر لگائے رکھے
ص۷۸ بالخصوص رات کے وقت جو سونے اور آرام کرنیکا اور بعض موسموں میں اندر بیٹھنے کا
وقت ہے ایسا التزام بہت بعید ہے۔

پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤں
کی معتبر کتابوں میں بھی شہادت پائی جاتی ہے مہا بھارت کے دھرم پرب میں بیاس
جی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اُن کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوکر پھر مل گیا تھا اور وہ
اِس شق قمر کو اپنے بے ثبوت خیال سے بسوآمتر کا معجزہ قرار دیتے ہیں لیکن
پنڈت دیانند صاحب کی شہادت اور یورپ کے محققوں کے بیان سے پایا جاتا ہے
کہ مہا بھارت وغیرہ پُران کچھ قدیم اور پُرانے نہیں ہیں بلکہ بعض پُرانوں کی تالیف
کو تو صرف آٹھ سو یا نو سو برس ہوا ہے اب قرین قیاس ہے کہ مہا بھارت والا اُس کا
ص۷۹ واقعہ بعد مشاہدہ واقعہ شق القمر جو معجزہ آنحضرت ؐ تھا لکھا گیا اور بسوامتر کا نام صرف
بیجا طور کی تعریف پر جیسا کہ قدیم سے ہندوؤں کی اپنے بزرگوں کی نسبت
عادت ہے درج کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس واقعہ کی شہرت ہندوؤں میں
مؤلف تاریخ فرشتہ کے وقت میں بھی بہت کچھ پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اُس نے اپنی
کتاب کے مقالہ یازدہم میں ہندوؤں سے یہ شہرت یافتہ نقل لیکر بیان کی ہے کہ
شہر دھار کہ جو متصل دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے اب اُسکو شاید دھارا
نگری کہتے ہیں وہاں کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا ایکبارگی اُس نے دیکھا
کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور پھر مل گیا اور بعد تفتیش اُس راجہ پر کھل گیا کہ یہ نبی عربی
صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تب وہ مسلمان ہوگیا اُس ملک کے لوگ اس کے
اسلام کی وجہ یہی بیان کرتے تھے اور اُس گردو نواح کے ہندوؤں میں یہ ایک
واقعہ مشہورہ تھا جس بنا پر ایک محقق مؤلف نے اپنی کتاب میں لکھا بہر حال جب
آریہ دیس کے راجوں تک یہ خبر شہرت پا چکی ہے اور آریہ صاحبوں کی مہا بھارت

میں درج بھی ہو گئی اور پنڈت دیانند صاحب پُرانوں کے زمانہ کو داخل زمانہ نبوی سمجھتے ہیں اور قانون قدرت کی حقیقت بھی کُھل چکی تو اگر اب بھی لالہ مرلیدھر صاحب کو شق القمر میں کچھ تامل باقی ہو تو اُن کی سمجھ پر ہمیں بڑے بڑے افسوس رہینگے ❊

قولہ۔ قرآن شریف میں لکھا جانا تاریخی ثبوت نہیں ورنہ دنیا میں جسقدر جُدے جُدے مذاہب والے اپنے اپنے دیوتاؤں وغیرہ کی نسبت عجائبات بیان کرتے ہیں وہ سب سچّے ہو جائینگے ❊

اقول۔ اے ماسٹر صاحب افسوس کہ تعصّب کے جوش نے آپکی کہانتک نوبت پُہنچا دی کہ آپکی نظر میں قرآنی واقعات عام لوگوں کے مزخرفات کے برابر ہو گئے ایسی باتیں جن کو لوگ بے ٹھکانہ اور بے بنیاد اپنے دیوتاؤں وغیرہ کی نسبت سیکڑوں یا ہزاروں برسوں کے بعد بنا دیتے ہیں جو نہ اُن دیوتاؤں کے زمانہ میں تحریر ہو کر شائع ہوتی ہیں اور نہ معجزہ اور معتبر دیکھنے والوں تک اُن کا سلسلہ متواتر اور معتبر طور پر پہنچتا ہے بلکہ سراسر وہ مخلوق پرستوں کے مفتریات ہوتے ہیں جن کے ساتھ کوئی روشن دلیل نہیں ہوتی ایسی بے اصل اور بے ثبوت مفتریات کو قرآنی واقعات سے آپ تشبیہہ دیتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لکھا جانا تاریخی ثبوت نہیں تو پھر آپ ہی فرماویں کہ جس حالت میں ایسی کتاب کی تحریر تاریخی ثبوت نہیں ہو سکتی جو اپنے زمانہ کا ایک شہرت یافتہ واقعہ مخالفوں کی گواہی کے حوالہ سے بتلاتی ہے اور کتاب بھی ایک ایسے شخص کی کتاب ہے جو تمام دنیا میں عزت اور مرتبت کے ساتھ مشہور ہے تو پھر تاریخی ثبوت کسے کہتے ہیں کیا تاریخوں کے تمام مجموعہ میں اِس سے عمدہ تر کوئی ثبوت مل سکتا ہے کہ کوئی واقعہ ہم ایسی کتاب میں لکھا ہوا پاویں جو اُسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ کی وہ کتاب ہے اور اُسی مصنف نے اُسکو لکھا ہو جس نے اُسکو دیکھا بھی ہو اور وہ مؤلف کتاب بھی اپنی شہرت

اور عزت میں سرآمد روزگار ہو اور پھر باوجود ان سب باتوں کے مصنف نے مخالفوں کو بطور گواہ واقعہ قرار دیا ہو اور پھر وہ کتاب بھی ایسی محفوظ چلی آتی ہو کہ اسی زمانہ میں اکثر حصہ دنیا میں شہرت پاگئی ہو اور ہزارہا حافظ اسکی ابتدا سے ہوتے آئے ہوں یہاں تک کہ لاکھوں حافظوں تک نوبت پہنچ گئی ہو اور اسی زمانہ کے اس کے قلمی نسخے اور بعض تفسیریں بھی موجود ہوں اور بیشمار بندگان خدا ابتدا سے اسکو اپنی پنجگانہ نمازوں میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پڑھتے اور تلاوت کرتے اور نیز پڑھاتے چلے آئے ہوں اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتوں کی جامع دنیا بھر میں بجز قرآن شریف کے آپ کی نظر میں گذری ہے تو آپ اسکو پیش کریں اور اگر پیش نہ کرسکیں تو آپکی سزا وہی درد خجالت اور انفعال کافی ہے جو لاجواب رہنے کی حالت میں آپ کے عائد حال ہوگی۔ آپ کو خبر نہیں کہ دنیا میں جسقدر بڑے بڑے مخالف باعلم عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہیں وہ قرآنی شہادتوں سے یعنی ان واقعات سے جو قرآن شریف نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہیں انکار نہیں کرسکتے ہاں تعصب کی راہ سے بعض آیات کے معنی اور طور پر کرلیتے ہیں مثلاً شق القمر میں وہ آپکی طرح یہ نہیں کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امر خلاف واقعہ قرآن شریف میں لکھدیا ہے چنانچہ اس بات کی تو آپ بھی شہادت دے سکتے ہیں کہ آپنے تمام عمر میں کوئی ایسی کتاب کسی فاضل انگریز یا یہودی کی نہیں دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے آپکی طرح یہ رائے ظاہر کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھوٹا دعویٰ شق القمر کا قرآن میں لکھدیا ہے کیونکہ جو فاضل قسیس اور باخبر انگریز ہیں وہ لوگ بباعث اپنے عام اور وسیع واقفیت کے خوب جانتے ہیں کہ جس طور اور التزام سے قرآن شریف نے اشاعت پائی ہے اور جس تشدد سے مخالفوں اور موافقوں کی نگرانی اسکی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سرعت اور جلدی سے اسکے ہر ایک مضمون کی تبلیغ لاکھوں آدمیوں کو ہوتی رہی ہے اور جس قلیل عرصہ میں جو بعد زمانہ نبوی تیس برس سے بھی کم تھا وہ دنیا

ص۸۱

کے اکثر حصوں میں شہرت پاگیا ہے وہ ایسا طور اور طریق چاروں طرف سے محفوظ ہے کہ اُسمیں یہ گنجائش ہی نہیں کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیشگوئی افترا کرکے قرآن شریف میں درج ہوسکتی جسکے افترا پر عیسائیوں یہودیوں عربیوں مجوسیوں میں سے کسی کو بھی اطلاع نہ ہوتی اسی وجہ سے اگرچہ آجتک صدہا فاضل انگریزوں نے بوجہ شدت عناد بہت کچھ مخالفانہ حملے اپنی کتابوں اور تفسیروں میں قرآن شریف پر کرنے چاہے ہیں جنمیں وہ باطل پر ہونے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکے مگر یہ رائے جو آپ نے بیان کی آجتک اُن میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ سو آپ کا ایسی کتاب کو مؤرخانہ وقعت سے باہر سمجھنا اور جوہر صافی اور خس و خاشاک برابر خیال کرلینا اور صاف صاف

۸۲ص فرق دیکھ کر اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال لینا صرف نظر کا گھاٹا ہے ۸۲ ص و بس۔

قولہ ۔ اگر خلاف قانون قدرت پر اس وجہ سے یقین کیا جائے کہ پرمیشر سرب شکتی مان ہے تو پھر دنیا میں ہم کسی بات کو بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے اور مذہبی اور دغاباز لوگ روز بروز بہکا سکتے ہیں ❊

اقول ۔ اے صاحب مَیں نے آپکو کب اور کس وقت کہا ہے کہ بے ثبوت اور تحقیق ہر یک بات کو مان لیا کرو میں تو آپ کو کھلا کھلا ثبوت دے رہا ہوں اور خود میرا یہی اصول ہے کہ بے تحقیق کسی تاریخی واقعہ کو نہیں ماننا چاہیئے لیکن میں ساتھ اِس کے آپکو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر حقیقی دانائی سے کچھ بہرہ حاصل کرنے کا شوق ہے تو چند ناکارہ اور محدود تجارب کا نام قانون قدرت مت رکھو اور کوئیں کے مینڈک کی طرح دنیا میں اُسی قدر پانی مت سمجھو جو آپکی نظر کے سامنے ہے ایک تو آپکے مذہب میں پہلے ہی سے یہ خرابی ہے کہ آپ لوگ اپنے تئیں واجب الوجود اور قدیم ہونے میں پرمیشر کے بھائی بند خیال کررہے ہیں پھر اگر یہ دوسرا اعتقاد فاسد بھی اُسکے ساتھ مِل گیا کہ پرمیشر کی طاقتیں اور قدرتیں بھی آپکے معلومات سے زیادہ نہیں تو اس صورت میں آپ صرف بھائی بند نہ رہے بلکہ پرمیشر کے بزرگ بھی ٹھہر گئے کیونکہ بزرگوں اور باپوں کو

یہ کہنا بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نسبت یہ دعوے کریں کہ اِن کے معلومات ہمارے معلومات سے زیادہ نہیں ؀

قولہ ۔ باقی سوالات جو مرزا صاحب نے اِس غرض سے کیئے ہیں کہ پہلے انسان اپنے گھر کو سوچ لے ۔ اگر اپنے میں نقص ہو تو دوسرے سے سوال نہ کرے تمام جہان کے نزدیک یہ مسئلہ غلط ہے ؀

اقول ۔ ماسٹر صاحب آپ تمام جہان کو کیوں ناحق بدنام کرتے ہیں اپنے خیالات عجیبہ سے غرض رکھیں اس بات کو کون نہیں جانتا کہ بحث مباحثہ اظہارِ حق کی غرض سے ہونا چاہیئے یعنی اِس نیت سے کہ اگر حق ظاہر ہو تو اُسے قبول کریں مگر وہ شخص صفحہ ۸۳
جو ایک بات کو اپنے لئے تو جائز رکھتا ہے لیکن اگر فریق مخالف کے کسی امر مسلّم میں اُسکے ہزار جزو میں سے ایک جز بھی پائی جائے اور کیسی ہی خوبی سے پائی جائے تب بھی اُسکو قبول نہیں کرتا ایسے شخص کی نیت ۔۔۔ ہرگز بخیر نہیں ہوتی اور جو وقت اُس کے ساتھ بحث میں خرچ ہو وہ ناحق ضائع جاتا ہے پس کیا یہ بُری بات ہے کہ ایسے شخص کو سمجھایا جائے کہ بھائی جبکہ تو خود آپ ہی ایسی باتوں کو مانتا ہو کہ نہ صرف بالاتر از عقل بلکہ خلافِ عقل بھی ہیں تو جو امور عقل محدود انسانی سے بالاتر ہیں اور اُنکا ثبوت بھی تجھے دیا جاتا ہے اُن کے ماننے میں تجھے کیوں تامل ہے بلکہ تمام تر دینداری و پرہیزگاری تو اِس میں ہے کہ اگر انسان ایک بات کو اپنی رائے میں صحیح سمجھتا ہے تو اُسی نوع کی بات میں اپنے مخالف کے ساتھ منکرانہ جھگڑا نہ لے بیٹھے کہ یہ اوباشانہ طریق ہے جسمیں فریقین کی تضیع اوقات ہے پھر یہ ظاہر ہے کہ ایسا جھگڑا کس قدر بُرا اور خلاف طریق انصاف ہوگا کہ ایسی بات سے انکار کیا جائے کہ جو اپنے مسلّمات سے صدہا درجہ صاف اور پاک اور قدرت الٰہی میں داخل اور تاریخی طور پر ثبوت بھی اپنے ساتھ رکھتی ہو بیشک ایسا نکما جھگڑا کرنے والا اپنا اور اپنے مخالف کا وقت عزیز کھونا چاہتا ہے جس کو

الزامی جواب سے متنبہ کرنا اپنے حفظ اوقات کے لئے فرض طریق مناظرہ ہے اور نیز چونکہ دنیا میں مختلف طبیعتوں کے آدمی ہیں بعض لوگ جو نادر الوجود ہیں وہ تحقیقی بات سُنکر اپنی ضد چھوڑ دیتے ہیں اور اکثر عوام جو تحقیقی جواب سمجھنے کا مادّہ ہی نہیں رکھتے یا بعض انہیں سے کچھ مادّہ تو رکھتے ہیں مگر چاند پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں اسلئے انکا مُنہ الزامی جوابوں سے بند ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ الزامی طور پر چند مسلّمات آپکے آپکو سُنائے گئے ورنہ اصل مدار جواب کا تو تحقیق پر ہی ہے بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ ہر چند ویدوں میں بہت سی بے بنیاد کہانیاں بطور معجزات گزشتہ دیوتاؤں کے لکھی ہیں مثلاً رگ وید اشٹک اوّل میں لکھا ہے کہ انہوں (دیوتاؤں) نے
صفحہ ۸۴ کسی نامعلوم زمانہ میں ایک لولے کو لوہے کی ٹانگیں دے دی تھیں اور بانجھ کو دودھیلا کر دیا تھا اور ایک اندھے کو سوجاکھا بنا دیا تھا اور ایک شخص جس کا سر کٹ گیا تھا بجائے اُس سر کے گھوڑے کا سر اُس پر لگا دیا تھا اور سیادرشی کو جسکے تین ٹکڑے ہوگئے تھے از سر نو زندہ کر دیا تھا وغیرہ وغیرہ مگر ہم نے الزامی جوابوں میں اِن کہانیوں کو پیش نہیں کیا کیونکہ گو اِن بے اصل قصّوں کو جنکا حوالہ کسی ایسے بے نشان زمانہ پر دیا گیا ہے جو وید کے وجود سے پہلے گذر چکا ہے تمام پرانوں والے تو مانتے ہیں مگر حال کے چند آریہ سماج والے اِن مقامات وید میں بڑی جان کنی سے بے سروپا و پُرتکلف تاویلیں کرتے ہیں ؏

تتمہ

آریوں کا اصولِ تناسخ قانونِ قدرت کے اصول سے منافی ہے

اے حضرات آریہ صاحبان اگر تمام جہان قانونِ قدرت کا قائل ہو جائے پھر بھی آپ لوگوں کو قائل ہونیکی کوئی سبیل نہیں کیونکہ قانون قدرت کے ماننے سے سب تار و پود

آپ کے مذہب کا ٹوٹ جاتا ہے آپ لوگ تو تصرفات قدرتیہ جناب الٰہی کے قائل ہی نہیں
اور نہ ہو سکتے ہیں اور قانون قدرت کو مانا تو آپ کا مذہب ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے
وجہ یہ کہ آپکا مسئلہ تناسخ تب قائم رہ سکتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کو اُس کے مختارانہ
کاموں اور ارادی قدرتوں سے اور اختیاری تصرفات سے اور ذاتی طاقتوں اور
ذاتی قوتوں سے ازل سے ابد تک معطل اور بیکار اور عاجز اور لاچار سمجھا جائے پس
اس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ لوگوں کا اواگون خدائے تعالیٰ کے قانون قدرت کا ضد
پڑا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا
کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ کے قادرانہ تصرفات کو تسلیم کیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ
اُس نے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کر کے صفحہ ۸۵
اجزائے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے
ہی ارادہ اور مشیت سے تمام چیزوں مادی و غیر مادی کو ایک پُرحکمت سلسلہ انتظام
میں خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے تو یہی مان لینا جس کا نام دوسرے
لفظوں میں قانون قدرت ہے آپ کے اصول تناسخ کی بیخکنی کرتا ہے وجہ یہ کہ
آپکا مسئلہ تناسخ اِس بنا پر کھڑا کیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر
کے ارادہ اور قدرت سے نہیں اور نہ اُسکی حکمت اور مصلحت سے ہے بلکہ گنہگاروں
کے گناہ نے یہ مختلف صورتوں کی چیزیں پیدا کر دی ہیں جسمیں پرمیشر کا ذرا دخل
نہیں۔ مثلاً گائے جو دودھ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدھا جو
بوجھ اُٹھاتا ہے یا زمین جس پر ہم آباد ہیں یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوئے چراغ
اپنی مختلف قوتوں اور خاصیتوں سے انواع اقسام کے فوائد دنیا کو پہنچاتے
ہیں + یا گیہوں اور چنے اور چاول وغیرہ ماکولات جنکو ہم کھاتے ہیں یہ سب بقول صفحہ ۸۶

+ حاشیہ شاید کسی ناواقف آریہ کو اسجگہ دھوکا لگے کہ آریہ سماج والے اِس بات کے قائل
نہیں ہیں کہ روح بطور تناسخ چاند یا سورج یا زمین وغیرہ سے بھی تعلق پکڑ لیتی ہے بلکہ وہ

آپکے حقیقت میں انسانی روحیں ہیں جو کسی جنم گذشتہ کی شامت سے بطور تناسخ یہ صورتیں اختیار کرلی ہیں اور یہ سارا مجمع مختلف چیزوں کا جو زمین و آسمان میں نظر آتا ہے یہ سب حسب اصول آپ لوگوں کے اتفاقی ہے جسمیں پرمیشر کے

بقیہ حاشیہ - ان چیزوں کو جڑ یا بیجان سمجھتے ہیں تو اسکے جواب میں جاننا چاہیئے کہ اول تو آریوں کا ایسا خیال کرنا کہ سورج و چاند و زمین و اگنی و وایو وغیرہ یہ سب بے روح چیزیں ہیں جنمیں جان نہیں ہے سراسر غلط اور وید کی تعلیم سے بھی منافی ہے کیونکہ وید کے صدہا مقامات سے ثابت ہے کہ سورج چاند اور اگنی وغیرہ ارکان اوّلیہ عالم کے لئے ایک ایک روح ہے ان روحوں کے یونانی و مجوسی بھی قائل ہیں ایسا ہی دنیا کے تمام تناسخیہ فرقے اِن ارواح کو مانتے ہیں بلکہ اُن کا بیان ہے کہ جب انسانی روح سورج و چاند و ستاروں وغیرہ سے تعلق پکڑتی ہے تو پھر وہ دیوتا بنکر قابل پرستش ہو جاتی ہے اسی وجہ سے تو قدیم سے ہندو لوگ سورج و آگ وغیرہ کی پرستش کرتے آئے ہیں اور اب بھی ان میں سے بہت سا گروہ اِس پرستش پر قائم ہے یونانی بھی ان چیزوں کی پرستش کرتے رہے ہیں اور انکا نام وہ ارباب الانواع رکھتے ہیں گبروں کا آتش پرستی کرنا تو سب سے بڑھکر ہے۔ اگر صد سال گبر آتش فروزد - چو یکدم اندراں افتد بسوزد ۔ ماسوا اسکے یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر یک جسم میں جتنے ذرات ہیں اُسیقدر روحوں کا اُس سے تعلق ہے اگر ایک قطرہ پانی کو خوردبین سے دیکھا جائے تو ہزاروں کیڑے اُسمیں نظر آتے ہیں ایسا ہی پھلوں میں اور بوٹوں میں اور ہوا میں بھی کیڑے مشہود و محسوس ہیں۔ بہرحال ہر یک جسم دار چیز کیڑوں سے بھری ہوئی ہے مگر کبھی وہ کیڑے مخفی ہوتے ہیں یا یوں کہو کہ بالقوہ پائے جاتے ہیں اور کبھی کمون قوۃ سے حیز فعل میں آجاتے ہیں مثلاً جس اناج کو دیکھو تو بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اسمیں کوئی کیڑا نہیں اور پھر خود بخود اسکے اندر میں ہی سے کچھ تغیر پیدا ہو کر اسقدر کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں کہ گویا سب جسم کیڑے ہی کیڑے ہیں اِس سے ظاہر ہے کہ ارواح کو اجسام سے ایک لازمی اور دائمی تعلق پڑا ہوا ہے اب جو شخص تناسخ یعنی آواگون کا قائل ہے ضرور اُسکو کہنا پڑیگا کہ اجسام نباتی و معدنی و حیوانی و اجرام علوی کا ایک ایک ذرہ کسی وقت انسان کی روح تھا کیونکہ جیسا کہ تجربہ ثابت کر رہا ہے ایک

ارادہ اور قدرت کا سر مو دخل نہیں اور نہ اُسکو ان چیزوں کے زیادہ یا کم کرنے یا موجود یا معدوم کرنے میں ایک ذرا اختیار ہے اور آپ لوگوں کے خیال میں یہ جما ہوا ہے کہ اگر انسانی روحیں مرتکب گناہوں کی نہ ہوتیں تو یہ چندیں ہزار عالم مخلوقات جو نظر آرہا ہے انہیں سے ایک بھی نہ ہوتا گویا ہریک آرام دنیا کا بزعم آپ لوگوں کے بدکاریوں سے ہی میسر آتا ہے اور تمام دنیوی نعمتوں کے حاصل ہونیکا اصل موجب بدکاریاں ہی ہیں کوئی شخص گناہ کر کے گائے کے جنم میں آئے تو آپ دودھ پیئیں اور پھر کسی

بقیہ حاشیہ۔ ایک ذرّہ جسم سے ایک ایک روح تعلق رکھتا ہے اور اجرام علوی میں روحوں کا ہونا شائد ناواقفوں کی نظر میں تعجب کا محل ہوگا لیکن حال کے فلسفیوں کی تحقیقاتوں نے کھول دیا ہے کہ کرہ شمس و قمر وغیرہ جانداروں کی آبادی سے خالی نہیں چنانچہ پنڈت دیانند اور اُس کے پیرو بھی اس بات کے قائل ہیں سو یہ بات تو ہریک کو معلوم ہے کہ جس کرہ میں کوئی جاندار چیز ہو وہ اسی کرہ کے مادہ سے ۸۸ پیدا ہوتی ہے جیسے کرۂ زمین میں جو کچھ ہے وہ زمین سے ہی پیدا ہوا ہے اور پیدا ہوتا ہے پس جبکہ اجرام علوی میں جانداروں کا ہونا ثابت ہے جسکو آریہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام جاندار سورج و چاند وغیرہ اجرام سے ہی پیدا ہوئے ہونگے اور اس پیدائش سے یہ ثابت ہوگیا کہ اجسام سفلی کی طرح اجرام علوی بھی کسی طور پر روحوں کی کانیں ہیں پس اس سے تناسخ والوں کو ماننا پڑا کہ کسی زمانہ میں سورج چاند وغیرہ اجرام انسانی روحیں تھیں اور پھر وہ کسی عمل کے نیک یا بد اثر سے سورج چاند وغیرہ اجرام بن گئے اور یہ اعتقاد جس قدر قانون قدرت اور عقل کا دشمن ہے اس کے بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ فتدبر۔ منہ

بدکاری سے گھوڑی کا جنم لے تو آپ کو سواری میسر ہو اور پھر کسی معصیت سے
گدھے یا خچر یا اونٹ کی جون میں پڑے تو آپ کی بار برداری کا کام چلے پھر اگر کوئی صـ۸۷
ایسا بڑا کام کرے جسکی سزا میں اُسکو عورت کی جون میں ڈالا جائے تو آپ لوگوں کو
جورو نصیب ہو اور اگر کوئی ایک شخص کسی شامت گناہ سے مرے تب وہی روح
اُسکی بیٹا یا بیٹی بنکر آپ کو صاحبِ اولاد بنائے اِس سے ثابت ہوا کہ بموجب
اصول آپکے تمام سلسلہ خدائی کا گناہوں کے طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور
میں نہ آتے تو پرمیشر تو کچھ چیز ہی نہ تھا اور اُسکی قدرتیں اور حکمتیں سب ہیچ اور
بے حقیقت تھیں پس آپ کو تو قانون قدرت کا نام ہی نہیں لینا چاہیئے کیونکہ
قانون قدرت کا تو یہ ضروری تقاضا ہے کہ تمام اجزائے عالم بحکم اُس واضع قانون — واضع
کے روز ازل سے باہم انضباط یافتہ ہیں یہ نہیں کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزاروں
قسم کی مخلوقات پیدا ہوگئی ہے اور اگر وہ بلا اتفاق نہ ہوتا تو پیدا ہونے سے رہ جاتے — زاید ہے
اور پرمیشر گو کیسا ہی اُن چیزوں کے پیدا کرنے کے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہو سکتا
غرض جب آپکا ایمان اور دھرم آپکو ایسی ایسی تعلیمیں دے رہا ہے تو پھر اس جگہ صـ۸۸
پرمیشر کی قدرتوں کا کیا ذکر اور قانون قدرت کے نام لینے کا کونسا محل ہے کیونکہ
قدرت یا قانونِ قدرت تو اُسے کہتے ہیں کہ اوّل اُس مالک کی خالقانہ طاقتوں اور
قادرانہ تصرفات اور مختارانہ کاموں کو تسلیم کرکے پھر اُس سلسلہ ظہور طاقتوں کو قانون
قدرت سے ملقب کیا جائے مگر اسجگہ تو وہ بات ہی نہیں رہی اور پرمیشر صرف
نام کا پرمیشر رہ گیا ہے جسکو ایک ذرّہ کے پیدا کرنے کی بھی طاقت نہیں ہاں روحوں
پر کسی مخفی وجہ کے سبب سے اُسکو تسلّط ہو گیا ہے شاید کسی اگلے جنم میں اُس نے
بہت اچھے کرم کیئے ہونگے جس سے وہ اِس حکمرانی کے لائق ٹھہر گیا غرض جب
پرمیشر میں قدرت کا نشان نہیں مختارانہ تصرفات کی صفت نہیں قادرانہ کاموں کی
ہمت نہیں ترتیب دنیا میں اُسکو کچھ دخل ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اِس لائق بھی

نہیں کہ اُسکا کوئی قانونِ قدرت ہو بلکہ وہی مثل صادق آئیگی کہ صـ۸۹ جامہ ندارم دامن صـ۸۹
از کجا آرم" ہاں اپنے ہی گناہوں کا آپکو شکر گذار ہونا چاہیئے جنہوں نے آپکو گؤں
کا دودھ پلایا گھوڑوں پر چڑھایا غرض سب آپکا کام بنایا اور سب کچھ کیا اور کرایا حقیقت
میں اِس مسئلہ تناسخ نے آپکو بہت کچھ فائدہ پہنچایا اگر اِس سے کچھ نقصان پہنچا تو بس یہی
کہ ایک تو پرمیشر ہاتھ سے گیا اور دوسرا حلال حرام کا کچھ ٹھکانہ نہ رہا خیر پرمیشر کا تو
آپکو کیا افسوس ہوگا گذارہ تو چلا ہی جاتا ہے مگر جو حلال حرام میں گڑ بڑ پڑ گیا یہ خرابی
ایک دنیادار غیر تمند کی نظر میں بھی جسکو ایک ذرہ ننگ و ناموس کا پاس ہو قابل
برداشت نہیں کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہے تو اسکے رو سے ممکن ہے کہ کسی شخص
کی والدہ یا دختر یا حقیقی بہن یا دادی یا نانی مرنیکے بعد کسی عورت کی جون میں پڑ کر پھر اسی
شخص کے نکاح میں آجاے جسکی ماں یا لڑکی ہے اور دنیا جو ایک ظلمت کدہ اور
بے تمیزی کی جگہ ہے اِس میں کون آکر خبر دے سکتا ہے کہ اے بھلے مانس اِس سے
شادی مت کرو یہ تو تیری ماں یا بہن یا نانی ہے سو سوچکر دیکھ لینا چاہیئے کہ اِس
اواگون کے مسئلہ نے صرف آپکے پرمیشر کی عزت پر ہی ہاتھ نہ ڈالا بلکہ ایسے ضرر بھی
اِسمیں موجود ہیں اور بلاشبہ جو شخص اِس مسئلہ تناسخ کو روا اور جائز سمجھتا ہے
اُسکو اِسکے بدنتائج بھی روا اور جائز کہنے پڑینگے مگر ہائے افسوس جو لوگ دنیا کے
پرستار ہیں اور قومی تعصبوں کی زنجیر میں گرفتار ہیں وہ تو اپنے بدعقیدوں کو کسی تعصب
چھوڑنا نہیں چاہتے قوم کا رُعب اُنکے دلوں پر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی
حد تک پہنچ گیا ہے خدائے تعالیٰ کا اُن کے دلوں میں اتنا بھی قدر نہیں جو ایک
بوڑھی عورت کو اپنے گھر کی سوئی کا ہوتا ہے ؛ ۵

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں ؛ نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں ؛ ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جیتے پڑے ہیں کو نہ بندگی پاتے ہیں ؛ کیا کیا نہ انکی حرص میں آنسو بہاتے ہیں

پر اُنکو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں ۔ آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

اُنکے طریق و دھرم میں گو لاکھ ہو فساد ۔ کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد صـ ۹۰

پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب ۔ کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب

دل میں لگی ہے کہ مرنا نہیں کبھی ۔ ترک اِس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نکند ایں سرائے خام
دنیائے دُوں نماند و نماند بہ کس مدام

تمت المباحثة الاولیٰ

وللہ الحمد فی الاولیٰ والاُخریٰ

---

۸۱ ؎

مباحثہ ثانیہ ﷺ؎۹۱

منعقدہ ۱۴؍ مارچ ۱۸۸۶ء

اعتراض از طرف مؤلف رسالہ ہذا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

آریہ صاحبوں کا اعتقاد ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتی یعنی نجات ہمیشہ کے لئے انسان کو نہیں مل سکتی بلکہ ایک مدّت مقرّرہ تک مکتی خانہ میں رکھکر پھر اُس سے باہر نکالا جاتا ہے اب ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ دونوں اعتقاد ایسے ہیں کہ ایک کے قائم ہونے سے تو خدائے تعالیٰ کی توحید بلکہ اُس کی خدائی ہی دُور ہوتی ہے اور دوسرا اعتقاد ایسا ہے کہ بندہ وفادار پر ناحق کی سختی ہوتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزاءِ صغار اجسام کو قدیم اور انادی مانا جائے تو اسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ اس صورت میں خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جس حالت میں بقول آریہ صاحبان ارواح یعنی جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزاء صغار اجسام بھی خود بخود ہیں تو پھر صرف جوڑنے جاڑنے کے لئے ضرورت صانع کی ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ایک دہریہ جو خدائے تعالیٰ کا منکر ہے عذر پیش کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تم نے کل چیزوں کا وجود خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اِس بات پر کیا دلیل ہے کہ ان چیزوں کے باہم جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے دوسری یہ قباحت کہ ایسا اعتقاد ﷺ؎۹۲ ﷺ۹۲
خود خدائے تعالیٰ کو اُسکی خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ ہم نفس

اور خواص ارواح سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جسقدر ارواح میں عجائب و غرائب خواص بھرے ہوئے ہیں وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہیں ہو سکتے مثلاً روحوں میں ایک قوّت کشفی ہے جس سے وہ پوشیدہ باتوں کو بعد مجاہدات دریافت کر سکتے ہیں اور ایک قوّت اُنہیں عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر سکتے ہیں ایسا ہی ایک قوّت محبّت بھی اُن میں پائی جاتی ہے جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اگر ان تمام قوتوں کو خود بخود بغیر ایجاد کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اسمیں بڑی ہتک عزّت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا کہ جو عمدہ اور اعلیٰ کام تھا وہ تو خود بخود ہے اور جو ادنیٰ اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا ہو گا کہ جو خود بخود عجائب حکمتیں پائی جاتی ہیں وہ پرمیشر کے کاموں سے کہیں بڑھکر ہیں ایسا کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اس اعتقاد سے آریہ صاحبوں کے خدائی پر بڑا صدمہ پہنچیگا یہانتک کہ اُسکا ہونا نہ ہونا برابر ہو گا اور اُسکے وجود پر کوئی عقلی دلیل قائم نہ ہو سکے گی اور نیز وہ مبداء کل فیوض کا نہیں ہو سکیگا بلکہ اُس کا صرف ایک ناقص کام ہو گا اور جو اعلیٰ درجہ کے عجائب کام ہیں اُنکی نسبت یہی کہنا پڑیگا کہ وہ سب خود بخود ہیں لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہے تو اس سے اگر فرضی طور پر پرمیشر کا وجود مان بھی لیا جائے تب بھی وہ نہایت ضعیف اور نکمّا سا وجود ہو گا جسکا عدم وجود مساوی ہو گا یہانتک کہ اگر اُسکا مرنا بھی فرض کیا جائے تو روحوں کا کچھ بھی حرج نہ ہو گا اور وہ اس لائق ہرگز نہیں ہو گا کہ روح اُسکی بندگی کرنے کے لئے مجبور کیجائے کیونکہ ہر ایک روح اُسکو جواب دے سکتی ہے کہ جس حالت میں تم نے مجھے پیدا ہی نہیں کیا اور نہ میری طاقتوں اور قوّتوں اور استعدادوں کو تم نے بنایا تو پھر آپ کس استحقاق سے مجھسے اپنی پرستش چاہتے ہیں اور نیز جبکہ پرمیشر روحوں کا خالق ہی نہیں تو اُنپر محیط بھی

صہ ۹۳ نہیں ہو سکتا اور جب احاطہ نہ ہو سکا تو پرمیشر اور روحوں میں حجاب ہو گیا اور جب حجاب ہوا تو پرمیشر سرب گیانی نہ ہو سکا یعنی علم غیب پر قادر نہ ہوا اور جب قادر نہ رہا تو اُسکی سب خدائی درہم برہم ہو گئی تو گویا پرمیشر ہی ہاتھ سے گیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم کامل کسی شئے کا اُسکے بنانے پر قادر کر دیتا ہے اسلئے حکما کا مقولہ ہے کہ جب علم اپنے کمال تک پہنچ جائے تو وہ عین عمل ہوتا ہے اِس حالت میں بالطبع سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پرمیشر کو روحوں کی کیفیت اور کُنہ کا پورا پورا علم بھی ہے یا نہیں اگر اُسکو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونے کے پھر ایسی ہی روح بنا نہیں سکتا سو اِس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ اُن کی نسبت پورا پورا علم بھی نہیں رکھتا دوسرا ٹکڑا ہمارے سوال کا حق العباد سے متعلق ہے یعنی یہ کہ آریہ صاحبان کے اعتقاد مذکورۂ بالا کے رو سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرمیشر اپنے بندوں سے بھی ناحق کا ایک بخل رکھتا ہے کیونکہ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مکتی اور نجات کی اصل حقیقت یہی ہے کہ انسان ماسوے اللہ کی محبت سے مُنہ پھیر کر پرمیشر کی محبت میں ایسا محو ہو جائے کہ جس طرح عاشق اپنے محبوب کے دیکھنے سے لذت اُٹھاتا ہے ایسا ہی اپنے محبوب حقیقی کے تصوّر سے لذّت اُٹھائے اور محبت بجز معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور قاعدہ کی بات ہے کہ موجب محبت کے دو ہی امر ہیں یا حُسن یا احسان ۱؎ پر اطلاع کامل ظہور پاتا ہے تو لامحالہ اُس سے کامل محبت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل محبت سے لذّت ملتی ہے پس اسی جہان سے بہشتی زندگی عارف کی شروع ہو جاتی ہے اور وہی معرفت اور محبت عالم آخرت میں سرور دائمی کا موجب ہو جاتی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں نجات سے تعبیر کرتے ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ جب ایک شخص کو پورا پورا سامان نجات کا میسّر آگیا اور پرمیشر کی کرپا اور فضل سے مکتی پا گیا تو پھر کیوں پرمیشر اُسکو ناکردہ گناہ مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے

۱؎ یعنی جب انسان بباعث اپنی کامل معرفت کے اللہ تعالےٰ کے حسن و احسان

کیا وہ اس بات سے چڑتا ہے کہ کوئی عاجز بندہ ہمیشہ کے لئے آرام پا سکے جس حالت میں ابدی بقا کی روحوں میں قوت رکھی گئی ہے تو کیا پرمیشر اپنے بندوں کو ابدی سرور نہیں دے سکتا بعض صاحب اس جگہ پر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ بندوں کے اعمال محدود ہیں اس لئے جزا بھی اُس کی محدود ہی ملتی ہے مَیں کہتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے کیونکہ عمل اعظم بندہ کا یہی ہے کہ وہ وفاداری سے ایمان لاتا ہے اور بے انتہا وفاداری کی نیت سے تکالیف مالی وجانی اُٹھانے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے تو اس صورت میں عمل اُس کا محدود نہ ہوا بلکہ غیر محدود ہوا اگر پرمیشر اُسکو زندہ چھوڑتا تو وہ کبھی بیوفائی نہ کرتا یہ نعوذ باللہ پرمیشر کا قصور ہوا کہ اُس نے اُسکو مہلت نہ دی ماسوا اسکے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے موجب نجات دُمکتی کا ایک ایسا امر ہے کہ وہ پرمیشر کی صحبت میں رہ کر کم نہیں ہو سکتا بلکہ ترقی کرنا چاہیے کیونکہ کوئی عقلمند ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ پرمیشر کی صحبت سے گیان اور محبت میں کچھ فرق آجاتا ہے اور جس طرح ممکن نہیں کہ باوجود چراغ کے ہونیکے اندھیرا ہو جائے اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ باوجود علل موجبہ مکتی کے پھر کوئی شخص مکتی خانہ سے باہر نکالا جائے پرمیشر بمنزلہ خریدار کے نہیں ہے تا یہ کہا جائے کہ جسقدر اُس نے کوئی چیز لی اُسی قدر اُس نے دام بھی دے دیئے بلکہ یہ معاملہ محبت وعشق کا ہے اور کوئی منصف مزاج معشوق اپنے وفادار عاشق سے ایسا بدمعاملہ ہرگز نہیں کر سکتا کہ اُسکو ناحق خرابی میں ڈالے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا پرمیشر اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ اپنے بندہ کو ہمیشہ کے لئے مکتی دیدے۔ اگر قادر ہے اور بندہ وفادار بھی اُس کا مستحق ہے۔ اور علل لازمہ موجبہ بھی دائمی مکتی کو چاہتے ہیں تو پھر کیوں پرمیشر ایسی سختی کرتا ہے کہ اوّل ایک بندہ کو ایک ایسا مقرب بنا کر کہ وہ اوتار ہو گیا یا اُس پر وید نازل ہوگئے پھر ناحق اُس کی عزت بگاڑ دیتا ہے اور رفتہ رفتہ مختلف جونوں میں ڈالکر اُس کی کیڑے مکوڑوں تک نوبت پہنچاتا ہے بعض صاحب یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ کام پرمیشر نے ایک مصلحت سے اختیار کر رکھا ہے اور وہ مصلحت

ص۹۴

یہ ہے کہ چونکہ پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ کل ارواح معدود اور محدود ہیں تو اس صورت میں اگر پرمیشر اُن سب کو مکتی دیدے تو پھر ہمیشہ دنیا پیدا کرنیکا سلسلہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ جو روح مُکتی پا کر مکتی خانہ میں گیا وہ تو گویا ہاتھ سے گیا اور بباعث نہ ہونے آمدن اور روزمرہ کے خرچ کے آخر سب روح ایک دن ختم ہو جائینگے اور پھر پرمیشر دنیا پیدا کرنے سے قاصر اور عاجز رہیگا اور یہ امر خلاف اصول آریہ سماج ہے غرض آریہ صاحبوں کے اصول کے بموجب نہ پرمیشر کی توحید اور عظمت قائم رہتی ہے اور نہ مُکتی یافتہ روح کبھی ناگہانی آفت سے نجات پا سکتے ہیں بلکہ اُس شخص کی طرح جسکو ایک دورہ خاص پر مرگی کی بیماری پڑتی ہے ایسا ہی روحیں بھی ایک قسم کی بیماری میں ہمیشہ مبتلا رہینگی اور جیسے جیسے مکتی خانہ سے نکالنے کا وقت نزدیک آتا جائیگا ویسا ہی جزع فزع میں مبتلا ہوتے جائینگے خداوند کریم جلشانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے وامّا من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی) یعنی جو شخص اپنے پروردگار سے ڈر کر تزکیہ نفس کرے اور ماسوائے اللہ سے مُنہ پھیر کر خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع لے آئے تو وہ جنت میں ہے اور جنت اُس کی جگہ ہے یعنی خود ایک روحانی جنت بباعث قوت ایمانی و حالتِ عرفانی اُس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے ساتھ رہتی ہے اور وہ اُس میں رہتا ہے سو اس جگہ ماسٹر صاحب سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ بمقابل اس آیت قرآنی کے جو جاودانی اور لازوالی مکتی پر دلیل پیش کرتی ہے جو کچھ وید میں محدود مُکتی کا فلسفہ بتلایا گیا ہے وہ شرتی بھی اس جگہ پیش کر دیں ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء

جواب لالہ مرلی دھر صاحب مع جواب الجواب از طرف مؤلف رسالہ ہذا

قولہ - مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ سماج والوں کا اعتقاد یہ ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں

کی اور کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں ایسا ہی اُنکا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مُکتی
یعنی نجات ہمیشہ کے لئے کسی انسان کو نہیں مل سکتی بلکہ ایک مُدّت مقرّرہ تک مکتی خانہ
میں رکھکر پھر اُس سے نکالا جاتا ہے یہ بیان مرزا صاحب کا بہت (صفحہ ۹۶) کچھ فرق آریہ سماج صفحہ ۹۶
کے اصولوں سے رکھتا ہے جو آگے ظاہر کیا جائیگا۔

اقول - جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اس بیان میں ذرہ فرق نہیں بلاشبہ آریہ سماج
والوں کے یہ دونوں اعتقاد ہیں جن پر تناسخ یعنی اواگون کی بنیاد ہے اگر کچھ فرق تھا
تو آپنے ظاہر کیا ہوتا آپنے وعدہ تو کیا کہ آگے جاکر اس فرق کو بیان کرینگے مگر کسی جگہ بیان
نہ کیا کہ یہ فرق ہے بلکہ آگے جاکر تو بقول شخصے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد آپنے صاف
اقرار کر دیا کہ ایسا ہی اعتقاد آریہ سماج والے رکھتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ لوگوں
کے دل بھی اس بات پر شہادت دیتے ہیں کہ یہ وید کے دونوں اصول سخت درجہ کے مخالف
عظمت و قدرت و توحید و شان الٰہی ہیں اسی واسطے کبھی کبھی لوگوں کی شرم سے آپ
لوگوں کی طبیعت اخفا کی طرف رجوع کر جاتی ہے مگر ایسی باتوں کو آپ کیونکر چھپا سکتے
ہیں جو پنڈت دیانند صاحب کے قلم سے مشتہر ہو چکی ہیں خویش و بیگانہ اسپر اطلاع
پا چکے ہیں۔ ماسٹر صاحب آپ بُرا نہ مانیں آپکے وید کی ایسی ایسی تعلیموں نے ناستک
مت والوں (دہریوں) کو بہت کچھ مدد دی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو آریہ صاحبوں
کا وید ایک ایسا خدا بتا رہا ہے جس سے حق جو آدمی ضرور ہے کہ نفرت کرے وہ اپنے
پرمیشر کو اپنی بادشاہی کا خود موجب نہیں سمجھتے بلکہ ایسا خیال کرتے ہیں کہ وہ بادشاہت
کسی بخت و اتفاق سے اُسکو ملی ہے یعنی اُس کی خوش قسمتی سے چند ارواح اور اجسام
بنے بنائے اُس کو مل گئے ہیں اور شاید ابھی ارواح اور اجسام کا کوئی اور دفینہ بھی
کسی جگہ پوشیدہ ہو جسکی ہنوز پرمیشر کو اطلاع نہیں ہوئی مگر کیا یہ ایسا اعتقاد ہے جسکو
عظمت و قدرت و شان کبریائی حضرت اللہ جلشانہٗ کے مطابق کہ سکتے ہیں خدا تعالیٰ
وہ کامل ذات ہے جو تمام فیوض کا مبدء اور تمام انوار کا سرچشمہ اور تمام چیزوں کا قیوم

اور تمام خوبیوں کا جامع اور تمام کمالات کا مستجمع اور عجز اور نقص اور احتیاج الی الغیر
سے پاک ہے لیکن تم سوچکر دیکھو کہ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ارواح اور اجسام کی غیر
مخلوق اور خود بخود ماننے سے اُن تمام صفات کاملہ الٰہیہ میں سے کوئی بات بھی ص۹۷
قائم نہیں رہ سکتی اور ایک ایسا سخت صدمہ اُس کی شان خدائی پر پہنچتا ہے کہ اُس میں
سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا ؛

ایک ادنیٰ درجہ کی عقل بھی سمجھ سکتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ایک ہونے کے
یہی معنی ہیں کہ درحقیقت وجود اُسی کا وجود ہے اور باقی سب چیزیں اُس سے
نکلی ہیں اور اُسی کے ساتھ قائم اور اُسی کے رشحات فیض سے اپنے کمالات
مطلوبہ تک پہنچتی ہیں مگر افسوس کہ آریوں کا علم الٰہی اسکے برخلاف بتلا رہا ہے اُنکی
کتابیں انہیں دعویٰوں سے پُر ہیں کہ ہم بھی پرمیشر کی طرح قدیم اور غیر مخلوق اور
انادی اور اُس کی مشابہ اور اپنے اپنے وجود کے آپ خدا ہیں نہیں سوچتے کہ اگر
وہ بھی قدیم الذات اور قائم بذاتہٖ اور واجب الوجود ہیں تو پھر خدا جیسے ہو کر اُس کے
ماتحت کیوں ہوگئے اور کس نے درمیان میں ہوکر دونوں میں تعلق پیدا کر دیا افسوس
کہ ان لوگوں نے عقیدہ باطلہ وید سے ایسی محبت کی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت
اور کمالیت کے لئے ذرہ غیرت باقی نہیں رہی اور اس عقیدہ مذکورہ بالا کے بد تر اثر نے
اُنکا کچھ باقی نہیں چھوڑا اور اسی بد اعتقاد کا بد اثر جاوِدانی نجات کا بھی رہزن
ہوا ہے اور اسی کی نحوست سے آریہ مت کے دفتر میں ایک ہنگامہ مفاسد برپا ہوتا
ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کو صحیح یا غلط طور پر جاننا ایک ایسا امر ہے
کہ اُس کا اثر (جیسا کہ ہو) تمام باقی اصولوں پر پڑتا ہے اگر اُس میں صلاحیت ہو تو
دوسرے اصول بھی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر اُس میں فساد ہو تو وہ فساد
دوسرے اصولوں میں بھی سرایت کرتا ہے اِسی جہت سے اس اصل الاصول کے
بگڑنے سے آریوں کے سب عقائد کی منبیانا س ہوئی ہے اور سب خیالات کو

اس ایک ہی بگڑے ہوئے خیال نے تہ و بالا کر دیا ہے اور اب جب تک اس کی اصلاح نہ ہو تب تک باقی خراب شدہ خیالات کسی نوع سے درستی پر نہیں آسکتے اب حقیقت میں آریوں کو بڑی مشکل پیش آگئی ہے اب اِن دونوں وید اور پرمیشر سے ایک کو ضرور چھوڑنا پڑیگا ✣

۹۸ یہ بات ایک لڑکا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سب ارواح اور اجسام خود بخود پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی ہیں اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں٭ تو پرمیشر اس دعویٰ کا ہرگز مجاز نہیں رہا کہ میں اِن چیزوں کا رب اور پیدا کنندہ ہوں کیونکہ جبکہ ان چیزوں نے پرمیشر کے ہاتھ سے وجود ہی نہیں لیا تو پھر ایسا پرمیشر ان کا رب اور مالک کیونکر ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی بچہ بنا بنایا آسمان سے گرے یا زمین کے خمیر سے خود پیدا ہو جائے تو کسی عورت کو یہ دعویٰ ہرگز نہیں پہنچتا کہ یہ میرا بچہ ہے بلکہ اُس کا بچہ وہی ہوگا جو اسکے پیٹ سے نکلا ہے سو جو خدا کے ہاتھ سے نکلا ہی وہی خدا کا ہے اور جو اسکے ہاتھ سے نہیں نکلا وہ اُس کا کسی طور سے نہیں ہو سکتا۔ کوئی صالح اور بھلا مانس ایسی چیزوں پر ہرگز قبضہ نہیں کرتا جو اُسکی نہ ہوں تو پھر کیونکر آریوں کے پرمیشر نے ... ایسی چیزوں پر قبضہ کر لیا جنپر قبضہ کرنیکا اُسکو کوئی استحقاق نہیں سو سوچنا چاہیئے کہ یہ بات کسقدر مکروہ اور دُور از حقانیت ہے کہ مالک الخلق اور رب العالمین کو اُسکی مخلوقات سے جواب دیا جاتا ہے اور جو اصل حقیقت خدائی کی اُس سے اسکو الگ کیا جاتا ہے ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ اگر ہندوؤں کے وید میں کوئی اور غلطی نہ ہوتی تو اسکے مخالف حق ہونیکے لئے یہی ایک بڑی دلیل تھی

✣ حاشیہ٭ خدا بمعنی خود آئندہ ہے اور خدائے تعالیٰ جلشانہٗ اسیوجہ سے خدا کہلاتا ہے کہ وہ کسی کے پیدا کرنیکے بغیر خود بخود ہے سو اگر ارواح و اجسام بھی خود بخود ہیں تو وہ سب خدا ہی ہوئے اور بموجب اصول آریہ کے انکو بھی خدا کہنا جائز بلکہ واجب ہوا۔ منہ

کہ خدائے تعالیٰ کی صفات حقّہ کے بیان کرنے میں اُس نے ایسی رہ زنی کی ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کی خدائی قائم ہونیکے لئے بہت ضروری امر تھا وہی اُس نے جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے ؏

ایسا ہی ذرا سوچ کر معلوم کر لینا چاہیئے کہ اگر یہ تمام روحیں جنکے پیدا کرنے کی پرمیشر کو طاقت نہیں ہمیشہ کے لئے مکتی پا جائیں تو پھر پرمیشر بجز اسکے کہ مجبوری
کے طور پر خالی ہاتھ عہ۹۹ بیٹھا رہے اور کیا کر سکتا ہے تو اس صورت میں وہ اصول آریہ سماج عہ ۹۹
والوں کا جو دنیا کا سلسلہ ہمیشہ بنا رہتا ہے کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ لوگوں کے اعتقاد کے رو سے پرمیشر کی بادشاہت صرف غیر مخلوق روحوں کے سہارے سے چل رہی ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر روحوں کو کبھی جاودانی مکتی نہیں دیگا تو پھر کیونکر سلسلہ دنیا کا منقطع ہوگا اور کیونکر پرمیشر مجبور ہو کر خالی بیٹھے گا تو ہم کہتے ہیں کہ ایراد اعتراض کے لئے محض فرض کرنا انکا ابدی کا جو امور ممکنہ میں داخل ہے کافی ہے کیونکہ فن فلسفہ میں اُمور جائز الوقوع میں صرف اُنکے فرض وقوع پر بحث کیجاتی ہے نہ تحقق فی الخارج میں فلسفی کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہ امر وقوع میں آیا یا نہ آیا بلکہ فلسفی قطع نظر وقوع لا وقوع سے صرف مادہ جواز پر برہان قائم کرتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہتا ہے کہ اگر زید ایک تولہ زہر کھالے تو بیشک مریگا کیونکہ صدہا مرتبہ کا تجربہ صحیحہ و صادقہ اس بات پر شہادت دے رہا ہے پس اسکے جواب میں یہ معارضہ کہ زید نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں ہرگز زہر نہیں کھاؤنگا حجت کو اٹھا نہیں سکتا کیونکہ گو زید زہر کھانا نہیں چاہتا اور فرض کیا کہ اُس نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں ہرگز زہر نہیں کھاؤنگا لیکن عند العقل اسکا زہر کھانا اور مرنا ممکن ہے اسیواسطے صناعت منطق میں قضیہ ضروریہ مطلقہ سے قضیہ دائمہ مطلقہ کو اخص مطلق قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ قضیہ کہ ہر یک انسان بالضرورت حیوان ہے یعنی حیوانیت ہر یک انسان کے وجود

کو صفت ضروری ہے کہ جو اُسکے وجود سے منفک نہیں ہو سکتی یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور یہ دوسرا قضیہ کہ زید جو وکیل ہے ہمیشہ مقدمہ میں فتح پاتا ہے دائمہ مطلقہ ہے پس یہ جو دائمہ مطلقہ سے ہے قضیہ ضروریہ مطلقہ سے اسیواسطے اخص سمجھا جاتا ہے کہ گو فتح پانا زید کا مثل مفہوم ضروریہ مطلقہ کے جمیع اوقات میں پایا جاتا ہے اور ہمیشہ زید مقدمہ کو جیتتا ہے لیکن اُسکا جیتنا اور فتح پانا عند العقل ضروری نہیں۔ برخلاف قضیہ ضروریہ مطلقہ کے کہ اُس میں دوام نسبت حیوانیت کا انسان سے جو موضوع قضیہ کا ہے ضروری ہے کیونکہ عقل ہارنا اور شکست کھانا زید کا تجویز کر سکتی ہے گو اب تک ایک ظاہری اتفاق سے زید ہارا نہیں اور نہ کبھی شکست کھائی لیکن کوئی عقل سلیم سلب نسبت حیوانیت کا انسان سے تجویز نہیں کر سکتی۔ غرض جو امر عند العقل ممکن الوقوع ہے خارج میں اسکا واقع ہونا شرط نہیں اور نہ وقوع فی الخارج اور امکان فی نفس الامر میں کسی طرح کا تلازم ذہنی ہے پس اسی دلیل سے روحوں کا انادی ماننا نہ صرف خدائے تعالیٰ کے ازلی جلال اور اُسکی صفت ربوبیت اور مبدءِ فیض ہونیکو صدمہ پہنچاتا ہے بلکہ اُسکی ابدی خدائی اور قدرت تامّہ کا بھی جو مدار کار و بار الوہیت ہے بکلّی استیصال کر کے اُسکے نام و نشان کو مٹانا چاہتا ہے غرض یہ اصول اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا دشمن ہے ❊ صنا

ایسا ہی اِس کا بد نتیجہ جو نجاتِ محدود ہے ہر وقت یہ بات یاد دلاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بوجہ خالق نہ ہونے کے ناقص القدرت تھا اور بغیر مکتی محدود کے اُسکی خدائی نہیں چل سکتی تھی اسلئے مجبوراً اُس نے مکتی کو محدود رکھا گویا لوگوں کو اپنی بد قسمتی سے ایک ادھورا خدا ملا جو نجات جاودانی دینے پر قادر ہی نہ تھا اس لئے اُسکے بد قسمت بندے ہمیشہ کے لئے نجات پانے سے رہ گئے اور اسجگہ پرمیشر کا خیر خواہ بنکر مکتی محدودہ کا یہ جواب دینا کہ انسان دائمی مکتی پانے کا حق نہیں رکھتا اسلئے پرمیشر اُسکو دائمی مکتی نہیں دیتا ایک ہنسی کی

بات ہے کیونکہ پرمیشر تو بوجہ اپنے ضعف اور عجز اور ناطاقتی کے کسی وجہ سے دائمی مکتی دے ہی نہیں سکتا اور نہ ایسی قدرت رکھتا ہے تو اس صورت میں بندہ کے اعمال کا ذکر کرنا ہی فضول ہے کیا بندہ اپنے دائمی ایمان اور وفاداری کی وجہ سے دائمی جزا کا مستحق نہیں ٹھیر سکتا لیکن جب پرمیشر میں طاقت ہی نہیں تو دائمی مکتی کون دیوے اور اگر پرمیشر دائمی نجات دینے کا ارادہ بھی کرے۔ تو کیا کر سکتا ہے دیکھیے کسقدر آریہ صاحبان اپنے پرمیشر کی ہتک کر رہے ہیں ہم کیونکر باور کریں کہ وہ اسقدر موٹی بات کو بھی نہیں سمجھتے یا کیونکہ ہم تسلیم کریں کہ انکی انسانی فطرت ایسی مسخ ہوگئی ہے کہ ایسی ... صاف صاف صداقتیں بھی انکی ٹیڑھی نظر میں غلط دکھائی دیتی ہیں بلکہ سارا موجب قوم اور برادری کے پاس ہے جسکے باعث سے لاکھوں دنیا پرست خدا کو اور اُس کی پاک راہوں کو چھوڑ دیتے ہیں؛

اے ز تعلیم وید آوارہ — منکر از فیض بخشش ہموارہ
آں قدیرے کہ نیست زو چارہ — نزد تو عاجز است و ناکارہ
بشنوی گر بود بحق روئے — شورِ قالوا بلیٰ ز ہر سوئے
آنکہ با ذاتِ او بقا و حیات — چوں نباشد بدیع ما آں ذات
ناتوانی ست طور مخلوقات — کے خدا ایں چنیں بود ہیہات
کے پسند د خرد کہ ربّ قدیر — ناتواں باشد و ضعیف و حقیر
نظرے کن بہ شانِ ربّانی — داد رہی ما بہ کن بہ نادانی
اینچہ دین ست و اینچہ آئین ست — کہ خدا ناتوان و مسکین ست
گر بدیں دین و کیش ہستی شاد — مایۂ عمر رادہی برباد

قولہ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ (آریہ سماج والوں کے اعتقاد کے رو سے) مکتی شدہ شخص مکتی خانہ سے نکالا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آریہ سماج کے اصولوں کے موافق کوئی مکتی خانہ علیحدہ عمارت نہیں ۔

لے بھینگا دیکھنے والے (پنجابی)

لے ابھی کہیں والے (پنجابی)

اقول۔ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے اعتراض تو یہ تھا کہ روحوں کو انادی اور قدیم اور پرمیشر کی طرح واجب الوجود اور غیر مخلوق ماننے سے پرمیشر ایسا کمزور اور مجبور ٹھیر جاتا ہے کہ وہ کسی طرح رُوحوں کو دائمی نجات دینے پر قادر نہیں ہوسکتا گو ارادہ بھی کرے کیونکہ دائمی نجات دینے سے اُسکی خدائی کا سلسلہ دُور ہوجاتا ہے آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ مکتی خانہ کوئی علیحدہ عمارت نہیں جس سے نکالا جائے ناظرین سوچ سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کا جواب ہے جس حالت میں آریوں کا بالاتفاق یہ اصول ہے کہ ہمیشہ کے لئے کسی کی مکتی نہیں ہوسکتی کوئی اوتار ہو یا رشی ہو یا مُنی ہو بلکہ کچھ مُدّت تک نجات دیکر پھر اُس دارالنجات سے دارالتناسخ کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور مختلف جونوں میں گردش کرتے کرتے کیڑوں مکوڑوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ تو پھر کیا یہ اصول ماسٹر صاحب کو یاد نہیں یا دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور اگر ماسٹر صاحب کو لفظی نزاع کے طور پر یہ اعتراض ہے کہ مکتی خانہ کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے کیا کوئی اینٹوں یا پتھروں کی وہاں عمارت ہے جسکو خانہ کہنا چاہیئے تو ہمیں صرف ماسٹر کے اعتقاد پر افسوس نہ ہوگا بلکہ اُن کی علمیت و محاورہ دانی پر بھی سخت افسوس ہوگا کیا ماسٹر صاحب نہیں جانتے کہ تمام الفاظ تحقیقی طور پر ہی مستعمل نہیں ہوا کرتے بلکہ مجازات و استعارات بھی استعمال میں آتے ہیں مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ مَیں نے ایک بوتل شربت کی پی لی یا ایک رکیبی چاولوں کی کھالی تو کیا ماسٹر صاحب اُس سے یہ سمجھیں گے کہ اُس نے بوتل اور رکیبی کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھالیا ہے اسی طرح خانہ (یا دار) کا لفظ کئی محلوں اور موقعوں پر بولا جاتا ہے اور ہر جگہ اینٹوں یا پتھروں کی عمارات مراد نہیں ہوتی سو جس حالت میں آریوں کے نزدیک یہ دنیا دارالتناسخ ہے تو کیا بیجا ہوا اگر بمقابل اسکے دوسرے جہاں کا نام دارالنجات (مکتی خانہ) رکھا گیا۔ اگر اب بھی ماسٹر صاحب کے دل کو کوئی وہم پکڑتا ہو تو کسی اپنے

زیرک بھائی کو پوچھکر دیکھ لیویں ✦

قولہ - مرزا صاحب اپنا اعتقاد یاد کریں کہ اُنہوں نے مانا ہوا ہے کہ انسان بعد مرنے کے نجات پاکر ایک مکان بہشت میں رہیگا جہاں عمدہ باغ خدا نے لگایا ہوا ہے اچھی اچھی عورتیں یا حوریں موجود ہیں۔ نہریں شراب وغیرہ کی جاری ہیں۔ غرض نجات کی حالت میں بھی دنیاوی سامان موجود ہے اِس سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ وہاں وہ باتیں بھی موجود ہونگی جو یہاں ممنوع ہیں۔ مثلاً شراب اور بہت سی عورتیں مگر ایسا نہیں بلکہ نجات شدہ لوگ بڑے انند اور خودمختاری کی حالت میں رہینگے ✦

اقول - اے ماسٹر صاحب آپ یہ بے اصل باتیں مُنہ سے نکالتے ہوئے کچھ شرم تو کریں۔ اتنا جھوٹ کیونکر ہضم ہوگا بھلا حسب اصول آپکے نجات یافتہ لوگ ایک مُدّت مقررہ کے بعد مکتی خانہ سے کان پکڑ کر باہر نکال دیئے جائینگے اور اُنکے چلّانے پر کچھ رحم نہیں کیا جائیگا بلکہ بڑی سختی سے خلاف مرضی اُنکے حکم اخراج عمل میں آئیگا اور بڑی ذلّت اور رسوائی سے بقول شخصے کہ دیا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے) مکتی خانہ سے باہر پھینکے جائینگے تو کیا اُسوقت اُنکے لئے وہ نرگ کا نمونہ بلکہ اُس سے بدتر نہیں ہوجائیگا تو پھر اُس مجبورانہ مصیبت کے وقت خودمختاری کہاں رہیگی اور انند کیسا ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ نجات شدہ لوگ بڑی خوشی اور انند میں رہینگے افسوس ہے آپکی سمجھ پر کیا ایسے مقام میں بھی کوئی کامل خوشی میسر آسکتی ہے جس میں نکالے جانے اور پھر دوسری مرتبہ کروڑہا برسوں کی مصیبتوں کا دغدغہ درپیش ہے اور ہر دم یہی فکر جان کو کھا رہا ہے کہ اب تھوڑے عرصہ کے بعد بے شمار ذلتوں اور رسوائیوں کا مُنہ دیکھنا ہوگا پھر کیڑے مکوڑے کتّے بلّے بننا ہوگا پھر ایک گناہ کے بدلے میں لاکھوں جونیں بھگتنی ہونگی اور زمانہ دراز اور مُدّت غیر معین تک دُکھوں دردوں کو اُٹھانا ہوگا۔ کیا جسکو اسقدر ۱۰۳

یقینی اور قطعی طور پر غم در پیش ہے اور غم بھی کیسا غم کہ لا علاج وہ بھی خوش رہ سکتا ہے سو آپ کس مُنہ سے کہ سکتے ہیں کہ جس مُکتی خانہ کا وید نے ذکر کیا ہے وہ بڑے انند اور خود مختاری اور خوشی کی جگہ ہے آپ کے مُکتی خانہ سے خدا کی پناہ اگر ایسا ہی پرمیشر اور ایسا ہی اُس کا مُکتی خانہ ہے تو پھر بد قسمت زاہدوں عابدوں کے لئے اسجگہ بھی رونا اور اُسجگہ بھی رونا ہی ہوگا ؛

رہا آپ کا یہ اعتقاد کہ مسلمانوں کی بہشت میں دنیوی نعمتیں بھی موجود ہونگی تو یہ کچھ اعتراض کی بات نہیں بلکہ اس سے تو آپکو اور آپکے پرمیشر کو بہت شرمندہ ہونا چاہیئے کیونکہ مسلمانوں کے خداوند قادر اور غنی مطلق نے تو دائمی اور جاودانی طور پر سب کچھ اپنے بے انتہا خزانوں سے عالم آخرت میں قرآن شریف پر ایمان لانیوالوں کو عطا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونوں طور کی نعمتیں مرحمت فرمائیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُسکے سچے پرستار اس دنیا میں صرف روح ہی سے اُسکی بندگی اور اطاعت نہیں کرتے بلکہ روح اور جسم دونوں سے کرتے ہیں اور خلقت
انسانی کا کمال صرف روح ہی سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ جسم اور روح دونوں کے امتزاج و اختلاط سے پیدا ہوتا ہے سو اُس نے فرمانبرداروں کو سعادت تامہ تک پہنچانے کے لئے اور اُنکو پورا اجر دینے کیلئے نجات جاودانی کی لذّات کو دو قسم پر مشتمل کیا اپنے محبوبانہ دیدار کی لذّتیں بھی دیں اور اپنی دوسری نعمتیں بھی بارش کی طرح اُنپر برسائیں۔ غرض وہ کام کر دکھلایا جو اُس قادر عظیم الشان کی قدرتوں اور عظمتوں اور بے انتہا رحمتوں کے لائق ہے لیکن آپکا پرمیشر تو مفلس اور دیوالیہ نکلا اور اپنی عاجزی اور درویشی اور مفلسی اور ناطاقتی اور بے اختیاری کے باعث سے آپ لوگوں کو کسی ٹھکانہ نہ لگا سکا اور نہ کوئی مستقل خوشی پہنچا سکا غرض کچھ بھی نہ کر سکا۔ نہ روحانی نعمتیں ہمیشہ کے لئے دے سکا نہ جسمانی۔ اور دونوں طور سے آپکو ناکام اور نامراد اور محروم اور بے نصیب رکھا اور جسکے لئے مرتے تھے وہ ایسا نامنصف اور

بے سمجھ اور مورکھ اور بے خبر نکلا کہ اُس نے تمہاری روحانی اور بدنی مشقتوں کا کچھ بھی قدر نہ کیا اور اپنی اُلٹی سمجھ سے عاشقانہ وفاداریوں اور جان نثاریوں کو چند روزہ مزدوری خیال کر لیا۔ کیا ایسے بخیل اور ناطاقت اور بے سمجھ پرمیشر سے محبتیں بڑھ سکتی ہیں اور صفائی کامل سے کوئی دل رجوع ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اُسکی قدرت اور سخاوت اور قدر شناسی کی حقیقت کھلنے سے جپ تپ کرنیوالوں کی روحیں بہت ہی افسوسناک اور نادم ہونگی کہ اگر یہی پرمیشر اور یہی اُسکی مکتی تھی تو ہم نے خواہ مخواہ کی ٹکریں کیوں ماریں اور مکتی خانہ سے نکالے جانے کے وقت ضرور مضمون اس شعر کا رو رو کر پڑھتے ہونگے ؎

اَب تو کچھ سمجھ کے جان تجھ پہ کرینگے قربان ٭ ہم تو اُس روز کو پچھتاتے ہیں جب دل ہی دیا

سو خدائی کے کام وہ ہیں نہ یہ اور چارہ سازی اور بندہ نوازی اُسکو کہتے ہیں نہ اِسکو ؏

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اور سچ تو یہ ہے کہ وید کے رو سے اس ناکارہ اور ناقص مکتی کا ملنا بھی آپ لوگوں کے لئے محال ہے اور آپ کے پرمیشر نے محض ٹالنے کی غرض سے مکتی کے ملنے میں ایسی دشواریاں ڈال دی ہیں جو ممکن ہی نہیں کہ آپ لوگ اُن سے مخلصی پا سکیں بھلا جب ایک گناہ کیلئے ایک لاکھ اور کئی ہزار جون کی سزا ٹھیری اور ایک طرفۃ العین یعنی ایک پلکارہ بھی خدائے تعالیٰ سے غافل ہونا گناہ ٹھیرا تو پھر مکتی پانیکی کونسی راہ باقی رہی سو اگر آپ لوگ حقیقت حال کو سوچیں تو اپنی نو امیدی کی حالت کو دیکھ کر ماتم کریں اور سوگ میں بیٹھیں کیونکہ پرمیشر نے تو ایک طرح سے مکتی دینے سے آپ لوگوں کو جواب دیدیا ہے کیونکہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی۔ کیا اس زندگی موجودہ میں کوئی شخص آپ لوگوں میں سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے کبھی کسی قسم کا گناہ نہیں کیا نہ صغیرہ نہ کبیرہ اور نہ کبھی جھوٹ زبان پر آیا اور نہ کبھی کسی کو زبان یا ہاتھ یا آنکھ وغیرہ سے ستایا اور نہ کبھی مال ناجائز کھایا اور نہ کبھی ایک سکینڈ بھی اپنے پرمیشر کو بھلایا

(Margin: صفحہ ۱۰۵)

اور نہ کسی اور قسم کا گناہ یا بدخیال دل میں آیا میں جانتا ہوں کہ ایسا دعویٰ کرنا ممکن ہی نہیں تو پھر کسی آئندہ جون کا بھی اسی پر قیاس کر لیجئے کیونکہ اس دار الغفلت دنیا میں گناہ انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے اور جیسے فطرتی خواص اس موجودہ زندگی میں آپ سے الگ نہیں ہو سکے ایسا ہی کسی آئندہ جون میں اگر ان فطرتی خواص کا بکلّی دُور ہو جانا ممتنع اور محال ہے بعض موٹی سمجھ کے آدمی جنکو باعث اپنی نادانی اور نقصان علمی کے گناہ کی فلاسفی معلوم نہیں وہ شاید وجہ اپنے کمال درجہ کی سادہ لوحی کے ایسا خیال کرتے ہونگے کہ گویا گناہ انہیں دوچار باتوں کا نام ہے کہ انسان ارتکاب زنا یا خون یا شہادت دروغی پر دلیری کرے یا کسی جگہ سیندھ لگا دے یا کسی کی گانٹھ کتر لے اور پھر جب ان چند معدود اور مشہور جرائم کو چھوڑ دے تو پھر گناہ سے بکلّی پاک اور صفا ہو گیا اور اپنے پرمیشر کو کہہ سکتا ہے کہ اب تیرے حقوق سب مَیں نے ادا کر دیئے اور جو کچھ کرنا میرے پر واجب تھا اب کچھ نہیں کرنا۔ لیکن درحقیقت یہ خیال سراسر غلط بلکہ بھاری گناہ ہے جو انسان اپنے تئیں بے گناہ اور خدائے تعالےٰ جلشانہٗ کے سارے حقوق کو ادا کرنیوالا خیال کرے اسیوجہ سے راستبازوں اور مقدسوں نے طریق تواضع اور فروتنی اور استغفار کو لازم پکڑا اور کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں بکلّی نیک اور بے گناہ ہوں حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ اے نیک استاد تو آپ نے یہ پیارا اور دلکش جواب دیا کہ مَیں نیک نہیں ہوں یعنی ایک گنہگار آدمی ہوں تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ سبحان اللہ معرفت الٰہی انہیں پاک لوگوں کے حصّہ میں آئی تھی جنہوں نے کیسے ہی تقدس کی حالت میں بھی اپنے تئیں بیگناہ اور نیک نہیں سمجھا اور حقیقت میں اس سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہیں کہ اپنے تئیں بے گناہ خیال کیا جائے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ گناہ انسان کی سرشت کو ایک لازم غیر منفک ہے جس کا تدارک صرف رحمت اور مغفرت الٰہی کر سکتی ہے نہ کوئی اور چیز اور اگر خدائے تعالیٰ ہر ایک گناہ پر سزا دینے لگے اور استغفار اور توبہ قبول نہو اور فضل شامل حال نہ ہو تو بندہ کبھی نجات نہیں پا سکتا مثلاً اگر یہ سزا ہندوؤں کے اصول کے طور پر دیجائے یعنی جونوں میں ڈالا جائے تو اگر ہندوؤں کا پرمیشر قطع نظر ایک لاکھ جون سے ایک گناہ کے عوض میں صرف ایک جون کی سزا پر ہی کفایت

۱۰۶

کرے تب بھی اِس بے انتہا سلسلہ کا انقطاع محال ہے چہ جائیکہ ایک گناہ کے بدلے میں دو لاکھ کے قریب جو بھگتنی پڑی اور پھر اُس گناہ سے فراغت ہو کر دوسرے گناہ کی سزا نئے سرے سے شروع ہو اور ایک طرف بندہ سزائیں پاتا جائے اور ایک طرف نئے گناہ جو اُسکی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر دم اور ہر لحظہ اُس سے صادر ہو رہے ہیں انبار کے انبار جمع ہوتے جائیں پس جبکہ حقیقت گناہ یہ ہے اور اس سے مخلصی پانا عند العقل محال ہے تو اِس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر مکتی پانا اسی بات پر موقوف ہے کہ کسی قسم کا گناہ باقی نہ رہے اور کسی نوع سے خطا صادر نہ ہو تو آریوں کے مکتی پانیکے کوئی لچھن نظر نہیں آتے اور فرض کے طور پر اگر مان بھی لیں کہ کوئی آریہ اِن سب شرائط کو پورا کرکے کسی زمانہ میں مکتی پا جائیگا تو پھر بھی مکتی پانا نہ پانا اُسکا برابر ہوگا کیونکہ صرف تھوڑے عرصہ تک مکتی خانہ میں پتھر کی طرح پڑا رہیگا اور پھر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں پرمیشر اپنی تلوّن مزاجی سے اُسپر سخت ناراض ہو کر سخت ذلیل اور رسوا کرکے اُسکو باہر نکال دیگا اور چوروں کی طرح ہاتھوں میں اُسکے مجبوری کی ہتھکڑی ہوگی اور پاؤں میں روک کا زنجیر اور گردن میں پرمیشر کی خفگی کا ایک بڑا الباریشہ ہوگا اور پھر اُس نکبخت کو خواہ وہ اُوتار ہو یا کوئی ایسا رشی ہو جسپر کوئی وید اُترا ہے یا کوئی دوسرا رکھی مُنی یا بھگت غرض کوئی ہو اُسکو کھینچتے کھینچتے دنیا کے اُسی گڑھے میں اُلٹا کرکے پھینک دینگے جس سے وہ بیچارہ کروڑوں برس بلکہ ہزاروں ارب تک جان مار کر اور رو پیٹ کر اتفاقاً نکل آیا تھا۔ یہ آپ لوگوں کا پرمیشر ہے اور یہ اُسکی مکتی ہے اور یہ اسکا انعام واکرام ہے اور یہ اُس کا ابتدا و انجام ہے سو ایسے پرمیشر کو دور سے ہی سلام ہے ایسے پرمیشر کے یہ شعر مطابق حال ہے ؎ صفحہ ۱۰۱

با دوستاں چہ کردی کہ کنی بدیگران ہم　　حقا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اور اگر ماسٹر صاحب کا اعتراض سے یہ مطلب ہے کہ اسلامی بہشت میں صرف دنیوی نعمتوں کا ذکر ہے وصال الٰہی اور روحانی لذات کا کہیں ذکر نہیں تو ہم اِس جھگڑے کے فیصلہ کرنیکے لئے یہ عمدہ طریق سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب کسی اخبار کے ذریعہ سے پختہ طور پر ہم کو یہ اطلاع دیں کہ ہاں میری یہی رائے ہے کہ قرآن شریف میں وصال الٰہی اور لذات روحانی کا کہیں ذکر نہیں مگر وید میں ایسا بہت کچھ ذکر ہے

تو اس صورت میں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ صرف تین یا چار ہفتہ تک ایک مستقل رسالہ اسی بارہ میں
بغرض مقابلہ وید و قرآن تیار کر کے جہانتک ہو سکے بہت جلد چھپوا دینگے اور سو روپیہ بطور انعام
ایک نامی اور فاضل برہمو صاحب کے پاس جو آریوں کے بھائی بند ہیں امانت رکھ دینگے پھر اگر
ماسٹر صاحب بپابندی اپنے چاروں ویدوں کی سنگھتا کے جنکو وہ الہامی سمجھتے ہیں (صفحہ ۱۰۸) روحانی ص۱۰۸
لذات اور وصال ربانی کے بارے میں جو نجات یابوں کو حاصل ہوگا قرآن شریف کا مقابلہ کر کے
دکھلا دیں اور وہ برہمو صاحب اُسکی تائید اور تصدیق کریں تو وہ سو روپیہ ماسٹر صاحب کا ہوگا
ورنہ بجائے اُس سو روپیہ کے ہم ماسٹر صاحب سے کچھ نہیں مانگتے صرف یہی شرط کرتے ہیں کہ مغلوب
ہونیکی حالت میں ایسے وید سے جو بار بار اُنہیں ندامت دلاتا ہے دست بردار ہو کر اسلام کی سچی راہ کو
اختیار کر لیں (یار غالب شو کہ تا غالب شوی) اور اگر ماسٹر صاحب اِس رسالہ کی اشاعت کے
بعد ایک ماہ تک خاموش رہے اور ایسا مضمون کسی اخبار میں اور نہ اپنے کسی رسالہ میں شائع
کیا تو اے ناظرین آپ لوگ سمجھ جائیں کہ وہ بھاگ گئے ۔

رہا یہ اعتراض کہ شراب جو دنیا میں بھی ممنوعات اور محرمات میں سے ہے وہ کیونکر بہشت میں
روا ہو جائیگی اِسکا جواب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے کہ بہشتی شراب کو اِس دنیا کی
فساد انگیز شرابوں سے کچھ مناسبت نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسقاھم ربھم شرابا طھورا۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا
کافورًا عینًا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا ؕ ترجمہ یعنی جو لوگ بہشت میں
داخل ہونگے اُنکا خدا اُن کو ایک ایسی پاک شراب پلائیگا جو اُن کو کامل طور پر پاک کر دیگی۔ نیک لوگ وہ
جام پئیں گے جسمیں کافور کی آمیزش ہے یعنی اُنکے دل وہ شراب پیکر غیر کی محبت سے بکلّی ٹھنڈے
ہو جاوینگے۔ وہ کافوری شراب ایک چشمہ ہے جسکو اِسی دنیا میں خدا کے بندے پینا شروع کرتے
ہیں وہ اُس چشمہ کو ایسا رواں کر دیتے ہیں کہ نہایت آسانی سے بہنے لگتا ہے اور وسیع اور
فراخ نہریں ہو جاتی ہیں یعنی ریاضات عشقیہ سے سب روکیں اُنکی دور ہو جاتی ہیں اور
نشیب فراز بشریت کا صاف اور ہموار ہو جاتا ہے۔ اور جناب الٰہی کی طرف انقطاع کلی

میسّر آکر معارف الٰہیّہ میں وسعت تامہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:۔
وکاس من معین۔ لا یصدعون عنہا ولا ینزفون ولا یسمعون فیہا ۱۰۹
لغوا ولا تاثیما الّا قیلاً سلاماً سلاما۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا
ناظرۃ ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔
ترجمہ اور شراب صافی کے پیالے جو آب زلال کی طرح مصفّا ہونگے بہشتیوں کو دیئے جائینگے وہ شراب اُن سب عیبوں سے پاک ہوگی کہ دردسر پیدا کرے یا بیہوشی اور بدمستی اُس سے طاری ہو بہشت میں کوئی لغو اور بیہودہ بات سُننے میں نہیں آئیگی اور نہ کوئی گناہ کی بات سُنی جائیگی بلکہ ہر طرف سلام سلام جو رحمت اور محبت اور خوشی کی نشانی ہے سُننے میں آئیگا اُس دن مومنوں کے مُنہ تر و تازہ اور خوبصورت ہونگے اور وہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بھی گیا گذرا۔ اب ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ وہ بہشتی شراب دنیا کی شرابوں سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنی تمام صفات میں ان شرابوں سے مبائن اور مخالف ہے اور کسی جگہ قرآن شریف میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ وہ دنیوی شرابوں کی طرح انگور سے یا قند سیاہ اور کیکر کے چھلکوں سے یا ایسا ہی کسی اور دنیوی مادہ سے بنائی جائیگی بلکہ بار بار کلام الٰہی میں یہی بیان ہوا ہے کہ اصل تخم اُس شراب کا محبت اور معرفت الٰہی ہے جسکو دنیا سے ہی بندۂ مومن ساتھ لیجاتا ہے۔ اور یہ بات کہ وہ روحانی امر کیونکر شراب کے طور پر نظر آجائیگا۔ یہ خدائے تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو عارفوں پر مکاشفات کے ذریعہ سے کھلتا ہے اور عقلمند لوگ دوسری علامات و آثار سے اُسکی حقیقت تک پہنچتے ہیں۔ روحانی امور کا جسمانی طور پر متمثل ہو جانا کئی مقامات قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ تسبیح و تقدیس الٰہی کی باتیں پھلدار درختوں کی طرح متمثل ہونگی اور نیک اعمال پاک اور صاف نہروں کی طرح دکھائی دینگے اسی کی طرف دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین۔

یعنی پاک کلمات پاک درختوں سے مشابہت رکھتے ہیں جن کی جڑھ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں اور ہمیشہ اور ہر وقت تر و تازہ پھل دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے امور ایمانیہ کو باغات سے تشبیہ دی ہے اور اعمال صالحہ کو نہروں سے جو اس باغ کے نیچے بہتی ہیں اور اسکی جڑوں کو پانی پہنچا کر اسکو تر و تازہ رکھتی ہیں اور ایک جگہ قرآن شریف میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ جب عارف لوگ بہشت میں کسی قسم کی لذت عمدہ طور پر پائینگے تو ان کو یقین ہوگا کہ یہ لذات انہیں روحانی لذات سے مشابہ ہیں جنکو ہم دنیا میں عشق اور محبت الٰہی کی وجہ سے پاتے تھے ایسا ہی قرآن شریف میں بیسیوں مقامات میں اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ عالم آخرت میں جو جسمانی طور پر لذات بہشتیوں کو دی جائینگی حقیقت میں وہ سب روحانی لذات کے اظلال و آثار ہونگے اگر وہ سب مقامات قرآنی مقامات بحوالہ آیات اسجگہ لکھے جائیں تو اس رسالہ میں بہت سا طول ہو جائیگا سو ہم جیسا کہ وعدہ کر چکے ہیں ماسٹر مرلیدھر صاحب کی درخواست سے یہ سب امور مفصل طور پر کسی الگ رسالہ میں تحریر کرینگے۔ اور واضح رہے کہ لذات روحانی کا جسمانی طور پر متمثل ہونا جو بہشت کی نسبت بیان کیا گیا ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے جسکو جدید اور دور از فہم خیال کیا جائے دیکھنا چاہیئے کہ عالم رؤیا یعنی عالم خواب میں بھی (جو اس دوسرے عالم سے بشدت مشابہ ہے گویا اسکی دوسری شاخ ہے) کیسے امور معقولہ محسوس طور پر مشہود ہوتے ہیں چنانچہ ہر ایک عقلمند انسان اپنے ذاتی تجربہ سے عالم رؤیا میں معقولات کا محسوسات کے پیرایہ میں متمثل ہونا بخوبی جانتا ہوگا بارہا ہم اپنے سرور اور خوشی کی حالت میں جو ایک روحانی امر ہے عالم رؤیا میں ایک نہایت سرسبز باغ دیکھتے ہیں جسمیں ہم سیر کر رہے ہیں یا عمدہ میووں کا مشاہدہ کرتے ہیں جنکو ہم کھا رہے ہیں سو حقیقت میں یہ وہی روحانی خوشی اور راحت ہوتی ہے جو جسمانی طور پر ہم کو نظر آجاتی ہے ایسا ہی کبھی
غم کی حالت سانپ یا بچھو یا صاعقہ یا کسی درندہ[۱۱۱] یا زلزلہ کی شکل میں دکھائی دیتی ہے ح۱۱۱
یا ناقص اور مکروہ چیزوں کی صورت میں جیسے پیاز۔ مولیاں یا مرچیں یا بدبودار چیزیں یا نجاست آمیز کیچڑ وغیرہ کے رنگ میں نمودار ہوتی ہیں غرض یہ بات محققین اور مجربین کے مشاہدات کثیرہ متواترہ سے ثابت ہو چکی ہے جس سے فلسفیوں نے بھی اتفاق کر لیا

ہے کہ عالمِ رؤیا اور عالمِ آخرت مرایا متقابلہ کی طرح واقعہ ہیں جو کچھ فطرت اور قدرت الٰہی نے
عالمِ خواب میں خواص عجیبہ رکھے ہیں اور جس عجیب طور سے روحانی امور محسوس و مشہود طور پر اس
عالم میں دکھائی دیتے ہیں بعینہٖ یہی حال عالمِ آخرت کا ہے یا یوں کہو کہ عالمِ خواب عالمِ آخرت کے
لئے اس عکسی آئینہ کی طرح ہے جو ہوبہو فوٹوگراف اتار دکھلائے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ موت
اور خواب دو حقیقی بہنیں ہیں جن کا حلیہ اور شکل اور لوازم اور خواص قریب قریب ہیں اور اگر ہم ابھی
زندگی دنیا میں عالمِ آخرت کے کچھ اسرار بغیر ذریعہ الہام اور وحی کے دریافت کرسکتے ہیں تو بس یہی
ایک ذریعہ عالمِ رؤیا کا ہے سو دانشمندوں کو چاہیئے کہ اگر اس عالم کی کیفیت کچھ دریافت کرنا چاہیں
تو عالمِ رؤیا پر بہت غور اور توجہ کریں۔ کیونکہ جن عجائبات سے یہ عالم رؤیا بھرا ہوا ہے اسی قسم کے
عجائبات عالمِ آخرت میں بھی ہیں اور جس طور کی ایک خاص تبدیل وقوع میں آکر عالمِ رؤیا پیدا ہوجاتا
ہے اور پھر اس میں یہ عجائبات کھلتے ہیں عالمِ آخرت میں بھی اسی کے مشابہ تبدیل ہے سو جب کہ
خدائے تعالیٰ کا قانون عالمِ رؤیا میں یہی ہے کہ وہ روحانیات کو جسمانیات سے متمثل کرتا ہے اور
معقولات کو محسوسات کا لباس پہناتا ہے سو وہی قانونِ قدرت دوسرے عالم میں بھی سمجھنا چاہیئے
اور یہ خیال آریوں کا کہ عالمِ آخرت میں صرف روح اکیلی رہ جائیگی اور اُسکے ساتھ جسم نہیں ہوگا اور لذتیں
بھی صرف روحانی اور معقولی طور پر ہونگی یہ سراسر تحکم ہے جسپر کوئی دلیل نہیں یہ بات نہایت صاف
اور بدیہی الثبوت ہے کہ انسان ترقیات غیر متناہیہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ذریعہ اُن ترقیات
کا اُسکی وہ جسمی ترکیب ہے جسکو قادر مطلق نے اپنی حکمت کاملہ سے صورت پذیر کیا تاکہ تکمیل نفس ص۱۱۲
ناطقہ انسان کے لئے عجیب آثار اس سے مترتب ہوئے گویا حکیم مطلق نے روح انسان کو اپنے مراتب
عالیہ تک پہنچنے کے لئے ایک ضروری سیڑھی عطا کردی سو جیسا کہ یہ ظاہر ہے ان مراتب عالیہ کی
کوئی انتہا نہیں ایسا ہی یہ ظاہر ہے کہ اس سیڑھی کی بھی ہمیشہ کے لئے روح کو ضرورت ہو اس
سے الگ کیا جائے ماسوا اسکے ترقیات تو ایک طرف رہیں علوم خاصکر وہ بھی بغیر شمول جسم کے
محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسم کے ماؤف ہونیکے ساتھ ہی انسانیت کے
افعال میں فتور پڑجاتا ہے مثلاً اگر سر پر کوئی چوٹ لگ جائے تو جس مقام پر اس چوٹ کا
صدمہ پہنچے اس مقام کی دماغی قوت ساتھ ہی خلل پذیر یا معطل ہوجاتی ہے اگر کسی کو

شک ہو تو تجربہ کرکے دیکھ لے پس جبکہ صدورِ افعال انسانیت کے لئے جسم کی صحت و درستی نہایت ضروری ہے اور جسمی اختلال کو روحانی اختلال لازم پڑا ہے تو اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہماری روح بغیر شمول جسم کے انسانی لوازم اور کمالات اور حفظِ کمالات کا مظہر و مصدر نہیں ہوسکتی ہم دنیا میں صریح دیکھتے ہیں کہ جسم کے آفت زدہ ہونے سے روحانی کاروبار میں ابتری واقع ہوجاتی ہے۔ مجانین یعنی سودائیوں اور پاگلوں کی جب جسمی حالت درست نہیں رہتی اور دماغی اعتدال میں کچھ فرق واقع ہوجاتا ہے تو مجروح کے ہونے سے افعال انسانیت ہرگز اُن سے صادر نہیں ہوسکتے بعض آدمیوں کو دماغی فتوروں سے اِسقدر متاثر دیکھا گیا ہے کہ تمام علوم یکدفعہ انکو بھول گئے ہیں یہاں تک کہ اپنا نام بھی یاد نہیں رہا اور بار بار دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ میرا نام کیا ہے اب جبکہ ایک تھوڑے سے جسمی خلل سے انسانی افعال میں اِسقدر آفتیں پیدا ہوجاتی ہیں تو ہم کس طور سے یقین کرلیں اور کونسی دلیل ہمارے ہاتھ میں ہے جس سے ہم اِس بات کے باور کرنے کے لئے بکلّی تیار ہوجائیں کہ جب روح جسم سے قطعی طور پر الگ ہوجائیگی تب ۱۱۴ اِس مفارقت ص۱۱۳
تامہ سے کوئی ضرر انسانی کمالات کے عائد حال نہیں ہوگا ہم جانتے ہیں کہ اختلال جسمانی اختلال روحانی کا موجب ہے اور جسمانی صحت یا مرض کو روحانی صلاح یا فساد پر ایک قوی اثر ہے اب جو شخص اس بدیہی دلیل کے برخلاف رائے رکھتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسانیت کاملہ کے خواص بلا ترکیب جسم جیسا کہ چاہیئے مجرد روح سے صادر ہوسکتے ہیں تو بارِ ثبوت اُسی کی گردن پر ہے جس سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا کیونکہ محققین کے تجارب اِسبات کی تائید میں انتہا تک پہنچ گئے ہیں کہ صدور افعال کاملہ انسانیت کے لئے ترکیب جسم مع الروح ضروری ہے اور جب جسم آیا تو جسمانی لوازم بھی ساتھ آئینگے ہاں چونکہ وہ بہشتی جسم ایک لطیف اور نورانی بدن ہوگا اِسلئے اُسکے لوازم بھی لطیف اور نورانی ہی ہونگے اب دیکھنا چاہیئے کہ قریب بہ قیاس اور قانونِ قدرت کے موافق اور دلائل طبعیہ اور طبیہ سے تائید یافتہ اور ثابت شدہ وہ بہشت ہے جسکو قرآن شریف نے نہایت پاکیزگی سے بیان کیا ہے اور براہین شافیہ سے اُسکا ثبوت دیا ہے یا وہ وہمی اور خلاف قیاس اور منحوس مکتی خانہ جسکا وید میں ذکر ہے یعنی یہ کہ مجرد روحیں پتھر کی طرح پڑی رہینگی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مکتی خانہ سے باہر نکالی جائینگی کیا انسان کی انتہائی سعادت یہی ہے کہ وہ مجرّد روح رہکر اُن بابرکت اور نہایت مفید

حواس کو کھو بیٹھے جو اُسکی غیر متناہی ترقیات کا موجب ہیں اور پھر اسپر بھی کفایت نہیں بلکہ مصیبت پر مصیبت یہ کہ انجام کار مکتی خانہ سے ذلیل کر کے نکالا جائے انصاف کرنا چاہیئے کہ کیا ایسی نامعقول مکتی پر کوئی فلسفی برہان قائم ہو سکتی ہے اور کیا اس جہان میں اور اس زندگی میں کوئی شافی دلیل ہم کو اس بات پر مل سکتی ہے کہ افعال کاملہ انسانیت جو قوی ظاہری و باطنی سے وابستہ اور دماغی جو اسوں سے ظہور پذیر ہیں وہ مجرد روحوں سے صادر ہو سکتے ہیں اگر کسی آریہ کے نزدیک کوئی ایسی دلیل پائی جاتی ہے جس سے یہ ثبوت مل سکے تو کسوقت کے لئے مخفی رکھی ہے واجب ولازم ہے کہ پیش کریں۔ خاصکر ماسٹر مرلیدھر صاحب جو وید کے نہائیت درجہ کے ثناخوان ہیں اور بقول شخصے کہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ۔ پہلے اس سے کہ ویدوں کی حقیقت معلوم کریں یوں ہی وید وید کر رہے ہیں اُن پر تو فرض ہے کہ ضرور اسجگہ وید کا فلسفہ پیش کریں تا ویدکی ڈوبتی ہوئی کشتی کا کوئی گوشہ باقی رہ جائے ؎

نداردکسے با تو ناگفتہ کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

قولہ۔ مرزا صاحب اپنے اعتراض کی تفصیل اصلاح فرماتے ہیں کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزاء وصغار اجسام کو قدیم اور انادی اور غیر مخلوق مانا جائے تو اُسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جس حالت میں ارواح یعنی جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزاء صغار بھی خود بخود ہیں تو صرف جوڑنے جاڑنے سے ضرورت صانع کی ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدائے تعالیٰ کا مُنکر ہے عذر پیش کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تم نے دو چیزوں کا خود بخود ہونا بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ جنکو نہ تو روح کی ہی کیفیت معلوم ہے کہ وہ کیا ہے اور نہ مادہ کی ہی کیفیت کہ وہ کیا چیز ہے +

اقول واہ کیا عمدہ جواب دیا ہے اگر ماسٹر صاحب کسی عدالت کے جج ہوں تو خوب ہی پُربہار فیصلہ لکھیں ماسٹر صاحب کی عقل عجیب کے نزدیک جو لوگ خداوند ذوالجلال قادر مطلق کو جمیع عالم کا صانع سمجھتے ہیں اور ہر یک فیض کا مبدء اور ہر یک وجود کا موجد و قیوم اور ہر یک سلسلہ کا منتہا اُسی کو قرار دیتے ہیں اور بغیر اُسکے ظاہر کرنے کے کسی چیز کا ظہور خود بخود نہیں مانتے اور بغیر اُسکے

پیدا کرنے کے کسی چیز کا اپنے آپ ہی پیدا ہو جانا تسلیم نہیں کرتے بلکہ سب چیزوں کا مبدء و مرجع اُسی کو جانتے ہیں اور جمیع اجزاءِ عالم کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اسی کی ایجاد سے موجود اور اُسی کے سہارے سے قائم اور اُسی کے رشحاتِ فیض سے پرورش یاب ہے۔ انکو نہ روح کی کچھ کیفیت معلوم ہے نہ مادہ کی بلکہ بقول ماسٹر صاحب یہ معرفت روح اور مادہ کی انہیں لوگوں کے حصہ میں آگئی ہے کہ جو اپنی روحوں اور اپنے جسمی مادہ کو خدائے تعالیٰ کی طرح غیر مخلوق اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا خیال کرتے ہیں۔ اے لالہ صاحب! اگر آپ غیر مخلوق ہو کر اپنے پرمیشر سے مساوی ہیں تو پھر اپنی خدائی کچھ دکھلایئے یا اپنی روح کے غیر متناہی زمانوں کی کوئی کہانی ہی سنایئے ورنہ اگر نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے تو پھر اس فضول گوئی کا ثبوت کیا ہوا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ گیان آپنے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ اگر وید کی یہی تعلیم ہے تو پھر منادی کیوں نہیں کرا دیتے کہ آریوں کا پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ افسوس آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے کہ خدا ایسا چاہیے جو اپنی خدائی کے کام چلانے میں کسی غیر کے اتفاقی وجود کا محتاج نہ ہو بلکہ جن چیزوں پر وہ خدائی کرتا ہو وہ سب اُسی کے ہاتھ سے نکلی ہوں۔ ہائے تم پر افسوس تم کیوں نہیں سمجھتے کہ جس کے مقابل پر کروڑہا وجود خود بخود چلے آتے ہیں وہ کاہے کا خدا ہے اور کونسی خدائی اُس میں ہے۔ اے نادان اور سمجھ کے ناقص خدائی کامل اور پوری خوبی کس بات میں ہے۔ آیا اس میں کہ وہ اپنی قدرت سے کچھ نہ کر سکے اور اُسکی خدائی دوسروں کے سہارے سے چلتی ہو یا اس بات میں کہ وہ سب کچھ کرتا ہو اور اُسکی خدائی اُسی کی غیر متناہی طاقتوں سے چلتی ہو۔ ذرا اکیلے بیٹھ کر سوچو؟ اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے ایک خالص فکر کو اسکے گہراؤ تک پہنچاؤ؟ کہ خدا کی ضرورتیں کہاں سے اور کہاں تک ہیں؟ بعض آریہ سماج والے ارواح کے غیر مخلوق اور اپنے وجود کے آپ خدا ہونے کے بارے میں یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر ارواح کسی وقت معدوم تھی اور پھر خدائے تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی تو گویا نیست سے ہست ہو گیا اور نیستی سے ہستی ہونا ایسی دور از فہم بات ہے کہ کوئی عقلمند ص۱۱۶ اسکو نہیں مانیگا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یوں تو فاسد اور ناقص عقل کے مارے ہوئے خدائے تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے لیکن جس شخص کی عقل سلیم ہے اُسکو تو خدائے تعالیٰ کے ماننے کے ساتھ ہی اُسکی وہ تمام صفحہ ۱۲۶

صفات بھی ماننے پڑینگے جو مدار اُسکی خدائی اور اُلوہیت کے ہیں اور جو شخص خدائے تعالیٰ کی
اِس نہایت ضروری صفت کو مان لیگا کہ وہ قادر مطلق اور بے انتہاء طاقتوں کا مالک ہے تو پھر
ہرگز اُسکی قدرتوں کو اپنی عقل ناقص کے ساتھ موازنہ نہیں کریگا اور خدائے غیر محدود کی قادرانہ
قوتوں کو کسی حد خاص میں محدود نہیں جانیگا اور نیز جب ایک عقلمند دیکھیگا کہ خدائے تعالیٰ
ایسا ہی اپنی ذات میں مظہر العجائب و بلند تر از احاطۂ فکر و قیاس ہے جو بغیر اسباب آنکھوں کے
دیکھتا ہے اور بغیر اسباب کانوں کے سُنتا ہے اور بغیر اسباب زبان کے بولتا ہے اور
بغیر حاجت معماروں و مزدوروں و نجاروں و آلات عمارت سازی و فراہمی اینٹوں و پتھروں
وغیرہ کے صرف اپنے ارادہ اور حکم کے اشارہ سے ایک طرفۃ العین میں زمین و آسمان بنا سکتا
ہے تو بیشک اِس بات کا یقین بھی کریگا۔ وہ قادر خدا نیستی سے ہستی بھی کر سکتا ہی بھی تو
خدائی ہے اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق اور غیر متناہی قدرتوں کا مالک کہلاتا
ہے اگر اُسکے کام بھی انسانی کاموں کی طرح محتاج باسباب و مواد و اوقات ضروریہ ہوں تو
پھر وہ کاہے کا خدا ہوا اور اُسکی خدائی کیونکر چل سکے۔ کیا اُس کے تمام کام بالاتر از عقل
نہیں ہیں؟ کیا اُسکی عجائب قدرتیں ایسی نہیں ہیں کہ انپر نظر ڈالکر عقل ناقص انسانی
خیرہ رہ جاتی ہے؟ تو پھر کیسی جہالت ہے کہ جو بات اُسکی خدائی کا مدار اور اُسکی اُلوہیت
کی حقیقت ہے اُسی پر اعتراض کیا جائے اگر اس قسم کے جاہلانہ وہم دل سے اُٹھ نہیں سکتے
تو پھر ایسے ناکارہ اور عاجز پرمیشر کو ماننا ہی کیا ضرورت ہے اگر خدائے تعالیٰ کی قدرتوں کے
باریک بھیدوں پر عقل انسانی محیط ہو سکتی تو گویا خدائی کی ساری کیفیت و کُنہ معلوم ہو جاتی
اگر عقل انسانی کی نظر ناقص کسی صفت ربانی کے اوّل آخر پھر جائے تو وہ صفت محدود ۱۱۷
ہو جائیگی اور صفت کا محدود ہونا ذات باری کے محدود ہونیکو مستلزم ہے بھلا وہ خدا کیسا
ہوا جسکی ساری قدرتوں پر ایک ذرہ مخلوق محیط ہو جائے اور ایسا پرمیشر ہے کہ اگر وہ کسی
اپنے امر متخیل کو کہے کہ ہو جا تو کچھ بھی نہ ہو خدا تو اُسی ذات عجیب القدرت کا نام ہے کہ جو اُسکے
ارادہ سے سب کچھ ہو جاتا ہے جب وہ کسی اپنے امر مقصود کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فی الفور
اُسکی قدرت کاملہ سے نقش وجود پکڑ لیتا ہے یہ راز نہایت دقیق معرفت کا نکتہ ہے کہ سب

مخلوقات کلمات الٰہیہ ہیں عیسائیوں نے جب اپنی نادانی سے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں یعنی اُنکی روح کلمہ الٰہی ہے جو متشکل بروح ہو گئی ہے تو خدائے تعالیٰ نے اُس کا یہ حقانی جواب دیا کہ کوئی بھی ایسی روح نہیں جو کلمۃ اللہ نہ ہو اور مجرد الٰہی حکم سے نہ نکلی ہو قل الروح من امر ربی اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات جو کلمات اللہ بصورت ارواح و دیگر مخلوق جلوہ گر ہو جاتی ہیں یہ خالقیت کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے اور اسرار الٰہیہ میں سے ایک باریک نقطہ ہے جسکی طرف کسی انسانی عقل کو خیال نہیں آیا اور خدائے تعالیٰ کے پاک اور کامل کلام نے اُسکو اپنے الٰہی نور سے منکشف کیا ہے اور اگر ایسا نہ مانا جائے کہ خدائے تعالیٰ اپنے ہی کلمہ اور امر سے ارواح اور اجسام کو وجود پذیر کر لیتا ہے تو پھر آخر یہ ماننا پڑیگا کہ جبتک باہر سے اجسام اور روحیں نہ آویں پرمیشر کچھ بھی نہیں کر سکتا مگر ایسا کمبخت پرمیشر ہو سکتا ہے کہ جو درحقیقت اپنے گھر سے تو دیوالیہ اور مفلس اور تہیدست ہے لیکن کسی عارضی اتفاق سے اُسکی خدائی کا دھندا چل رہا ہو اگر پرمیشر ایسا ہی ہے تو سب امیدیں خاک میں مل گئیں اور ایسے پرمیشر پر بھروسہ کرنا بھی بڑا معرضِ خطر ہوگا ؛

اور یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ کی وہی قدرت قابل تسلیم ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے ہم نہیں جانتے کہ اسکا نام جہالت رکھیں یا تعصّب یا دیوانگی۔ اگر خدائے تعالیٰ کی قدرتوں میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان کے اندازۂ فہم سے زیادہ نہ ہوں تو بس پھر اُسکی قدرتیں ہو چکیں۔ قدرت ربّانی تو اُسی کا نام ہے کہ عقل انسانی اُسکے اسرار تک نہ پہنچ سکے اگر ہم تم الٰہی قدرتوں کی تمام و کمال حقیقت پر احاطہ کر سکتے ہیں تو گویا ہم نے خدا پر ہی احاطہ کر لیا۔ اے عقل کے نوخریدارو آریو! تم کیوں بیفائدہ اُن مسائل کے ساتھ سر ٹکراتے ہو جو تمہارے فہم کی رسائی سے اونچے ہیں۔ ہم اگر عقلمند ہیں تو ہماری عقلمندی یہی ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کی قدرت کے بارہ میں صرف اتنا کریں کہ کُلّی طور پر اس بات کو تحقیق کر کے دیکھ لیں کہ آیا خدائے تعالیٰ کے اُن کاموں پر نظر کر کے جو اب تک اُس نے کئے ہیں اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے یا نہیں کہ اُسکے عجائب کام اور اُسکی غرائب قدرت ہماری عقول ناقصہ کے دائرہ سے باہر ہیں اور جس طور سے اُسکی ربوبیت اور لا یدرک طاقت نے صرف اوقات و حاجت انصار و آلات سے غنی اور بے نیاز ہو کر یہ عالم بنا ڈالا ہے اُس طرف خیال دوڑانے سے ہماری عقلیں ص۱۱۸

کے پرے چلتے ہیں سو ہماری دانشوری یہی ہے کہ ہم اسکے کُلّی طور کی تحقیق سے سبق حاصل کریں اور جزئیات عالم کے اُن پیچ در پیچ رازوں کو جو ہمارے اندازۂ عقل اور فہم سے بالاتر ہیں حل کرنیکے لئے اپنے تئیں ناپیداکنار سمندر میں ڈالکر ہلاک نہ کریں ۔

بعض اشخاص یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر عقل ہماری اسرارِ قدرت کو (جو ماخذ علم و حکمت ہیں) سمجھ نہیں سکتی تو پھر وہ کس کام کی ہے اور جابجا ہم قدرت پر ہی ایمان لاکر اور فکر کو معطل چھوڑ کر علوم حکمیہ کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اُن کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے تقریر مذکورۂ بالا سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بکلّی تحقیق و تفتیش سے مُنہ پھیر کر ہر جگہ امنا و صدقنا پر ہی کفایت کرنی چاہیئے اور نظر اور فکر کو کہیں اور کسی جگہ کام میں نہیں لانا چاہیئے بلکہ ہمارا مطلب و مدعا یہ ہے کہ ایسے امور کی موشگافی اور نہ بینی کی امید سے اپنی عقلوں اور فکروں کو آوارہ مت کرو جو تمہاری بساط سے باہر ہے کیا یہ سچ نہیں کہ بہتیرے ایسے لوگ ہیں کہ ناجائز فکروں میں پڑکر اپنی اُس معین اور مقرر وسعت سے جو قدرت نے اُنکو دے رکھی ہے باہر چلے جاتے ہیں اور اپنی محدود عقل سے کل کائنات کے عمیق در عمیق رازوں کو حل کرنا چاہتے ہیں سو یہ افراط ہے جیسے بکلّی تحقیق و تفتیش سے مُنہ پھیر لینا تفریط ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے واقصد فی مشیک یعنی اپنی چال میں توسّط اختیار کر۔ نہ ایسا فکر کو منجمد کر لینا چاہیئے کہ جو ہزارہا نکات و لطائف الہیات قابل دریافت ہیں اُنکی تحصیل سے محروم رہ جائیں اور نہ اس قدر تیزی کرنی چاہیئے کہ اِن فکروں میں پڑجائیں کہ خدائے تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور یا اُس نے اسقدر ارواح اور اجسام کس طرح بنالئے ہیں اور یا اُس نے کیونکر اکیلا ہونے کی حالت میں اِسقدر وسیع عالم بنا ڈالا ہے ۔

اور اسجگہ یہ بھی واضح ہے کہ ارواح کا حادث اور مخلوق ہونا قرآن شریف میں بڑی بڑی قوی اور قطعی دلائل سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ برعایت ایجاز و اجمال چند دلائل اُن میں سے نمونہ کے طور پر اسجگہ لکھے جاتے ہیں ۔

اوّل یہ بات بہ بداہت ثابت ہے کہ تمام روحیں ہمیشہ اور ہر حال میں خدائے تعالیٰ کی ماتحت اور زیر حکم ہیں اور بجز مخلوق ہونیکے اور کوئی وجہ موجود نہیں جس نے روحوں کو ایسے کامل طور پر خدائے تعالیٰ کے ماتحت اور زیر حکم کر دیا ہو۔ سو یہ روحوں کے حادث اور مخلوق ہونے پر اوّل دلیل ہے۔

دوم - یہ بات بھی بداہت ثابت ہے کہ تمام روحیں خاص خاص استعدادوں اور طاقتوں میں محدود اور محصور ہیں جیسا کہ بنی آدم کے اختلاف روحانی حالات و استعدادات پر نظر کرکے ثابت ہوتا ہے اور یہ تحدید ایک محدّد کو چاہتی ہے جس سے ضرورت محدث کی ثابت ہو کر (جو محدّد ہے) حدوث روحوں کا بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے ۔

سوم - یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ تمام روحیں عجز و احتیاج کے داغ سے آلودہ ہیں
ضمیمہ۱۲۰ اور اپنی تکمیل اور بقا کے لئے ایک ایسی ذات کے محتاج ہیں جو کامل اور وفادار عالم ۱۲۰ اور فیاض مطلق ہو اور یہ امر انکی مخلوقیت کو ثابت کرنیوالا ہے ۔

چہارم - یہ بات بھی ایک ادنیٰ غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہماری روحیں اجمالی طور پر اُن سب متفرق الٰہی حکمتوں اور صنعتوں پر مشتمل ہیں جو اجرام علوی اور سفلی میں پائی جاتی ہیں اسی وجہ سے دنیا باعتبار اپنے جزئیات مختلفہ کے عالم تفصیلی ہے اور انسان عالم اجمالی کہلاتا ہے یا یوں کہو کہ یہ عالم صغیر اور وہ عالم کبیر ہے پس جبکہ ایک جزئی عالم کی بوجہ پائی جانے پُر حکمت کاموں کے ایک صانع حکیم کی صنعت کہلاتی ہے تو خیال کرنا چاہیئے کہ وہ چیز کیونکر صنعت الٰہی نہ ہوگی جسکا وجود اپنے عجائبات ذاتی کے رو سے گویا تمام جزئیات عالم کی عکسی تصویر ہے اور ہر یک جزئی کے خواص عجیبہ اپنے اندر رکھتی ہے اور حکمت بالغہ ایزدی پر بوجہ اتم مشتمل ہے ۔

ایسی چیز مظہر جمیع عجائبات صنعت الٰہی ہے مصنوعی اور مخلوق ہونے سے باہر نہیں رہ سکتی بلکہ وہ سب چیزوں سے اوّل درجہ پر مصنوعیت کی مُہر اپنے وجود پر رکھتی ہے اور سب سے زیادہ تر اور کامل تر صانع قدیم کے وجود پر دلالت کرتی ہے سو اس دلیل سے روحوں کی مخلوقیت صرف نظری طور پر ثابت نہیں بلکہ درحقیقت اجلیٰ بدیہیات سے ہے ماسوا اسکے دوسری چیزوں کو اپنی مخلوقیت کا علم نہیں مگر روحیں فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتے ہیں ایک جنگلی آدمی کی روح بھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتی کہ وہ خود بخود ہی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الست بربکم قالوا بلیٰ یعنی روحوں سے مَیں نے سوال کیا کہ کیا مَیں تمہارا ربّ (پیدا کنندہ) نہیں ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں یہ سوال و جواب حقیقت میں اس پیوند کی طرف اشارہ ہے ۔

جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے جس کی شہادت روحوں کی فطرت میں نقش کی گئی ہے
پنجم- جس طرح بیٹے میں باپ اور ماں کا کچھ کچھ حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے اسی طرح روحیں جو خدائے تعالیٰ ۱۲۱
کے ہاتھ سے نکلی ہیں اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر کچھ حصہ رکھتے ہیں اگرچہ مخلوقیت
کی ظلمت و غفلت غالب ہوجانے کی وجہ سے بعض نفوس میں وہ رنگ الٰہی کچھ پھیکا سا ہوجاتا ہے
لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ہر یک روح کسی قدر وہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور پھر بعض
نفوس میں وہ رنگ بد استعمالی کی وجہ سے بدنما معلوم ہوتا ہے مگر یہ اس رنگ کا قصور نہیں بلکہ طریقہ
استعمال کا قصور ہے انسان کی اصلی قوتوں اور طاقتوں میں سے کوئی بھی بری قوت نہیں صرف
بد استعمالی سے ایک نیک قوت بری معلوم ہونے لگتی ہے اگر کوئی قوت اپنے موقعہ پر استعمال کی جائے
تو وہ سراسر نفع رساں اور خیر محض ہے اور حقیقت میں انسان کو جس قدر قوتیں دی گئی ہیں وہ
سب الٰہی قوتوں کے اظلال و آثار ہیں جیسے بیٹے کی صورت میں کچھ کچھ باپ کے نقوش آجاتے
ہیں ایسا ہی ہماری روحوں میں اپنے رب کے نقوش اور اس کی صفات کے آثار آگئے ہیں جن کو
عارف لوگ خوب شناخت کرتے ہیں اور جیسے بیٹا جو باپ سے نکلا ہے اس سے ایک طبعی محبت
رکھتا ہے نہ بناوٹی اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلے ہیں اس سے فی الحقیقت طبعی محبت رکھتے
ہیں نہ بناوٹی اور اگر ہماری روحوں کو اپنے رب سے یہ طبعی و فطرتی تعلق نہ ہوتا تو پھر سالکین کو
اس تک پہنچنے کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ تھی سو اگرچہ دلائل مخلوقیت ارواح جن کو اللہ جلّ شانہ
نے آپ قرآن شریف میں معقولی طور پر بیان کیا ہے اس کثرت سے ہیں کہ اگر وہ سب اس جگہ لکھے
جائیں تو خود انہیں دلائل کی ایک بڑی کتاب ہوجائیگی مگر ہم بالفعل اسی قدر پر کفایت کرتے ہیں
کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے ؁

اب ہم اس جگہ ماسٹر صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ ہم نے روحوں کی مخلوقیت
جس سے ان کی کیفیت بکلی ظاہر ہوتی ہے دلائل مندرجہ قرآن شریف کے رو سے بقدر کفایت بیان ۱۲۲
کر دی ہے اگر ماسٹر صاحب کا وید بھی کچھ علم الٰہی سے حصہ رکھتا ہے تو انہیں لازم ہے کہ اس وقت
بمقابلہ قرآن شریف کے وید کے وہ دلائل عقلیہ پیش کریں جن کے رو سے غیر مخلوق اور غیر محدث ہونا روحوں کا
ثابت ہوتا ہے بلکہ اس جگہ ہم مکرر بگزارش کرنا چاہتے ہیں کہ بہتر یوں ہے کہ ماسٹر صاحب بغرض مقابلہ و

موازنہ فلسفہ وید و قرآن شریف ہم کو اجازت دیں کہ تا ہم ایک علیحدہ رسالہ رُوحوں کی مخلوقیت اور اُنکے خواص اور قوتوں اور طاقتوں کے بارہ میں اور دیگر نکات اور لطائف علم روح کے متعلق اِس شرط سے لکھیں کہ کسی بات اور کسی دلیل کے بیان کرنے میں بیانات قرآنی سے باہر نہ جائیں۔ یعنی وہی دلائل و براہین مخلوقیت ارواح پیش کریں جو قرآن شریف نے آپ پیش کیئے ہیں اور وہی دقائق و معارف علم روح لکھیں جو قرآن شریف نے خود لکھے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ماسٹر صاحب بھی بمقابل ہمارے ایسا ہی کریں یعنی وہ بھی روحوں کی غیر مخلوقیت بدلائل عقلیہ ثابت کرنے اور علم روح کے بیان کرنے میں وید ہی کی شرتیوں کے پابند رہیں اور وہی دلائل وغیرہ تحریر میں لاویں جو وید نے پیش کیئے ہیں اور ہم دونوں فریق صرف حوالہ آیت یا شرتی پر کفایت نہ کریں بلکہ اُس آیت یا شرتی کو بتمامہ مع ترجمہ و پتہ و نشان وغیرہ تحریر بھی کر دیں اِس طور کے مباحثہ و موازنہ سے غالب اور مغلوب میں صاف فرق کُھل جائیگا اور جو ان دونوں میں سے حقیقت میں خدا کا کلام ہے وہ کامل طور پر اِن باتوں میں عہدہ برا ہوگا اور اپنے حریف کو شکست فاش دیگا اور اسکی ذلّت اور رسوائی ظاہر کریگا۔ لیکن ہم بطور پیشگوئی یہ بھی کہدیتے ہیں کہ ایسا مقابلہ وید سے ہونا ہرگز ممکن ہی نہیں کیونکہ وید اپنے بیانات میں سراسر غلطی پر ہے اور وہ بوجہ انسانی خیالات ہونے کے یہ طاقت اور قوت بھی نہیں رکھتا کہ خداوند علیم و حکیم کی پاک و کامل کلام کا مقابلہ کر سکے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ہم نے علی التسادی یہ شرط پیش کی ہے یعنی اپنے نفس کے لئے اِس طرز کے مقابلہ میں کوئی ایسا فائدہ مخصوص نہیں رکھا جس سے فریق ثانی متنفع نہ ہوسکتا ہو پس اگر اب بھی ماسٹر صاحب کنارہ کر گئے تو کیا یہ اِس بات پر دلیل ۱۲۴ کافی نہیں ہوگی کہ اِن کا وید اِن کمالات اور خوبیوں اور پاک سچائیوں سے بکُلّی عاری اور خالی ہے +

قولہ۔ مرزا صاحب اور سب اہل اسلام کا یہی اعتقاد ہے اور قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ جب آنحضرت (محمد صاحب) سے لوگوں نے پوچھا کہ روح کیا چیز ہے تو آپ کچھ نہ بتلا سکے اور اُسوقت آیت نازل ہوئی کہ اے محمد کہدے کہ روح ایک امر ربّی ہے سو مسلمانوں نے تو روح کو کیا سمجھا ہوگا خدا نے اُنکے ہادی پر بھی روح کی کیفیت ظاہر نہیں کی اور خدا کا بھی کیا جواب عمدہ ہے کہ روح امر ربّی ہے کیا اَور چیزیں امر ربّی نہیں +

اقول۔ اِسوقت ماسٹر صاحب کی خوبیٔ فہم اور جلد بازی کا تصور کر کے مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے کہ ایک ایسا شخص کسی شہر میں تھا جو ہمیشہ چپ رہا کرتا تھا آخر اُسکی خاموشی سے لوگ اِس وہم میں پڑ گئے کہ یہ کوئی بڑا فاضل اور دانشمند ہوگا اِسی خیال سے ایک جماعت کثیر اُسکی خدمت میں حاضر رہنے لگی ایکدن اِس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے اپنی عقلمندی ظاہر کرنیکے لئے کچھ بولنا چاہیئے سو جب اُس نے دو چار باتیں ہی مُنہ سے نکالیں تو تمام لوگ سمجھ گئے کہ اگر اِس شہر میں کوئی اَور نادان بھی ہے تو اِس سے بڑھکر کبھی نہ ہوگا۔ تب اُسکے اردگرد سے سب بھاگ گئے اور ساری جماعت متفرق ہوگئی اور وہ اکیلا رہ کر بہت دردمند ہُوا آخر بڑی مصیبت سے ایک رات کاٹی صبح ہوتے ہی اُس شہر سے کہیں کو چلا گیا اور جاتے وقت ایک دیوار پر لکھ گیا کہ اگر مَیں پہلے اپنی شکل کو آئینہ میں دیکھ لیتا تو نادانی سے اپنا پردہ فاش نہ کرتا۔

اِسی طرح ماسٹر صاحب نے بھی اچھا نہیں کیا کہ لاعلمی اور ناواقفیت اور ناسمجھی کیحالت میں اعتراض کرنیکے لئے زبان کھولی۔ لالہ صاحب میں آپکی غلطیوں کو کہاں تک اصلاح کرتا جاؤں آپنے یہ کس سے سُن لیا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم روح نہیں دیا گیا تھا اور آپنے قرآن شریف میں کس جگہ اور کہاں دیکھ لیا کہ حضرت ممدوح روح کے علم سے بیخبر تھے۔ مَیں جانتا ہوں کہ آپکو اپنی عقل ناتمام کی شامت سے اِس آیت کے سمجھنے میں دھوکا لگا ہے جو قرآن شریف میں وارد ہے اور وہ یہ ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربّی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا الجزو ۱۵ سورہ بنی اسرائیل اور کفار تجھ سے (اے محمدؐ) پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے اور کس چیز سے اور کیونکر پیدا ہوئی ہے۔ ان کو کہدے کہ روح میرے ربّ کے امر میں سے ہے اور تم کو اے کافرو علم روح اور علم اسرار الٰہی نہیں دیا گیا مگر کچھ تھوڑا سا۔ سو اسجگہ اے ماسٹر صاحب آپکو اپنے نقصان فہم سے یہ غلطی لگی کہ آپنے اِس عبارت کا مخاطب (کہ تم کو علم روح نہیں دیا گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھ لیا حالانکہ لفظ ما اوتیتم جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تم کو نہیں دیا گیا جمع کا صیغہ ہے جو صاف دلالت کر رہا ہے جو اِس آیت کے مخاطب کفار ہیں کیونکہ ان آیات میں جمع کے صیغہ سے کسی جگہ آنحضرتؐ کو خطاب نہیں کیا گیا بلکہ جابجا واحد کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے اور جمع کے صیغہ سے کفار کی جماعت کو بیان

کیا گیا ہے کہ وہ ایسا سوال کرتے ہیں سو اگر کوئی نرا اندھا نہ ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں دو جمع کے صیغے وارد ہیں اول یسئلون یعنی سوال کرتے ہیں دوم ما اوتیتم یعنی تم نہیں دیئے گئے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ یسئلون کے صیغہ جمع سے مراد کافر ہیں جنہوں نے روح کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تھا ایسا ہی ظاہر ہے کہ ما اوتیتم کے صیغہ جمع سے بھی مراد کافر ہی ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کسی جگہ جمع کے صیغہ سے خطاب نہیں کیا گیا بلکہ اوّل مجرد کاف سے جو واحد پر دلالت کرتا ہے خطاب کیا گیا یعنی یہ کہا گیا کہ تجھ سے کفار پوچھتے ہیں نہیں کہا گیا کہ تم سے کفار پوچھتے ہیں۔ پھر بعد اسکے ایسا لفظ واحد سے فرمایا کہ ان کو کہدے یہ نہیں فرمایا کہ انکو کہہ دو۔ برخلاف بیان حال کفار کے کہ اُن کو دونوں موقعوں پر جمع کے صیغے سے بیان
کیا ہے سو آیت کے سیدھے سیدھے معنی جو سیاق سباق کلام سے سمجھے جاتے ہیں[۱۲۵] اور صاف صاف ص ۱۲۵
عبارت سے نکلتے ہیں یہی ہیں کہ اے محمدؐ کفار تجھ سے روح کی کیفیت پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے اور کس چیز سے پیدا ہوئی ہے سو انکو کہدے کہ روح امر ربّی ہے یعنی عالم امر میں سے ہے۔ اور تم اے کافرو کیا جانو کہ روح کیا چیز ہے کیونکہ علم روح حاصل کرنے کیلئے ایماندار اور عارف باللہ ہونا ضروری ہے مگر ان باتوں میں سے تم میں کوئی بھی بات نہیں۔

اب ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ نادانی اور شتاب کاری کی آمیزش سے کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ غور کرنا چاہیئے کہ ان آیات شریفہ متذکرہ بالا کا کیسا مطلب صاف صاف تھا کہ کفار کی ایک جماعت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے تب ایسی جماعت کو جیسا کہ صورت موجودہ تھی بصیغہ جمع مخاطب کرکے جواب دیا گیا کہ روح عالم امر میں سے ہے یعنی کلمۃ اللہ یا ظلّ کلمہ ہے جو بحکمت و قدرت الٰہی روح کی شکل پر وجود پذیر ہو گیا ہے اور اسکو خدائی سے کچھ حصہ نہیں بلکہ وہ درحقیقت حادث اور بندۂ خدا ہے اور یہ قدرت ربّانی کا ایک بھید دقیق ہے جسکو تم اے کافرو سمجھ نہیں سکتے † مگر کچھ تھوڑا سا جسکی وجہ

† حاشیہ ۸۵ یہ ایک سر ربوبیت ہے جو کلمات اللہ سے مخلوقات الٰہی پیدا ہو جاتی ہے اُسکو اپنی اپنی سمجھ کے موافق ہر یک شخص ذہن نشین کر سکتا ہے چاہے اس طرح سمجھ لے کہ مخلوقات کلمات الٰہی سے

۱۲۶ سے تم مکلف بایمان ہو تمہاری عقلیں بھی دریافت کر سکتی ہیں اِس کُھلے کُھلے مطلب کے سمجھنے میں ماسٹر صاحب نے کتنی بڑی غلطی کھائی ہے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ گویا یہ خطاب لاعلمی کیفیت روح کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے لاحول ولا قوۃ پتھر پڑیں ایسی سمجھ پر کاش ماسٹر صاحب نے کچھ تھوڑی سی عربی پڑھی ہوتی یا کچھ تھوڑا سا قاعدہ صرف نحو کا ہی دیکھا ہوتا اے صاحب! ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ روح کی کیفیت پوچھنے والے کون لوگ تھے وہ تو آپ کے ہی بھائی بند یعنی منکرین دین اسلام تھے انہیں کو تو یہ جواب دیا گیا تھا کہ روح عالم امر میں سے ہے اور تم ان الٰہی بھیدوں کو اے کافرو کیا جانو ایمان لاؤ تا تمہیں روح کی کیفیت اور اُسکے علوم معلوم ہوں اور یہ جو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روح عالم امر میں سے ہے جس پر ماسٹر صاحب نے

بقیہ حاشیہ اظلال و آثار ہیں یا ایسا سمجھ سکتا ہے کہ خود کلمات الٰہی ہی ہیں جو بقدرت الٰہی مخلوقیت کے رنگ میں آجاتے ہیں کلام الٰہی کی عبارت ان دونوں معنی کے سمجھنے کیلئے وسیع ہے اور بعض مواضع قرآن کی ظاہر عبارت میں مخلوقات کا نام کلمات اللہ رکھا گیا ہے جو تجلیات ربوبیت سے بقدرت الٰہی لوازم وخواص جدیدہ حاصل کر کے حدوث کے کامل رنگ سے رنگین ہو گئے ہیں اور درحقیقت یہ ایک سرّ اُن اسرار خالقیت میں سے ہے جو عقل کے چرخ پر چڑھا کر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکتے اور عوام کے لئے سیدھا راہ سمجھنے کا یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کرنا چاہا وہ ہو گیا اور سب کچھ اُسی کا پیدا کردہ اور اُسی کی مخلوق اور اُسی کے دست قدرت سے نکلا ہوا ہے لیکن عارفوں پر کشفی طور سے بعد مجاہدات یہ کیفیت حدوث کھل جاتی ہے اور نظر کشفی میں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام ارواح و اجسام کلمات اللہ ہی ہیں جو بحکمت کاملہ الٰہی پیرایہ حدوث و مخلوقیت سے متلبس ہو گئے ہیں مگر اصل محکم جس پر قدم مارنا اور قائم رہنا ضروری ہے یہ ہے کہ ان کشفیات و معقولات سے قدر مشترک لیا جائے یعنی یہ کہ خدائے تعالیٰ ہر یک چیز کا خالق اور محدث ہے اور کوئی چیز کیا ارواح اور کیا اجسام بغیر اُسکے ظہور پذیر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ کلام الٰہی کی عبارت اِسجگہ درحقیقت ذوالوجوہ ہے اور جسقدر قطع اور یقین کے طور پر قرآن شریف ہدایت کرتا ہے وہ یہی ہے کہ ہر یک چیز خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر و وجود پذیر
۱۲۷ ہوئی ہے اور کوئی چیز بغیر اُسکے پیدا نہیں ہوئی اور نہ خود بخود ہے سو اسقدر اعتقاد ابتدائی حالت

اپنی جوش فہمی سے جھٹ پٹ اعتراض بھی کر دیا یہ ایک بڑی بھاری صداقت کا بیان ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی دو طور سے ناپیدا چیزوں کو پیدا کرتی ہے [ص۱۲۷] اور دونوں طور کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے ہیں جب خدائے تعالےٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اُس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہے تو اُس طرز پیدائش کا نام خلق ہے خلاصہ کلام یہ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے اور مرکب چیز کو کسی [ص۱۲۸] شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالمِ خلق سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں قرآن شریف میں فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر یعنی بسائط کا عدم محض سے پیدا کرنا اور مرکبات کو طور خاص میں

بقیہ حاشیہ کے لئے کافی ہے پھر آگے معرفت کے میدانوں میں سیر کرنا جسکو نصیب ہوگا اُسپر بعد مجاہدات خود وہ کیفیت کھل جائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرینگے ہم اُنکو وہ اپنی خاص راہیں آپ دکھلا دینگے جو مجرّد عقل اور قیاس سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اور درحقیقت خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر رکھا ہے۔

(۱) عالم ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسّل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

(۲) عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

(۳) عالم باطن در باطن جو ایسا نازک اور لایدرک و فوق الخیالات عالم ہے جو تھوڑے ہیں جو اُس سے خبر رکھتے ہیں وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی مگر ظن محض۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے نہ اور کسی ذریعہ سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اُسنے اُن دو پہلے عالموں کے دریافت کرنیکے لئے جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس و قوتیں عنایت کی ہیں اسی طرح اس [ص۱۲۹] تیسرے عالم کے دریافت کرنے کیلئے بھی اُس فیاض مطلق نے انسان کیلئے ایک ذریعہ رکھا ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ اُسکے شرائط بجا لانیوالے ہمیشہ اُسکو پاتے رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہینگے۔ چونکہ انسان ترقیات غیر محدودہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور خدائے تعالیٰ غیب بخل و امساک سے بکلی ص۱۲۸

لا ما دو نوں خدا کے فعل ہیں اور بسیط اور مرکب دونوں خدائے تعالیٰ کی پیدائش ہے اب ماسٹر صاحب!
دیکھا کہ یہ کیسی اعلیٰ اور عمدہ صداقت ہے جسکو ایک مختصر آیت اور چند معدود لفظوں میں خدائے تعالیٰ نے ادا
کر دیا اسکے مقابلہ پر اگر آپ وید کے عقیدہ کو سوچیں ۱۲۹ تو جتنا شرمندہ ہوں اتنا ہی تھوڑا ہے اسی وجہ ۱۲۹
سے تو ہم نے آپکو ایک خاموش درویش کا قصہ سنایا اگر آپ ایسے ایسے فضول اور خام شبہات
کے پیش کرنے سے زبان بند رکھتے تو ہمیں آپکی حیثیت علمی پر وہ شک نہ پڑتا جو اب پڑ گیا
ہے بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ماسٹر صاحب کے دل میں یہ خیال ہے کہ قرآن شریف
میں علم روح بیان نہیں کیا گیا اور وید میں بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت

بقیہ حاشیہ پاک ہے پس اس قوی دلیل سے ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے جو خدائے تعالیٰ
نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنیکا شوق ڈالکر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول
سے بکلی اسکو محروم رکھا ہے پس یہ وہ دلیل ہے جس سے دانشمند لوگ دائمی طور پر الہام اور کشف کی ضرورت
کو یقین کر لیتے ہیں اور آریوں کی طرح چار رشیوں پر الہام کو ختم نہیں کرتے جنکی مانند کوئی پانچواں اس
کمال تک پہنچنا انکی نظر عجیب میں ممکن ہی نہیں بلکہ عقلمند لوگ خدائے تعالیٰ کے فیاض مطلق ہونے پر
ایمان لاکر الہامی دروازوں کو ہمیشہ کھلا سمجھتے ہیں اور کسی ولایت اور ملک سے اسکو مخصوص نہیں رکھتے
ہاں اس صراط مستقیم سے مخصوص رکھتے ہیں جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے یہ برکات حاصل ہوتی ہیں کیونکہ
ہر یک چیز کے حصول کے لئے یہ لازم پڑا ہوا ہے کہ انہیں قواعد اور ۱۲۹ طریقوں پر عمل کیا جائے جنکی پابندی سے ۱۲۹
وہ چیز مل سکتی ہے غرض عقلمند لوگ عالم کشف کے عجائبات سے انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں ماننا پڑتا ہے کہ جس جواد
مطلق نے عالم اول کے ادنیٰ ادنیٰ امور کے دریافت کرنے کیلئے انسان کو حواس طاقتیں عنایت کی ہیں وہ تیسرے
عالم کے معظم اور عالیشان امور کے دریافت سے جس سے حقیقی اور کامل تعلق خدائے تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے اور سچی اور یقینی
معرفت حاصل ہو کر اسی دنیا میں انوار نجات نمایاں ہو جاتے ہیں کیوں انسان کو محروم رکھتا بے شک یہ طریق
بھی دوسرے دونوں طریقوں کی طرح کھلا ہوا ہے اور صادق لوگ بڑے زور سے اس پر قدم مارتے ہیں اور اسکو پاتے
ہیں اور اسکی ثمرات حاصل کرتے ہیں عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہیں اور اسکے مقابل پر دوسرے
عالم ایسی ہیں جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشخاس - اس بات پر زور لگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے

روح سے کچھ خبر ص۱۳۰ نہ تھی مگر وید کے چاروں رشیوں کو خبر تھی تو اس بات کا تصفیہ نہایت سہل اور آسان ص۱۳۰
ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب مقابلہ کرنے کے عہد پر ہم کو اجازت دیں تا ہم علم روح کو جو قرآن شریف
میں لکھا ہے جس سے معرفت کاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وکمالیت قرآن شریف ثابت ہوتی ہے ایک
مستقل رسالہ میں مرتب کر کے بحوالہ آیات قرآنی شائع کر دیں اور جب یہ رسالہ ہماری طرف سے چھپ کر
شائع ہو جائے تو اُسوقت ماسٹر صاحب پر واجب ص۱۳۱ لازم ہوگا کہ اسکے مقابل پر وید کی شرتیوں کے ساتھ ص۱۳۱
ایک رسالہ مرتب کریں جسمیں رُوح کے بارے میں وید کی فلاسفی بیان کی گئی ہو کہ وہ کیونکر غیر مخلوق
اور خدا کی طرح قدیم اور خدا سے الگ چلی آتی ہے اور اسکے خواص کیا کیا ہیں مگر ہم دونوں فریقوں پر لازم ہوگا
کہ اپنی اپنی کتاب سے باہر نہ جائیں کوئی خود تراشیدہ خیال پیش نہ کریں بلکہ وہی بات پیش کریں جو اپنی
کتاب الہامی نے پیش کی ہے اور اُس آیت یا شرتی کو بہ ہیئت خاص مع ترجمہ لکھ بھی دیں تا کہ ناظرین کیلئے

بقیہ حاشیہ بکلی منکشف ہو جائیں یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بند کر کے مثلاً اس بات پر
زور لگاوے کہ وہ قابل رویت چیزوں کو قوت شامہ کے ذریعہ سے دیکھ لے بلکہ عجائبات عالم باطن در باطن سے
عقل ایسی حیران ہے کہ کچھ دم نہیں مارسکتی کہ یہ کیا بھید ہے روحوں کی پیدائش ص۱۳۰ پر انسان کیوں تعجب کرے ص۱۳۰
اسی دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ انکی کنہ کو سمجھنے میں بکلی عقل عاجز رہ جاتی ہے بعض
اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بیشمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف صاف
دیکھ لیتا ہے بلکہ بعض اوقات عین بیداری میں باذنہ تعالیٰ اُسکی آواز بھی سُن لیتا ہے اور اس سے زیادہ تر تعجب کی
یہ بات ہے کہ بعض اوقات وہ شخص بھی اُسکی آواز سُن لیتا ہے جسکی صورت اسپر منکشف ہوئی ہے بعض اوقات
صاحب کشف اپنی عالم کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گذشتہ سے ملاقات کرتا ہے اور عام طور پر
ملاقات ہر یک نیکبخت روح یا بدبخت روح کے کشف قبور کے طور پر ہو سکتی ہے چنانچہ خود اسمیں مؤلف رسالہ ہذا صاحب
تجربہ ہے اور یہ امر ہندوؤں کے مسئلہ تناسخ کی بیخکنی کرنیوالا ہے اور سب سے تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف
اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے باذنہ تعالیٰ عالم بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے
حالانکہ اُسکا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا اور عقل کے نزدیک ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے سو یہ محال
اس عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف ص۱۳۱ بچشم خود دیکھتا ہے اور اُن کور باطنوں کے ص۱۳۱
انکار سے تعجب پر تعجب کرتا ہے جو اس عالم ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں راقم رسالہ ہذا نے اس عالم ثالث کے

لگا سکیں کہ آیا وہ بات اُس سے نکلتی ہے یا نہیں سو اگر اس شرط سے ماسٹر صاحب مقابلہ کر دکھائیں یا
کوئی اور شخص جو آریوں کے ممتاز علماء میں سے ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو خواہ ماسٹر صاحب
ہوں یا منشی اندرمن صاحب مرادآبادی یا منشی جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور یا کوئی
اور صاحب جو اُس گروہ میں مسلّم العلم ہوں سو روپیہ نقد بطور انعام دوں گا اور یہ روپیہ فریق مخالف کی تسلّی صفحہ ۱۳۳
خاطر کے لئے پہلے ہی کسی ثالث برہمو صاحب کے پاس جیسے بابو نوبین چندر رائے صاحب و پنڈت
شیونارائن صاحب اگنی ہوتری ہیں بطور امانت جمع کرایا جائیگا اور انہیں اختیار ہوگا کہ اگر وہ اپنی رائے
میں دیکھیں کہ حقیقت میں آریہ صاحب نے وید کا مقابلہ کر دکھایا تو خود بخود بغیر اجازت اینجانب وہ روپیہ
اُس آریہ صاحب کے حوالہ کر دیں۔ لیکن اگر اس مضمون کو پڑھکر پھر بھی ماسٹر صاحب یا انکے کوئی دوسرے
باعلم بھائی خاموش رہے اور مجھ کو بوعدہ مقابلہ ایسے رسالہ کی تالیف کیلئے تحریک کی تو پھر تمام ناظرین کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲ عجائبات اور نادر مکاشفات کو قریب پانچ ہزار کے بچشم خود دیکھا اور اپنے ذاتی تجربہ سے مشاہدہ کیا اور اپنے
نفس پر انہیں وارد ہوتے پایا ہے۔ اگر ان سب کی تفصیل لکھی جائے تو ایک بڑی بھاری کتاب تالیف ہو سکتی ہے ان
سب عجائبات میں سے ایک بڑی عجیب بات یہ ثابت ہوئی کہ بعض کشفی امور جنکا خارج میں نام و نشان نہیں محض
قدرت غیبی سے وجود خارجی پکڑ لیتے ہیں اگرچہ صاحب فتوحات و فصوص و دیگر اکثر اکابر متصوفین نے
اس بارہ میں بہت سے اپنے خود گذشت قصّے اپنی تالیفات میں لکھے ہیں لیکن چونکہ دید و شنید میں فرق ہے اسلئے
مجرّد ان قصّوں کی سماعت سے ہم کو وہ کیفیت یقینی حاصل نہیں ہو سکتی تھی جو اپنے ذاتی مشاہدہ سے حاصل ہوئی۔
ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ
زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اُسکو دستخط کرانے کیلئے خداوند قادر مطلق جلّشانہ کے سامنے پیش کیا ہے یاد
رکھنا چاہیئے کہ مکاشفات اور رؤیا صالحہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی صفحہ ۱۳۴
شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتے ہیں اور مجازی طور پر وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق
ہے اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں
کر سکتا) غرض وہی صفت جمالی جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے
اُس ذات بے چون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی اور اُس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے
قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اُس سُرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سُرخی کا قلم کے مُنہ میں رہ گیا

سمجھنا چاہیئے مگر انکی سب آوازیں طبل تہی ہیں اور صادقوں کے طریق پر وہ چلنا ہی نہیں چاہتے بھلا یہ کیا
اوباشانہ طریق ہے کہ اوّل خدائے تعالیٰ کی پاک کلام اور اُسکے کامل نبی کی نسبت ہتک اور توہین کے
کلمات مُنہ پر لائیں اور جب مقابلہ وید و قرآن کے لئے کہا جائے تو پھر ایسے چُپ ہوں کہ گویا دنیا سے
کوچ کر گئے۔ ناظرین سوچ لیں کہ اس سے بڑھکر اور کیا سفاہت کی بات ہوگی کہ ہم مغلوب ہونے کی حالت ۱۳۵
میں سو روپیہ نقد دینا وعدہ کرتے ہیں اور غالب ہونیکی حالت میں ہم کچھ بھی نہیں مانگتے صرف یہ امید
رکھتے ہیں کہ کوئی روح بے راہی کے طریق سے نادم ہوکر سچائی کا طریق اختیار کرے۔ سو اب ہم منتظر رہیں گے
کہ کب لالہ مرلیدھر صاحب یا اُن کے کوئی اور آریہ بھائی جو اپنی قوم میں امتیاز علمی رکھتے ہوں ایسی درخواست کرینگے ع

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

قولہ۔ اسی طرح اسلام نے مادہ کی کیفیت کو بھی نہیں سمجھا اور نہ مادی دنیا کو ہی معلوم کیا کہ زمین و سورج و

بقیہ حاشیہ۔ اُس نے اس کتاب پر دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی اور آنکھ کھولکر جب خارج میں
دیکھا تو کئی قطرات سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ صاحب عبد اللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے
والے تھے اور اُسوقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہوکر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سُرخی کے انکی ٹوپی پر
پڑے پس وہ سُرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آگئی اسی طرح اور کئی مکاشفات ہیں جن کا لکھنا موجب
تطویل ہے مشاہدہ کیا گیا ہے اور اپنے ذاتی تجارب سے ثابت ہوگیا ہے جو بلا شبہ امور کشفیہ کبھی کبھی باذنہ تعالیٰ وجود
خارجی پکڑتے ہیں یہ امور عقل کے ذریعہ سے ہرگز ذہن نشین نہیں ہوسکتے بلکہ جو شخص عقل کے گھمنڈ اور غرور میں پھنسا ۱۳۶
ہوا ہے وہ ایسی باتوں کو سنتا ہی نہایت تکبر سے کہیگا کہ یہ سراسر امر محال اور خیال باطل ہے اور ایسا کہنے والا
یا تو دروغگو ہے یا دیوانہ یا اُسکو سادہ لوحی کی وجہ سے دھوکا لگا ہے اور بباعث نقصان تحقیق بات کی تہ تک
پہنچنے سے محروم رہ گیا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان عقلمندوں کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ وہ امور جنکی صداقت پر
ہزارہا عارف و راستباز اپنی ذاتی تجارب سے شہادتیں دے گئے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں اور صحبت گزینوں پر
ثابت کر دینے کے لئے بفضلہ تعالیٰ اپنی ذمہ واری لیتے ہیں کیا وہ ایسے خفیف امور ہیں جو صرف منکرانہ لب
ہلانے سے باطل ہیں اور حق بات تو یہ ہے کہ عالم کشف کے عجائبات تو ایک طرف رہے جو عالم عقل ہے یعنی جس عالم تک
عقل کی رسائی ہونا ممکن ہے اُس عالم کا بھی ابھی تک عقل نے تصفیہ نہیں کیا اور لاکھوں اسرار الٰہی پردہ غیب میں
دبے پڑے ہیں جنکی عقلمندوں کو ہوا تک نہیں پہنچی ایک نصیلی مکھی جو پلید اور ناپاک زخموں پر بیٹھتی ہے اور اکثر

چاند وغیرہ کیا بستو ہیں زمین جو کہ کرہ ہے اُسکی حقیقت اور گردش وکشش وغیرہ جو ہے اُن سب کے خلاف ہی سارے مسائل اسلام کے ہیں ؛

اقول - آپ اِس خیال پر اختلال میں سراسر غلطی پر ہیں اور یہ آپکا قول بالکل جھوٹ اور افترا یا بیخبری یا بے علمی کا تقاضا ہے جو آپ تعلیم قرآنی کی نسبت ایسا خیال کر رہے ہیں بلکہ تعلیم قرآنی میں جیسی واقعی اور حقانی طور پر کیفیت روح اور اُسکے خواص بیان کیئے گئے ہیں ایسا ہی زمین و سورج و چاند وغیرہ مادی اشیاء کی نسبت قرآن شریف میں صحیح صحیح اور واقعی بیان مندرج ہے اور ایسے بلند و عمیق اسرار طبعی و ہیئت و طبابت و دیگر لطائف فلسفہ اُس میں پائے جاتے ہیں جن کی طرف کسی حکیم یا فلسفی کا ذہن سبقت نہیں لیگیا اگر آپ اِسمیں کچھ بھی آزمائش کرنا چاہیں تو حسب تحریک آپکے ہم ایک ہی رسالہ میں جیسا کہ قول گذشتہ میں ہم وعدہ کر چکے ہیں بمراد مقابلہ وید و قرآن یہ دونوں طور کے مسائل علم روح و مسائل علم اشیاء مادی قرآن شریف سے لیکر بیان کر سکتے ہیں مگر اُسی شرط متذکرہ بالا کے روسے یعنی یہ کہ جس طرح ہم اپنے بیان میں قرآن شریف سے باہر نہ جائیں ایسا ہی بمقابل ہمارے آپ بھی دکھائیں اور آپ یاد رکھیں کہ آپکی ساری باتیں فضول اور دعوی ہی دعوی ہیں ورنہ وید تو خالق اور مخلوق میں بھی

بقیہ حاشیہ گدھے یا بیل وغیرہ جو زخمی اور مجروح ہوں اُنکو ستاتی ہے اُس کے اِس عجیب خاصہ پر کوئی فلسفی دلیل عقلی نہیں بتلا سکتا کہ وہ اکثر برسات میں تکون کے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور اُسکی اولاد صرف کیڑے ہوتے ہیں جو ایک ایک سکنڈ میں ۱۲۴ دس دس بیس بیس تیس تیس اُسکے اندر سے نکلتے جاتے ہیں کیا یہ عقل کے برخلاف ہے یا نہیں کہ مادہ اور نر ۱۲۴
دونوں نوع واحد میں داخل ہوں اور اُنکے بچے ایسے ہوں کہ اُس نوع سے بکلی خارج ہوں ایسا ہی اگر چھپکلی کو (جس کو پنجاب میں کرلی کہتے ہیں) درمیان سے کاٹ جاوے تو اُسکا نیچے اور اوپر کا دھڑ دونوں الگ الگ تڑپتے ہیں اور مضطربانہ حرکت کرتے ہیں اگر بقول پنڈت دیانند صاحب روح بھی جسم کی قسم ہے تو اِس سے ضرور لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہو گیا ہو اور اگر روح کو جسم اور جسمانی ہونے سے منزہ خیال کریں اور اُسکا تعلق جسم سے ایسا ہی مجہول الکیفیت و برتر از عقل و فہم خیال کریں جیسی روح کا حدوث برتر از عقل و فہم ہے تو پھر البتہ کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہاں پنڈت دیانند کا مذہب جڑھ سے اکھڑتا ہے اسی طرح عقلمندوں کی عقل ناقص کے تراش خراش پر بہت اعتراض اٹھتے ہیں اور انکو آخر کار نہایت شرمساری سے منہ کے بل گرنا پڑتا ہے اور پھر انجام کار بہت خوار اور ذلیل ہو کر اسی بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے بے انتہاء عجیب و غریب قدرتوں کا احاطہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے؎ ہرچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از کمال رسوائی - منہ

ص۱۳۶ فرق نہیں کر سکا پھر دوسری صداقتیں کیا بیان کریگا۔ ایک وید کا دعویٰ تناسخ ہی نہ دیکھیں یعنی جونوں کا مسئلہ کہ کسقدر مخالف طبعی و طبابت و ہیئت ہی بموجب قرار داد وید کے جو لوگ نہایت درجہ کے ذلیل گناہ کرتے ہیں وہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض بنتے ہیں اور انسان کی جون اُنہیں کو ملتی ہے جن کا گناہ کچھ خفیف ہو اب ایک محقق عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اِس سے لازم آتا کہ کیڑوں مکوڑوں کا کثرت سے پیدا ہونا ہمیشہ کثرت گناہوں کے تابع ہو حالانکہ یہ بات بہ بداہت نظر سراسر باطل معلوم ہوتی ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کا قانون قدرت صاف صاف یہی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر کیڑے مکوڑے اور مینڈکیں اور چھوٹے چھوٹے پردار اور دوسرے جانور موسم برسات میں ہی پیدا ہوتے ہیں تو کیا اب یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ خلقت خدا کی برسات کے دنوں میں ہی کثرت سے گناہ کرتی ہے کسی اور دنوں میں نہیں کرتی دیکھو یہ عقیدہ کسقدر علم طبعی کے برخلاف ہے۔ ایسا ہی جمیع اطباء کی تحقیقات سے اکثری طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد اور عورت کی دو منیوں کے ملنے سے لڑکا لڑکی پیدا ہوتا ہے مگر دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ وید کے رو سے صرف عورت کا نطفہ موجب حمل ہو جاتا ہے اور روح شبنم کی طرح کسی بوٹے پر گرتی ہے اُسکو کوئی عورت کھا کر حاملہ ہو جاتی ہے دیکھو یہ کسقدر منافی مسائل طبابت ہے۔ ایسا ہی وید میں یہ بھی لکھا ہے کہ اندر نے ایک رشی کی لڑکی کو حمل کر دیا بلکہ آپ ہی اُسکے پیٹ سے پیدا ہو گیا۔ آپ لوگوں کے بزرگ یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ بعض رشی کان کی راہ سے بعض مُنہ کی راہ سے بعض کسی اَور دوسرے حیوان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں ایسا ہی آپکا وید بہت سے ایسے خواص چاند اور سورج کی طرف منسوب کرتا ہے جنکی زمانہ حال کی نئی تحقیق نے صاف صاف بکمال ثبوت تکذیب کی ہے اگر ہم اسوقت وید سے نقل کر کے جو ہمارے سامنے رکھا ہے ان سب باتوں کو جو خلاف مسائل ثابت شدہ طبعی و طبابت و ہیئت اس میں بھری پڑی ہیں لکھیں تو یہ رسالہ ایک بڑی کتاب ہو جائیگی اِسلئے بالفعل ہم اُن تمام امور کو اس مستقل ص۱۳۷ رسالہ پر موقوف رکھتے ہیں جس کا ہم بہ شرائط متذکرہ بالا وعدہ کر چکے ہیں ✦

قولہ۔ آج تک مسلمانوں کو چاند وغیرہ کی حقیقت معلوم نہیں کہ کب نکلتا ہے اور کب چھپتا ہی۔ ایک عید ہی آتی ہے تو سب مسلمان شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ چاند کون سے دن نکلتا ہے ✦

۱ قول۔ بھلا غنیمت ہے کہ چاند وغیرہ کی حقیقت آپ لوگوں نے تو اچھی طرح سمجھ لی ہے۔ اے ماسٹر صاحب میں نہیں جانتا کہ اس قسم کی بیہودہ اور بے اصل باتوں سے آپکا مطلب کیا ہے۔ اگر اس نکتہ چینی سے آپکا مدعا یہ ہے کہ عوام مسلمانوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ علوم طبعی و ہیئت سے بیخبر ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس وصف کے عوام الناس کس قوم میں نہیں پائے جاتے بلکہ ہندوؤں کے عوام پر تو گویا سادہ لوحی و وہم پرستی عجائب پرستی ختم ہے ابھی کسی اخبار میں لکھا تھا کہ ایک ہندو صاحب ریل کو دیکھ کر جھک کر اسے سجدہ کیا کہ نیرادھن بل ہے تو ماتا دیوی ہے کیا ان لوگوں کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اُن کو بھی طبعی یا فلاسفی کی بوُ پہنچی ہے بھلا آپ ہی فرمایئے کہ ایسے خیالات کے مالک قریب قریب حیوانات کے ہیں یا نہیں۔ کیا جو لوگ آفتاب اور ماہتاب سے لیکر زمین کے تمام عناصر بلکہ پتھروں اور بوٹیوں تک بھی پرستش کرتے ہیں انکو اس فلسفہ حقہ پر کچھ اطلاع ہے کہ یہ سب چیزیں مخلوق اور ایک صانع قادر کے قبضہ قدرت میں ہیں نہ کسی کو نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ کچھ نقصان کر سکتی ہیں ایسا ہی جا بجا آریہ صاحبوں کے عوام کیا بلکہ خواص بھی علوم فلسفہ سے بکلّی بیخبر اور غافل محض پائے جاتے ہیں دیکھو ایک طرف آریہ لوگوں کی فلاسفی یہ بتلاتی ہے کہ گئے جو ایک حیوان ہے مسئلہ اواگون کے رو سے کسی زمانہ میں برہمن کی قوم میں سے یعنی ایک برہمنی تھی اور پھر کسی پلید اور بُرے کام کے ارتکاب سے بعض کہتے ہیں کہ زنا کے باعث سے سزایاب ہو کر گائے کی جون میں آئی۔ اور پھر دوسری طرف دیکھو کہ اُسی مجرمہ فاسقہ عورت کی ہندوؤں کے خیالات میں کسقدر تعظیم و تکریم جمی ہوئی ہے کہ گویا اُسی کی دُم پکڑ کر پار ہو جانا ہے یہاں تک ۱۳۵ اُنکی بزرگی تسلیم کی جاتی ہے کہ اُسکے عوض میں کسی انسان کا خون کرنا انکے نزدیک کچھ بھی گناہ نہیں بلکہ ثواب کی بات ہے اگرچہ ایسی ایسی حرکات کبھی کبھی اب بھی ہندو لوگ شوخی کی راہ سے کر بیٹھتے ہیں چنانچہ کوکوں کا بمقام امرتسر کئی قصابوں کو بیرحمی سے قتل کرنا ایک ایسا تازہ واقعہ ہے جسمیں کچھ زیادہ مدت نہیں گذری لیکن سکھوں کے عہد حکومت میں تو بڑے زور شور سے بحکم حکام ایسی وارداتیں ہوتی تھیں سکھوں کا دور حکومت پنجاب میں پچاس برس کے اندر اندر شروع بھی ہوا اور ختم بھی ہو گیا اُس زمانہ کی تحریروں اور واقفکاروں کے بیانات تائیدی سے یہ پُردرد ماجرا معلوم ہوتا ہے کہ اس حیوان کے کسی اتفاقی زخم لگ جانے پر یا کبھی کسی ناقہ کُش کے ہاتھ سے ذبح کئے جانے پر چار ہزار سے کچھ زیادہ مسلمان متفرق مقامات اور دفعات میں زمانہ عملداری سکھوں میں نہایت دردانگیز اور بیرحمی کے طریقوں سے

قتل کیئے گئے اور جلائے گئے اور پھانسی دیئے گئے اور اُس سکھان شاہی میں ہمیشہ اس منحوس جانور کی حمایت میں ہندوؤں سے ایسی ایسی ظالمانہ حرکتیں ہوتی رہی ہیں یہاں تک کہ آخر مظلوموں کی فریاد جناب الٰہی میں سُنی گئی اور اس جانور اور اسکے حامیوں پر منعم حقیقی کا غضب بھڑکا اور اُس نے عنانِ حکومت ہمیشہ کے لئے ہر ایک زمان و مکان سے اُنکے ہاتھ سے چھین لی اور ایک ایسی مہذب قوم کو ابرِ رحمت کی طرح دور سے لایا جسمیں انسان اور حیوان میں فرق کرنے کی لیاقتیں موجود تھیں اور جسکو قابلیت رعیت پروری و ملکداری و قدر شناسی اشرف المخلوقات حاصل تھی اُس قوم فاتح اور قابل شکر (یعنی گورنمنٹ برطانیہ) کی حکومت پنجاب میں قائم ہونے سے سب مسلمان اُس عذاب سے رہائی پا گئے کہ جو بنی اسرائیل کی طرح ایک مدت مدید سے سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھ سے اُٹھاتے تھے اور دہ ہزارہا شریف انسانوں کے خون جو اِس ایک حیوان کے عوض میں اُسپر ظلم حکومت میں بہائے گئے تھے اِسی طرح اُن ظالم سرداروں کا نام و نشان بھی ۱۳۹ نہ رہا اور آخر اُن کے خونوں سے بھی زمین سُرخ ہوگئی اور گائے پر بھی جو کچھ بغضب الٰہی وارد ہُوا اور اَب تک ہمیشہ کے لئے وارد ہو رہا ہے اُسکے بیان کرنے کی تو کچھ حاجت ہی نہیں۔ ؎

تا دلِ مردانِ حق نامد بہ درد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

اَب دیکھو کہ ایک لایعقل حیوان کو انسان سے بہتر جاننا اور پہلے آپ ہی اُس حیوان کو ایک فاسقہ عورت کی بگڑی ہوئی جون قرار دینا اور پھر اُسکی ایسی عزت کرنا کہ اُسکے ادنیٰ زخم پر ہزارہا انسانوں کے خون کرنے کو تیار ہوجانا یہ کس قسم کی فلاسفی ہے اگر تلاش کرو تو تمام دنیا میں ایسا وحشیانہ جوش ایک حیوان کے لئے کسی قوم میں ہرگز نہیں پایا جائیگا جیسا کہ ہندوؤں کو گائے کے لئے ہے بعض متعصب برہمنوں کو یہ بھی کہتے سُنا ہے کہ اصل میں گائے کا جُرم تو خفیف ہی تھا مگر پرمیشر نے اُسکو کسی مصلحت سے سخت سزا دیدی شاید یہ پردہ پوشی اور پرمیشر کو ظالم ٹھیرانا اس خیال سے ہے کہ اُنکے مجنونانہ زعم میں گائے دراصل اُنہیں کی بہن یعنی برہمنی ہے اور برہمن ویدوں کے رو سے ایک ایسی چیدہ قوم ہے کہ کوئی قسم کے گناہ بھی اُن کو معاف ہیں اور اگر کوئی شودر ہو کر برہمن کی نسبت کوئی بُرا لفظ کہے تو منوسمرت میں لکھا ہے کہ اُسکی زبان چھیدنی چاہیئے اور اگر ہندوؤں میں سے بجز برہمن کسی دوسری قوم کا آدمی بے اولاد ہو تو شاستروں کا حکم ہے کہ اپنی

عورت کو برہمن کے پاس بھیجدے اور وہ اُس سے ہم صحبت ہو کر اُسکے حاملہ ہو جانے کا فکر کریگا ایسا ہی قریب بتیس کے عجیب عجیب حقوق برہمنوں کے ہیں جن کو شاستروں نے ٹھیکو بندوبست کی طرح برہمنوں کے لئے قایم رکھا ہے چنانچہ منو شاستر اور دوسرے شاستروں کے پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور برہمنوں کا دعوٰے ہے کہ یہ سب باتیں وید سے لی گئی ہیں اور وید میں درج ہیں اور باوا نانک صاحب تو سب پورانوں اور شاستروں کو وید کی طرح ایشر کرت ہی یعنی خدا کا کلام ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے گرنتھ میں لکھتے ہیں :-

قدرت بید پوران کتیاں قدرت سرب بچار ص۱۴۰

(منہ)

یعنی بید پران شاستر سب خدا کا کلام ہی ہے سو وہ لوگ جو سکھ ہو کر آریہ سماج میں داخل ہیں اور دو دو ہاتھ کے برابر کیس سر پر رکھے ہوئے ہیں اُنپر تو واجب ہے کہ اپنے گورو نانک صاحب کے شبد پر عمل کر کے سب پرانوں کو ایشر کا کلام ہی سمجھیں۔ غرض جب منو سمرت اور پرانوں کے رو سے ایسی عزت اور ایسے حقوق برہمن کو حاصل ہیں تو پھر درحقیقت ہندوؤں کے پرمیشر نے بہت بیجا کام کیا کہ ایک برہمنی کو ایک ادنیٰ گناہ سے سخت سزا دیدی کہ غریب برہمنی کو اپنی اصلی صورت سے مسخ کر کے قیدیوں کی طرح سخت اور خود غرض لوگوں کے حوالہ کر دیا جنمیں سے کوئی تو اُسکے بچہ کو بھوکا چھوڑ کر اُسکا دودھ پی جاتا ہے اور کوئی اُسکی ہڈیوں اور چمڑہ کی فکر میں رہتا ہے اور کوئی اُسکے بچوں پر جُوا رکھکر دن رات اُنکی جان کو مارتا ہے اور کوئی بار برداری سے اُنکو ریش اور مجروح کرتا ہے۔ غرض کوئی کسی طرح سے اور کوئی کسی طرح سے اُنپر ظلم کرتا ہے یہاں تک کہ خود آریہ لوگ بھی اُسپر رحم نہیں کرتے اور غلاموں کی طرح اُسکی خرید اور فروخت جاری رکھتے ہیں اور ہمیشہ قید رکھکر سختی پر سختی کرتے رہتے ہیں سو اگر گائے کے اُن پُر درد واقعات کو بمقابل جنگلی چرندوں اور پرندوں کے دیکھا جائے یا دریا کے جانوروں کے مقابل پر وزن کیا جائے تو حقیقت میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پرمیشر نے گائے کو بڑی سخت سزا دی ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر نے اس لئے یہ سخت سزا دی کہ تا آیندہ کوئی برہمنی ایسا بُرا کام نہ کرے تو یہ جواب بھی پوچ ہے کیونکہ اگر پرمیشر کا یہی مطلب ہوتا تو گائے کو انسان کی طرح زبان گویائی دیتا تا وہ برہمنوں کے گھر جا کر اپنی بہنوں کو سمجھاتی کہ اے بہنوں میرا حال دیکھو اگر تم ایسا کرو گی تو تم بھی ایسا ہی پاؤ گی۔ یا ایسا کرتا کہ پھر جب کبھی گائے آدمی کی جون میں آجاتی تو وہ تمام مصیبتیں گائے ص۱۴۱

تو درحقیقت ایسی سخت سزا دینے سے پرمیشر کی عدالت پر بڑا دھبہ لگتا ہے کہ ادنیٰ خطا میں ایسی سنگین اور سخت سزا دی

بننے اور دکھ درد اٹھانے کی اُسکو یاد دلادیتا وہ پھر کبھی ایسا بُرا کام نہ کرتے سو جبکہ پرمیشر نے ایسی سخت سزا تو دی مگر کبھی ایکدفعہ ایسا نہ کیا کہ گائے کو زبان گویائی دیتا یا اُسے آدمی کی جون میں آنے کے بعد اُس پہلی پُرمصیبت جون کی اطلاع کر دیتا تو یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اب تک گائے کی جون کا انسداد نہیں ہوا بلکہ اس گناہ کے نامعلوم رہنے کی وجہ سے اس حیوان کی نسل نے ایسی ترقی کی ہے کروڑہا گائیں زمین پر پھیل گئی ہیں اگر پرمیشر سے یہ بدانتظامی ظہور میں نہ آتی تو اِس نابکار حیوان کی اسقدر ترقی کیوں ہوتی بلکہ گائیوں کا زمین پر نام ونشان نہ رہتا مگر اب بھی اِس منحوس جون کے کاٹنے کے لئے ایک عمدہ تجویز خیال میں گذرتی ہے اگر آریہ صاحبان اِسکو پسند کریں تو اُنکی کوشش سے لائق رحم برہمنی اِس منحوس جون سے مخلصی پا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کی تمام گائیوں اور بیلوں کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر کے ایک ہی دفعہ کسی تدبیر سے اِس جہان فانی سے زاویہ عدم میں بھیجا جاوے اگر پھر بھی ہندوؤں کا پرمیشر کسی برہمنی کو ایسی سخت سزا دینے کی جرأت کرے تو اسکے ہم ذمہ وار ہیں بشرطیکہ کسی اور ملک سے کوئی جوڑہ بیل اور گائے کا جدید طور پر نسل جاری کرنے کے لئے منگوایا نہ جاوے کیونکہ اگر آریہ صاحبان ایسا کریں تو گویا پھر خود انکی مرضی ہے کہ اس منحوس جون سے کبھی برہمنوں کو نجات نہ ملے غرض ہم نے ایک نسخہ بتا دیا ہے آئندہ اسکا کرنا نہ کرنا آریہ صاحبوں کے اختیار میں ہے۔

اب ذرا عقلمند آریوں کو شرمندہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے ویدک فلاسفی نے کس درجہ کے مجنونانہ خیالات تک اُن کو پہنچا دیا ہے کیا وید ودیا کی یہی تعلیم ہے کہ اوّل ایک حیوان کو بلا دلیل و حجت ایک فاسقہ عورت قرار دینا اور پھر اُسے پلید اور نابکار جانور کے دودھ پینے کے لئے رغبت دلانا۔ اے بھائیو آریو خدا تمہیں سمجھ اور ہدایت بخشے تمہیں ذرا غیظ اور غضب کو الگ کر کے سوچنا چاہیئے اور عالمانہ اعتراض کا عالمانہ
صفحہ ۱۴۲ جواب دینا چاہیئے کہ اگر حقیقت میں گائے ایک نابکار اور سزا یافتہ عورت ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اُسکو متبرک اور قابل تعظیم سمجھا جائے بلکہ اُسکی شکل دیکھنے سے بیزار ہونا چاہیئے اور ڈرنا چاہیئے اور دور سے توبہ کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اسکو بابرکت خیال کر کے صبح اُٹھکر پہلے اُسی کا درشن کریں اور مرنیکے وقت وہی برہمن کو بھی سنکلپ کر کے دی جائے اور اگر کسی آدم زاد کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک ادنی زخم بھی اُسکو پہنچ جائے تو جبتک اُس آدمی کے ٹکڑہ ٹکڑہ نہ کرلیں صبر نہ آوے کیا آپکے وید کا یہی فلسفہ ہے کیا وید ودیا اسی کا نام ہے کیا اِسی شخصیت سے مسلمانوں کے عوام پر آپنے اعتراض کیا ہے کچھ سوچ

اور چاند کی انہیں کیفیت معلوم نہیں بھلا آپ ایمانا بتاویں کہ قانون انصاف کا جاننا اور سمجھنا زیادہ تر مقدم ہے یا چاند اور سورج کا آپ کے وید کے مسائل ایسے ہیں کہ انہوں نے نہ آپ کے پرمیشر کی کچھ عزت بحال رکھی اور نہ انسان اور حیوان کا فرق قائم رکھا اور نہ قانون انصاف میں سے آپکو کوئی حرف پڑھایا جہاں دیکھو بے انصافی ہے جس طرف نظر ڈالو ناحق پرستی ہے۔ اوّل خدائے تعالیٰ کو خالق اور رحیم اور کریم ہونے سے جواب دیا پھر اسکے بندوں کو ہمیشہ کی نجات سے محروم رکھا الہام کو خواہ نخواہ چار رشیوں میں محدود کر دیا الہامی کتاب کا نازل ہونا اسی آریہ دیس کا حق ٹھہرایا گیا سنسکرت پرمیشر کی زبان مقرر کی گئی۔ تمام مجاہدین اور عابدین کو خواہ وہ کیسے اخلاص سے ہی عبادت و بندگی کریں ان چار وید کے رشیوں کی طرح ملہم اور عارف باللہ ہونے سے ہمیشہ کے لئے جواب دیا گیا کیا یہ باتیں قانون انصاف سے نکلی ہیں کیا ان تعلیموں کا بانی مبانی منصف مزاج کہلا سکتا ہے کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ بات شان فیاضی الٰہی سے مناسبت رکھتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی نبوّت اور الہام یابی کا آریہ دیس کے چار رشیوں کو ہی ٹھیکہ دے رکھے اور باقی تمام بندگان خدا اسکے وسیع اور آباد ملکوں کی ہمیشہ کے لئے اس سے محروم رہیں سو جس کتاب نے قانون انصاف یہ بتلایا ہے اس سے دوسری صداقتوں کی کیا امید رکھیں تمام عارفوں کے نزدیک سورج
ص۱۴۳ ص۱۴۳ چاند اور دوسرے اجرام و اجسام کی شناخت سے اصلی غرض یہ ہے کہ ان مصنوعات پر غور کرنے سے صانع حقیقی کی طرف خیال رجوع کر جائے لیکن جس مذہب میں خدائے تعالیٰ کو صانع کامل ہونے سے ہی جواب دیا گیا اگر اس مذہب میں کوئی شخص طبعی اور ہیئت یا دوسرے علوم سے کسی قدر بہرہ بھی حاصل کرے تو اسے کیا فائدہ حاصل ہوگا یہ برکات قرآن شریف میں ہی ہیں کہ اس نے ان تمام علوم طبعی و طبابت و ہیئت وغیرہ سے خداشناسی کے لئے خدمت لی ہے سو حقیقت میں یہ علوم مسلمانوں کے کام آتے ہیں نہ آریوں کے جنہوں نے خدا کو ہی خدائی سے جواب دے رکھا ہے ،

اب ہم پھر اصل کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ اب تک ہم نے ماسٹر مرلیدھر صاحب کے قول کی رد میں صرف عوام مسلمانوں کے مقابل پر عوام ہنود کے خیالات علمی کو بغرض مقابلہ و موازنہ پیش کیا ہے لیکن اگر ماسٹر صاحب کا اپنی نکتہ چینی سے یہ مطلب ہے کہ عموماً کل مسلمان علوم طبعی و ہیئت سے بے بہرہ ہیں اور یہ سب علوم ہندوؤں کی وراثت ہے تو اس چھیڑ چھاڑ سے اور بھی ماسٹر صاحب کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اہل اسلام وہ قوم ہے جن کو جابجا قرآن میں یہی رغبت دی گئی ہے کہ وہ فکر اور خوض میں مشق کریں

اور جو کچھ عجائبات صنعت زمین و آسمان میں بھرے پڑے ہیں اُن سے واقفیت حاصل کریں مومنوں
کی تعریف میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:-

یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات
والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا- یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کو کھڑے
اور بیٹھے اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں عجائب صنعتیں
موجود ہیں اُن میں فکر اور غور کرتے رہتے ہیں اور جب لطائف صنعت الٰہی اُن پر کُھلتے ہیں تو کہتے ہیں
کہ خدایا تُو نے اِن صنعتوں کو بیکار پیدا نہیں کیا یعنی وہ لوگ جو مومن خاص ہیں صنعت شناسی اور
ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگوں کی طرح صرف اتنی ہی غرض نہیں رکھتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کریں کہ ۱۴۴
زمین کی شکل یہ ہے اور اس کا قطر اسقدر ہے اور اسکی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور
ستاروں سے اُسکو اِس قسم کے تعلّقات ہیں بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنیکے بعد اور
اُس کے خواص کُھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے
ہیں اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:-

یؤتی الحکمۃ من یشاء و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا- یعنی خدائے
تعالیٰ جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسکو حکمت دی گئی اُسکو خیر کثیر دی گئی- پس دیکھنا چاہیئے
کہ ان آیات میں مسلمانوں کو کسقدر علم و حکمت حاصل کرنیکی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف میں
بھی آیا ہے طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ یعنی علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان
مرد اور عورت پر فرض ہے ہاں یہ سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنیکی غرض
سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا
مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جبتک قواعد ظنیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند
انتیس دن کا ہوگا یا تیس کا تب تک رویت کا ہرگز اعتبار نہ کرو اور آنکھیں بند رکھو کیونکہ ظاہر
ہے کہ خواہ نخواہ اعمال دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف مالا یطاق
ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں
سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم ہیئت دان نہ رہیں اور چاند

کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رویت پر مدار رکھیں صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ حقیقت میں عند العقل رویت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رویت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کیے اور بذریعہ رویت تھوڑے ہی دنوں میں اجرام علوی و سفلی کے متعلق وہ صداقتیں معلوم کر لیں کہ جو ہندوؤں بچاروں کو اپنی قیاسی اٹکلوں سے ہزاروں برسوں میں بھی معلوم نہیں ہوئی تھیں اب آپ دیکھا کہ رویت میں کیا کیا برکتیں ہیں انہیں برکتوں کی بنیاد ڈالنے کے لئے خدائے تعالیٰ نے رویت کی ترغیب دی ذرہ سوچکر دیکھ لو کہ اگر اہل یورپ بھی رویت کو ہندوؤں کی طرح ایک ناچیز اور بے سود خیال کرکے اور صرف قیاسی حسابوں پر جو کسی اندھیری کوٹھری میں بیٹھ کر لکھے گئے مدار رکھتے تو کیونکر یہ تازہ اور جدید معلومات چاند اور سورج اور نئے نئے ستاروں کی نسبت انہیں معلوم ہو جاتے سو مکرر ہم لکھتے ہیں کہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ رویت میں کیا کیا برکات ہیں اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج اس سے نکلتے ہیں ٭ ۱۴۵

ماسوائے اسکے خود یہ خیال کہ اہل اسلام تحصیل علوم طبعی و ہیئت وغیرہ سے بکلی بے بہرہ چلے آتے ہیں ایسا متعصبانہ خیال ہے جس سے اگر ماسٹر صاحب ذرا انصاف پر آویں تو انہیں بہت شرمندہ اور نادم ہونا چاہیئے ہمیں اسجگہ کچھ ضرورت نہیں کہ بات کو طول دے کر اہل اسلام کے علمی فضائل کا ثبوت دیں۔ بلکہ اس مقام میں ہم صرف اُن چند سطروں کا لکھنا مناسب سمجھتے ہیں جو جان ڈیون پورٹ صاحب نے اپنی کتاب کتاب میں جس کا ترجمہ ہو کر مؤید الاسلام نام رکھا گیا ہے لکھیں ہیں سو وہ یہ ہیں ٭

صفحہ ۹۲ سے تا صفحہ ۹۸ عبارت کتاب جان پورٹ صاحب

مسٹر صاحب کا قول ہے کہ مورخان معتبر کے نزدیک یہ بات قرار پا گئی ہے کہ دسویں صدی میں یورپ غائت درجہ کی جہالت میں پڑا ہوا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ اس زمانہ میں اہل عرب (یعنی اہل اسلام) نے ملک ہسپانیہ۔ اٹلی میں بہت سے مدرسے جاری کیئے تھے اور ان مدرسوں میں ہزاروں طلبا عیسائی عربی فارسی اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے اور پھر ان علوم کو مدارس اسلام سے لاکر عیسائی مدرسوں میں

صفحہ ۱۴۶ جاری کرتے تھے ہمیں اس بات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ تمام قسم کے علم یعنی طب و طبعیات و فلسفہ و ریاضی جو دسویں صدی سے یورپ میں جاری ہوئے یہ سب اصل میں اہل عرب مسلمانوں کے فلسفی مدارس سے سیکھے گئے تھے خصوصاً ہسپانیہ کے اہل اسلام بانی فلسفہ یورپ خیال کیئے جاتے ہیں اہل اسلام کو علمی ترقی بھی ایسی ہی جلدی حاصل ہوئی جیسے اُن کو ملکوں پر فتحیں حاصل ہوئی تھیں۔ سول سے اصفہان تک اہل عرب کا علم بہت جلد پھیل گیا اور بغداد اور کوفہ اور قاہرہ اور بصرہ اور فیض اور صرا کو اور گورڈوہ اور گرینڈا اور ویلن شیا اور سول میں اہل عرب کی حکمت نے بہت جلد رواج پایا حقیقت میں اہل عرب مسلمانوں نے تمام علوم کو نئے سرے سے ترقی دی اور یونان اور روما کے علوم میں دوبارہ جان ڈالی۔ نویں صدی سے چودھویں صدی تک عرب کے علم و فضل سے یہ نور حاصل ہوتا رہا اور اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے روشنی علم و عقل میں لایا۔ اگر آٹھواں خلیفہ عبدالرحمن ہسپانیہ میں مدرسے اور مکتب خانے جاری نہ کرتا تو ہمیں بے شک اہل عرب کے علم و فضل سے مطلق فائدہ نہ ہوتا کیونکہ بغداد اور بخارا اور بصرہ کے مدارس بہت مشہور تھے مگر وہ اسقدر دور تھے کہ طلبائے یورپ کو واں جانے میں بہت دقت پڑتی تھی۔

مذہب اسلام اپنی ترقی کے زمانہ میں ہی نہیں بلکہ اپنی ابتدائی حالت میں ہی اور مذہبوں کی نسبت علم کی طرف بہت مائل تھا آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی میں علم نہ ہو وہ قالب بے روح ہے یہ تمام عبارت جان پورٹ صاحب کی ہے جسکو ہم نے ماسٹر صاحب اور اُن کے دوستوں کے ملاحظہ کے لئے اسجگہ تحریر کیا ہے اِس سے منصفین کو ایک محکم شہادت ملتی ہے کہ اہل اسلام ایک علم دوست قوم ہے جن کی فطرت و خمیر میں علم چلا آتا ہے اور جن کی شاگردی کے اہل یورپ باوصف ہمہ فضائل علمی اقراری ہیں پھر دیکھنا چاہیئے کہ یہی صاحب ڈیون پورٹ اپنے رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۷۲ سے ۸۳ تک قرآن شریف کی بدیں الفاظ تعریف درج کرتے ہیں۔ چنانچہ اصل عبارت اُن کی لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

صفحہ ۱۴۷ "مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔

قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے منجملہ محاسن و خوبیوں قرآن کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے۔ دوسرے قرآن تمام اُن خیالات سے مبرّا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیئے جا سکتے ہیں اور اُسکے تمام اصول ایسے ہیں جو کوئی اُن میں سے خلاف عقل نہیں مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقعہ ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آوے" فقط

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت تو جان ڈیون پورٹ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلیل صاحب اپنی کتاب کی جلد ۶ صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ "قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پر ہے" اب دیکھئے کہ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر جنکے گھر میں گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت آپ لوگوں سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں وہ کسقدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہیں اور کیسی اپنی صاف طینتی کی وجہ سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اور کوئی اُسمیں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت میں ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کیئے جاتے ہیں قرآن شریف کے حکیمانہ طور و طریق کی کھلی کھلی شہادتیں صفحہ ۱۴۸
دیتے ہیں تو پھر اگر آپ کے ماسٹر صاحب یا آپکا کوئی اد بھائی جن کی آنکھیں اُنہیں لوگوں کے علوم پڑھنے سے کچھ کچھ کھلی ہیں اور یہی لوگ آپکے معلم اور اُستاد ہیں فضائل قرآنی سے انکاری رہیں تو اِس سے قرآن شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یورپ اور ایشیاء کے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکار کرتے تو بھی کچھ نقصان کی بات نہ تھی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اُسکی روشنی کا اقراری ہو یا نہ ہو مگر یورپ کے فاضل اور صاحب علم لوگ اِسقدر قابل تحسین ہیں کہ اُنہوں نے بیسیوں کتابیں تالیف کر کے قرآن شریف کے بارہ میں شہادت حقہ کو ادا کر دیا ہے اور باستثناء نیم ملّاں یا دریوں کی جو تنخواہیں پاکر اسلام سے عناد رکھتے ہیں باقی جسقدر واقعی دانا اور

فلاسفر ہیں اُن کے دلوں میں دن بدن محبت اسلام کی پیدا ہوتی جاتی ہے لیکن آپ لوگوں کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں کہ ناحق بموجب سراسر عناد اور بخل کی راہ سے نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور حقیقت میں آپ لوگوں کے اعتراض اسی رنگ کے ہیں کہ جیسے ایک شخص قوافی سے ناواقف عروض سے جاہل تقطیع سے بےخبر ربط معانی و الفاظ سے بے تمیز درستی وزن وزحافات کی شناخت سے ناآشنا محض بلکہ زبان دانی سے محروم مطلق یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ سعدی و حافظ شیرازی و ظہیر فاریابی و فردوسی طوسی و انوری و سنائی وغیرہ شعرائے نامدار بالکل سخن گوئی و سخن فہمی سے ناواقف و محروم مطلق تھے اور اسپر دلیل یہ پیش کرے کہ میں اُنکے اشعار کو سمجھ نہیں سکتا پس آپ لوگوں کا یہی حال ہے خدائے تعالیٰ رحم فرماوے۔

قولہ۔ جو لوگ روح اور مادہ کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ سرشتی کرم جسکو مرزا صاحب
بہت ہی چھوٹے اور حقارت کے لفظوں میں جوڑنا جاڑنا تحریر فرماتے ہیں اتنا بڑا اور عالی شان کام ہے
کہ اسکو سوائے اُس سچدانند سرب گیہ اور دانائی کامل کے کوئی نہیں بنا سکتا بنانا تو درکنار اُس کی ۱۴۹ ط
چھوٹی سی چھوٹی چیز کی بابت کہ یہ کس طرح بنی لاکھ کاریگروں میں سے ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر یہ ایسا حقیر کام ہے جسکو صرف جوڑنا جاڑنا کہا ہے تو مرزا صاحب یا کوئی اور شخص جو دعوے رکھتا ہو یا مرزا صاحب کی سمجھ میں بڑا طاقت والا ہو تو بڑی چیزوں سیارات وغیرہ کو تو کیا بناویگا ایک دانہ گندم یا باجرہ کا ہی بنا کر دکھلاوے یا کچھ تھوڑی بہت اُس کی کاریگری کے اصول ہی سمجھاوے۔

اقول۔ ہائے ہائے ماسٹر صاحب! آپ کدھر کو کھسک گئے ذرا اوّل غور کرکے میرے سوال کو تو سمجھا ہوتا سخن فہمی بھی تو آپ ہی پر ختم ہے میں نے آپ کو کب اور کس وقت کہا تھا کہ خدائے قادر مطلق کی مانند کوئی دوسرا شخص بھی کوئی صنعت بنا سکتا ہے یا بجز اُسکے کوئی صنعت کا کام اُسکے کاموں سے مشابہ ہو سکتا ہے یہ اعتقاد تو آپ لوگوں کا ہی ہے جسپر میں نے اعتراض کیا تھا یعنی آپ لوگ ہی تو یہ بات کہتے ہیں کہ جو صنعتیں عالم غیب سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں جنکو دانشمند لوگ کسی ناقص کی طاقت سے برتر سمجھ کر ایک صانع کامل اور قادر اور حکیم اور حی قیوم کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تمام صنعت کے کام بزعم آپ لوگوں کے اُس خداوند کامل اور

قادر کے ہاتھ سے نہیں نکلے بلکہ اُن میں سے صرف جوڑنا جاڑنا اُس کا کام ہے اور باقی سب حکمت
اور صنعت کے کام اور طرح طرح کے خواص عجیبہ جو ارواح اور اجسام کی ذات میں پائی جاتی ہیں وہ
سب بقول آپ کے قدیم سے خود بخود چلے آتے ہیں جن کا کوئی موجد اور خالق نہیں نہ خالق کی اُنکو کچھ حاجت و ضرورت
ہے سو آپ کے اِسی عقیدہ پر میں معترض ہوا تھا اور اِسی وجہ سے میں نے آپ کو جواب لکھنے کی تکلیف
دی تھی کہ جس حالت میں آپ نے روحوں کے وجود کو جن میں ایسی عجیب صنعتیں اور خاصیتیں پائی جاتی
ہیں جو اجمالی طور پر تمام دنیا کے عجائبات پر مشتمل ہیں خود بخود بغیر حاجت پرمیشر کے مان لیا ہے ایسا ہی
آپ نے اجسام کو اور اُن کے تمام خواص کو جو اُن میں پائے جاتے ہیں خود بخود تسلیم کر لیا ہے تو پھر
صرف جوڑنے جاڑنے کے لئے جو ایک ادنیٰ کام ہے کیوں پرمیشر کے وجود کی ضرورت ٹھیری سو صفحہ ۱۵
آپ سوچیں کہ کیا اِس سوال کے جواب میں یہی لکھنا مناسب تھا جو آپ نے لکھا میں متعجب ہوں
کہ آپ اِس سوال کے جواب پر کس غرض اور کس خیال سے یہ بحث لے بیٹھے کہ ایک دانہ گندم یا
باجرہ بھی کوئی دوسرا شخص بغیر پرمیشر کے نہیں بنا سکتا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی دوسرا
شخص گندم یا باجرہ کے دانہ بنانے سے عاجز ہے تو کیا ایسا شخص اُن عجائب حکمت وصنعت
کے کام کرنے پر قادر ہو سکتا ہے جو روحوں میں پائے جاتے ہیں پھر جس حالت میں کوئی شخص اُن عجائب
حکمت وغرائب صنعت کے کاموں پر جو روحوں یا اجسام میں پائے جاتے ہیں مقابلہ کرنے کی قدرت
وطاقت نہیں رکھتا تو پھر اگر آپ تالیف اجسام یعنی خدائے تعالیٰ کے جوڑنے جاڑنے کو بوجہ بے نظیر
ہونے اُس فعل کے صانع کے وجود کی دلیل ٹھیراتے ہیں اور اِسی دلیل سے یعنی تالیف اجسام سے
ایک مؤلف کی ضرورت سمجھتے ہیں تو پھر روحوں میں بھی بوجہ اولیٰ آپ کو ماننا پڑے گا کہ اُسجگہ بھی ایک
موجد کی ضرورت ہے کیونکہ دو چیزیں ایک ہی صورت اور شکل کی ہوں تو جو احکام ایک پر صادر ہوں
وہی احکام دوسرے پر بھی صادر کرنے پڑیں گے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور جب ایک جگہ آپ
اس بات کو روا رکھینگے کہ اگرچہ یہ کام بے نظیر اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے مگر پھر بھی خود بخود
ہے اور پرمیشر کے بنانے کی اِسمیں ضرورت نہیں پڑی تو پھر اُسی صورت اور شکل کے کام کی نسبت
دوسری جگہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اِس میں پرمیشر کی خواہ نخواہ ضرورت پڑ گئی ہے یہ بات صاف
ظاہر ہے کہ اگر پرمیشر کے وجود کی ضرورت ہے تو دونوں طور کے کاموں میں ہوگی نہیں تو نہیں سے

کسی کام کے لئے بھی اسکی ضرورت مانی نہیں چاہیئے یہ کیسا مکابرہ ہے اور کس قسم کی منطق ہے کہ
آپ تالیف اجسام میں تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ سے جوڑنا جاڑنا ظہور میں آیا ہے وہ
ص۱۵۱ بے نظیر ہے اور انسان اُس کی مثل بنانے پر قادر نہیں اِسلئے اُس تالیف سے ایک مؤلف کی ضرورت
ثابت ہوتی ہے لیکن جب آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا جاتا ہے کہ وہی بے نظیری اور انسانی
طاقتوں سے بالاتر ہونا اُن عجائبات قدرت میں بھی پایا جاتا ہے جو روحوں میں ہیں تو تب آپ اس طرف سے
مُنہ پھیر لیتے ہیں اب کوئی آپکی اِس سمجھ پر رو دے یا ہنسے کہ آپ دو چیزوں کے مشترک استحقاق کو
دیکھ کر ایک چیز کو پرمیشر کی مصنوعیت سے باہر رکھ لیتے ہیں اور دوسری چیز کو جو ایک ادنیٰ اور
عارضی کام ہے اپنے پرمیشر پر چھانٹتے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور کسی طور کی حجت آپکے اِس مطلب
کی تائید نہیں کر سکتی کہ تمام عالم میں سے آدھا دھڑ خود بخود اور آدھا پرمیشر کا محتاج ہے اور یہ جو
مَیں نے ابھی لکھا ہے کہ اجسام کو جوڑنا جاڑنا ایک ادنیٰ کام ہے یہ مَیں نے اِسلئے لکھا کہ درحقیقت
جوڑنے جاڑنے سے کوئی نئی خوبی حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہی خواص ارواح و اجسام جو روحوں اور جسموں
میں چھپے ہوئے تھے کھلے کھلے طور پر نظر آجاتے ہیں جیسے ایک تصویر کو جب ایک مصفا شیشہ کے
اندر رکھا جائے تو نہایت صفائی اور خوبی سے نقوش اُس تصویر کے ظاہر ہو جاتے ہیں سو یہ بات ہرگز
نہیں ہے کہ تصویر کو آئینہ میں رکھنے سے خود آئینہ کوئی ایسا نقش اُسمیں زیادہ کر دیتا ہے جو پہلے
اُس میں موجود نہ تھا بلکہ وہی نقوش جو پہلی تصویر میں موجود تھے اور مصور کے ہاتھ سے نکلے تھے۔
اُنہیں کو آئینہ نہایت عمدگی اور صفائی سے نمایاں کر دیتا ہے سو مَیں کہتا ہوں کہ اگر اجزاء صغار اجسام
میں بطور خود وہ کشش اتصال کی خاصیت نہ ہوتی جس سے وہ اکٹھے رہ سکتے ہیں تو آپکا پرمیشر جو خالق
اشیاء و خواص اشیاء نہیں ہے کیا کر سکتا تھا اور اگر آفتاب کے باریک ٹکڑوں میں جو بقول آپکے
خود بخود ہیں اپنی ذات میں ہی روشن ہونے کی خاصیت نہ پائی جاتی تو کیونکر اور کس قوت پرمیشر اُن
سب کو اکٹھا کر کے نیّر اعظم بنا لیتا سو جاننا چاہیئے کہ اگر خدائے تعالیٰ میں ایجادی قدرت نہیں یعنی
اُس نے تمام چیزوں اور اُنکے خواص کو عدم محض سے پیدا نہیں کیا تو صرف بعض بعض ترکیبیں
ص۱۵۲ نکالکر خواص موجودہ سابقہ سے کام لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ انسانوں میں سے بھی تو صنّاع لوگ
اپنے علم خواص کے مطابق طرح طرح کی ترکیبیں اور صنعتیں نکالتے رہتے ہیں ہاں صرف اتنا فرق

ص۱۵۳ ٭ حاشیہ۔ اب تک دانشمند لوگوں نے کچھ کچھ خواص ارواح و خواص اجسام و اوضاع پر اطلاع پاکر ادر علوم طبعی م

ہے کہ جسکو علم خواص اشیاء زیادہ ہے اُسنے زیادہ ترکیبیں نکالیں اور جسکو کم ہوا اُس نے کم نکالیں بہر حال بنی آدم نے بلاشبہ حیرتناک کام کر دکھائے ہیں اور جہاں کہیں انکو کوئی خاصہ جدیدہ اشیاء مادی اور انکی اشکال و اوضاع یا اُن کے باہم اختلاط و امتزاج کا مل گیا ہے وہیں انہوں نے اُسی ذریعہ سے کوئی کل یا آلہ نکالا ہے چنانچہ سارا جہان انسان کی عجیب عجیب دستکاریوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے اگر تم گھر میں بیٹھ کر اپنے گھر کی تمام ضروریات و اسباب خانہ داری پر نظر ڈالو اور جائداد غیر منقولہ سے لیکر ایک ایک چیز منقولہ پر نظر اُٹھا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ سب چیزیں جو تمہارے امور معیشت میں کام آتے ہیں انسان کی دستکاریاں ہیں ایسا ہی بری و بحری سفروں میں جو کچھ انسان نے اپنی فکر و غور سے صنعتیں ایجاد ص۱۵۳
کی ہیں وہ سیاحوں اور واقفکاروں پر پوشیدہ نہیں ہے اب ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر ہنڈول

بقیہ حاشیہ ہذ بہ سے صد لیکر صدہا عمدہ عمدہ شکلیں و ترکیبیں نکالی ہیں اور جیسے انسان کا علم وسیع ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ صنعت سازی میں ید طولی حاصل کرتا جاتا ہے۔ ریل کا بخاری طاقت سے چلانا۔ تار کا بنانا چھاپہ کی ترکیبیں ایجاد کرنا کیسی کیسی مفید صنعتیں ہیں جنسے گویا تمام بنی آدم کو فائدہ پہنچ رہا ہے ایسا ہی انسان نے دوسرے چھوٹے چھوٹے کاموں میں صدہا طور کی کلیں ایجاد کرلی ہیں ہر قسم کی عمدہ عمدہ گھڑیاں جو خود بخود وقت بتلاتی ہیں۔ سینے کی مشین۔ آٹا پیسنے کی کل۔ کپڑا بُننے کی کلیں۔ برف بنانیکی کل۔ دودھ میں پانی کی آمیزش شناخت کرنیکا آلہ۔ بجلی کا صندوقچہ۔ خود بخود چلنے والا پنکھا طاؤس جو چابی دینے سے مثل زندوں کے چلتا اور پھرتا اور ناچتا ہے۔ مرغی گرگ جو کنجی دینے سے چلتی ہے۔ بکرا و کتا جو کنجی دینے سے چلتا ہے۔ باجہ دار کرسیاں
جو کنجی دینے سے ص۱۵۳ چند عرصہ تک باجہ بجتا رہتا ہے ایسا ہی صدہا اور کلیں چھوٹی بڑی ہیں جو حال کے صناعوں نے ص۱۵۴
تیار کری ہیں اور بمبئی اور کلکتہ اور اکثر دیگر مقامات میں سوداگروں کی دکان پر مل سکتی ہیں اور یورپ کے اکثر کاریگر دانتوں کی جگہ دانت اور آنکھ کی پتلی کی جگہ آنکھ کی پتلی اور ٹانگوں کی جگہ ٹانگ اور بالوں کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گذارہ چلا دیتے ہیں۔ بعض حکیموں نے چاند بنا کر اور چڑھا کر محدود حد تک اسکی روشنی سے کام لیا ہے بعض نے پرند بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک اُنہیں اوڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینہ برسا دیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی اور دیگر جواہرات ایسی بنائے گئے ہیں جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسانوں کی صانعیت کی کچھ انتہا نہیں کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کی تحصیل کے لئے وہ فطرتاً مشغول ہے۔ منہ

کے پرمیشر میں بھی صرف اتنی ہی خوبی ہے کہ مادی و غیر مادی اشیاء کے خواص جو اُسے معلوم ہیں اُنہیں
میں دست اندازی کرکے اور بعض اشیاء کو بعض سے جوڑ کر صنعتیں نکالتا ہے تو یہ کچھ بڑی بات
نہیں اور ایسی صورت میں تو ہمیں اُسکی ساری خدائی کی حقیقت معلوم ہو گئی اور ظاہر ہو گیا کہ اُس میں
اور انسان میں صرف علم کی کمی بیشی کا کچھ فرق ہے اور ممکن ہو گا کہ انسان بھی معلومات میں ترقی
کرتا کرتا کسی وقت پرمیشر ہی بن جاوے۔ جس حالت میں شہد کی مکھی میں بھی یہ ہنر پایا جاتا ہے۔
کہ وہ ایسی عقلمندی سے شہد بناتی ہے کہ کوئی انسان اُس کی نظیر بنانے پر قادر نہیں پھر اگر
ہندوؤں کے پرمیشر میں ایجادی قدرت نہیں تو اگر اُس شہد کی مکھی کی طرح صرف جوڑنا جاڑنا حاشیہ ۱۵
اُس کا بے نظیر بھی ہوا تو بھلا یہ کیا کمال ہوا۔ اسجگہ کوئی انجان یہ دھوکا نہ کھائے کہ آریہ سماج
والے قدرسیات کو مانتے ہیں کہ گو پرمیشر پیدا کرنے پر قادر نہیں لیکن وہ اجسام اور ارواح کے
جوڑنے جاڑنے سے طرح طرح کی مفید چیزیں تو بناتا ہے جیسے اُس نے چاند بنایا سورج بنایا زمین
کو عمدگی سے بچھایا انسان کو آنکھیں دیں کان دیئے قوت ناطقہ شامہ بخشی سو کیا ایسے ایسے عجائب
کاموں سے اُسکی قدرت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ علمی وسعت پر موقوف
ہے ایجادی قدرت جو کسی شے کو اور اُسکے خاصہ کو عدم سے پیدا کرنیکو کہتے ہیں وہ اِسی قدر فعل سے
ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تب ہی ثابت ہوتی ہے کہ جب ساتھ اُسکے یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ خدائے
تعالیٰ صرف اشیاء کا جوڑنے جاڑنے والا نہیں بلکہ وہ اُن تمام اشیاء اور اُن کے جمیع خواص کو پیدا
کرنیوالا بھی ہے کیونکہ اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے اور خدائے تعالیٰ کا صرف اسی قدر اختیار و اقتدار سمجھا
جائے کہ وہ بعض اشیاء کو بعض سے پیوند کرکے اُنکے اصلی خواص کو متجلی کرکے دکھا دیتا ہے تو اِس سے صرف
اُسکے معلومات کی فراخی ثابت ہوتی ہے نہ قادریت کاملہ وجہ یہ کہ جب جمیع اشیاء خود بخود قدیم سے موجود
مان لیجائیں تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُن اشیاء کے خواص بھی جو بحالت بساطت مخفی طور پر اُنمیں پائے
جاتے ہیں یا بحالت ترکیب کھلے کھلے طور پر اُن سے ظہور میں آتے ہیں وہ بھی سب ہی قدیم ہی ہیں گو ہم انپر
اطلاع پائیں یا نہ پائیں۔ مثلاً خدائے تعالیٰ نے جو آنکھوں کو نہایت عجیب طور سے بنایا ہے سو ہمیں یہ خیال
نہیں ہو سکتا کہ آنکھوں کی صرف مجموعی ترکیب کے پیدا ہونیکے بعد خاصہ رویت اُسمیں پیدا ہو گیا ہے بلکہ
صحیح فلاسفی اس میں یہ ہے کہ جو کچھ مجموعی ترکیب میں رویت پیدا ہونیکا نتیجہ نکلا ہے وہ نتیجہ مخفی طور پر

۱۵۵ اُن تمام اجزا میں پایا جاتا تھا جو پیچھے سے رطوبات و طبقات اور عصبہ مجوفہ[۱۵۵] وغیرہ کی شکل پر متشکل ہو گئے جن کو آریہ لوگ قدیم اور انادی اور پرمیشر کے دستِ قدرت سے بالاتر خیال کرتے ہیں چنانچہ اِس بات کو پنڈت دیانند صاحب بھی اپنی وید بھاش میں مانتے ہیں اور اپنا اعتقاد یہی ظاہر کرتے ہیں کہ نیستی سے ہستی کبھی نہیں ہوتی جو ہے وہی ظہور میں آتا ہے اور جو نہیں وہ کبھی ظہور میں نہیں آ سکتا پس اس جگہ انہوں نے آپ ہی تسلیم کر لیا ہے کہ ترکیب اشیاء یعنی جوڑنے جاڑنے میں کوئی ایسی نئی بات پیدا نہیں ہوتی جو پہلے نیست محض ہو اور پھر نیستی سے اُسکی ہستی ہو گئی ہو بلکہ وہی خواص قدیمہ ظہور میں آتے ہیں کہ جو اوّل میں سے ہی الگ الگ جزوں میں مخفی طور پر موجود تھے اَب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ترکیب اشیاء میں انہیں خواص کا ظہور بروز ہوتا ہے جو پہلے ہی سے الگ الگ ہونیکی حالت میں اُن اشیاء میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں تو ہم تصور میں ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر مثلاً پرمیشر نے انسان کے جسم کی آنکھ بنائی اور جو اجزاء کار آمد آنکھ کے الگ الگ موجود تھے انہیں ایک جگہ اکٹھا کر کے کام لیا تو ایسے بنانے میں اُسکی کونسی بڑی بھاری خوبی ثابت ہو گئی کیونکہ در اصل سب اجزاء جنسے آنکھ بن سکتی تھی پہلے ہی سے موجود تھے ہاں ظہور اس خاصیت کا اس خاص ترکیب اور وضع پر موقوف تھا سو پرمیشر نے اپنی علمی وسعت سے اس خاص وضع و شکل پر اطلاع پا کر اس خاصہ قدیم کو بغیر حاجت پرمیشر کے پایا جاتا تھا ظاہر کر کے دکھلا دیا پس اگر پرمیشر کا اتنا ہی منصب ہے اور اسیقدر اُس میں لیاقت ہے کہ وہ خواص اشیاء پر وسیع اطلاع ہونیکی وجہ سے تراکیب مختلفہ میں اُن خواص کو ظاہر کرتا رہتا ہے تو اُسمیں اور دوسرے صناعوں میں کونسا بڑا فرق رہا صرف اتنا ہوا کہ وہ کچھ ہنر میں زیادہ اور دوسرے اُسکے چھوٹے بھائی ہوئے

قولہ - مادہ سو وہ چیز ہے جسکو ہندی میں جڑ پدارتھ کہتے ہیں جسمیں ارادہ یا طاقت ملنے جلنے کی نہیں

۱۵۶ غرض دونوں چیزیں (روح و مادہ) جو دنیا میں موجود ہیں جن کو مرزا صاحب[۱۵۶] نے ایک دہریہ کی طرف سے پیش کیا تھا ایسی ثابت ہوئیں کہ مرزا صاحب کے جوڑنے جاڑنے سے بالکل عاجز و بیخبر ہیں اور انادی ہونیکی صورت میں خود بخود اُن کا جوڑ جاڑ نہیں ہو سکتا سو اس سے کسی تیسرے بڑی شان والے اور جوڑنے والے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے وہ وہی ہے جسکو ہم سچدانند سروپ اور مرزا صاحب خدائے تعالیٰ کہ رہے ہیں ؎

اقول - اے ماسٹر صاحب آپکی سمجھ اور فہم کی نسبت کیا کہوں اور کیا لکھوں - کچھ ایسے سوئے کہ پھر جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر - صاحب من میرا سوال تو یہ تھا کہ جس حالت روح اور جسمی مادہ جنکے ذاتی خواص سے فلسفہ میں کتابیں بھری پڑی ہیں بقول آپ لوگوں کے خود بخود ہیں تو پھر دوسری چیزیں جو اپنی مصنوعیت

میں روح اور مادہ کے عجائب اور پُرحکمت وجود سے کچھ زیادہ نہیں ہیں کیوں محتاج صانع سمجھے جائیں آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جوڑنا جاڑنا بجز پرمیشر کے خود بخود نہیں ہو سکتا تو گویا آپکا یہ مذہب ہوا کہ پیدا ہونا بجز خدا کے خود بخود ہو سکتا ہے مگر جوڑنا جاڑنا بغیر اُسکے ممکن نہیں سو اسی مذہب پر میں اعتراض کر رہا ہوں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا بڑا بھارا کام پیدا کرنا ہے یا جوڑنا۔ ظاہر ہے کہ پیدا کرنا ہی بڑا بھارا کام ہے۔ سو جب آپ لوگوں کی عقل عجیب نے اس بات کو روا رکھ دیا کہ تمام ارواح و مواد مع جمیع خواص و عجائبات اپنے کے بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے خود بخود قدیم سے ہیں تو آپ پر لازم آتا ہے کہ آپ بعض اشیائے کا بعض سے خود بخود جوڑے جانا بھی روا رکھ لیں کیونکہ جوڑنا جاڑنا اصل ایجاد اشیاء کی نسبت ایک ناکارہ کام ہے سو بوجہ اولیٰ خود بخود ہونا چاہیئے میرا تو یہ مذہب نہیں ہے کہ جوڑے جانا یا پیدا ہونا خود بخود ہو سکتا ہے تا مجھے آپ بار بار کہیں کہ کوئی دانہ گندم یا دانہ باجرہ کا نہ خود بخود بن سکتا ہے نہ اُسکو کوئی دوسرا بنا سکتا ہے۔ منہ تو کروڑہا اور بیشمار روحیں اور بیشمار جسم کے ٹکڑے کیونکر خود بخود سمجھے جائیں آپ سوچکر دیکھ لیں کہ آپ نے اتنے ورق تو سیاہ کیئے مگر ان چیزوں کے خود بخود ہونے پر دلیل کونسی پیش کی اور جبکہ آپ نے کل پُرحکمت وجودوں کا جو عالم میں پائے جاتے ہیں خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے ہونا بغیر دلیل کے مان لیا ہے تو پھر یہی فتویٰ تالیف اجسام یعنی جوڑنے جاڑنے پر کیوں نہیں لگایا۔ بیشک واقعی امر تو یہی ہے اور کسی عقلمند کا دل اس بات سے انکار کرنے کی طرف مائل نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کام بے نظیر ہیں مگر آپ لوگ کب انہیں بے نظیر سمجھتے ہیں آپ لوگوں کے وید پر یہ بات سیاہ سے سیاہ دھبہ سے بڑھکر ہے کہ جو ذات کل فیضوں کا مبدء ہونا چاہیئے اُسکو ایسا گھٹاتے گھٹاتے نکما کر دیا کہ بس خاک میں ملا دیا۔ سو چو اے آریہ صاحبو سوچو! کیا آپ لوگوں میں کوئی بھی ایسی روح نہیں کہ جو ذرہ دل کو آلائش تعصب سے پاک کر کے سوچے۔ اِس سوال پر غور کرو کہ وہ چیز جسے ربوبیت کہتے ہیں وہ کیا ہے؟ اِس بات کو ذرا دل لگا کر جانچو کہ خدا کس بات کا نام ہے؟ قوم کیا ہے برادری کیا چیز ہے؟ کوئی کسی کا نہیں آؤ خدا سے ڈرو اور ایسی باتیں منہ پر مت لاؤ جن میں اُس بے انتہا طاقتوں والے کی توہین ہے کیا تمہیں یہ بات کہتے کچھ بھی شرم نہیں آتی کہ ہماری روحیں بھی بلکہ ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ پرمیشر کی طرح خود بخود ہی حق ظاہر ہو گیا اور مخلوق ہونے کی تم پڑگری ہو چکی اب خدا کا بندہ ہونے سے مت بھاگو۔

قولہ۔ کوئی دہریہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کی طرف سے نہیں بلکہ اتفاقی طور سے ہو گیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اتفاقی طور پر خود بخود باہم ملجانا پرکرتی کا سبھاؤ نہیں ہے کیونکہ اسمیں حرکت کرنیکی

صفحہ ۱۵۷

منہ ہی بنا کر دکھاؤ۔ مگر نوٹ آپ ہی کے مذہب پر رد ہوا بھولے کہ جس حالت میں ایک دانہ گندم یا ایک دانہ باجرہ

طاقت نہیں۔ رہا جیو یہ اگر اتفاقی طور پر مل سکے تو کہیں اسکا نمونہ ظاہر ہونا واجب ہے اور اگر لوگ موجودہ طریقہ
ہی اپنا ثبوت پیش کریں (یعنی یہ کہیں کہ پرمیشر کو جوڑتے جاڑتے کس نے دیکھا ہے جو کچھ ہو رہا ہے طبعی
صفحہ ۱۵۸ طور پر خود بخود ہو رہا ہے سو یہی نمونہ کے لئے کافی ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ گو پرمیشر جوڑتے جاڑتے
کسی نے نہیں دیکھا مگر اتفاقی طور پر ملنے والی چیزوں میں انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضروریہ نہیں
ہوا کرتے جواب موجود ہیں لہذا ثابت ہے کہ ان چیزوں کا جوڑے جانا خود بخود نہیں بلکہ ان کا جوڑنے
جاڑنیوالا بڑا منتظم کامل قدرت والا ہے ؎

اقول ۔ ماسٹر صاحب آپ دہریہ یعنی خدائے تعالیٰ کے منکروں سے کیوں جھگڑا لے بیٹھے درحقیقت آپ
لوگ تو تمام ارواح اور اجسام کے ذرہ ذرہ کی نسبت یہی مانتے ہیں کہ ان کا وجود اتفاقی طور سے ہے یہ
نہیں کہ کسی وقت پرمیشر نے ان کو پیدا کیا ہے سو جبکہ آپ نے روحوں اور اجسام کے ذرہ ذرہ کا ہونا خود
ہی اتفاقی طور سے مان لیا تو پھر آپ تو دہریوں کے ایسے مددگار ہوئے جنکا انہیں شکر کرنا چاہیئے تو
پھر ان سے جھگڑا کرنیکا کیا موجب اور بحث مباحثہ کی کیا وجہ۔ یار صادق اور دوست موافق سے
بھی کوئی لڑتا جھگڑتا ہے ؎

کسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جگہ [illegible] کے پاس شراب پیکر نکلا اور نکلتے ہی اس نے
شیطان پر لعنت بھیجی شیطان بھی اسوقت پاس کھڑا تھا اس نے بہت محبت اور نرمی کی راہ سے
کہا کہ اے بھائی تو تو درپردہ بکلی میرا موافق اور میرا مددگار اور فرماں بردار اور میری مرضی کے موافق کام کرنیوالا
ہے تو پھر کیا وجہ کہ بظاہر میرے پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھ سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح آریہ سماج والوں کی
حالت ہے کہ درحقیقت وہ لوگ دہریہ مذہب پھیلانیکے لئے بڑی کوشش کر رہے ہیں اور ان کوششوں کے لحاظ
سے دہریوں کے بڑے لائق خدمتگذار انہیں سمجھنا چاہیئے لیکن بظاہر دہریوں سے ناراض ہیں یہ
ناراضگی اس قسم کے ہے جو ہم نے مثال مذکورہ بالا میں بیان کی ہے بھلا جس حالت میں جو بات دہریوں کے
عین مدعا اور مراد تھی یعنی کوئی چیز خدا کی پیدا کردہ نہیں سب چیزیں خدا کی طرح قدیم اور غیر مخلوق ہیں
صفحہ ۱۵۹ وہ بات تو ان لوگوں نے آپ ہی مان لی اور اپنے مذہب کی بنیاد قرار دی تو پھر باقی کیا رہ گیا اونٹ
تو نکلا گیا اب اگر دم باقی رہ گئی ہے تو اسکے اندر جانے میں کونسی مشکلات ہیں ہاں آپکو اپنے
دہریوں بھائیوں سے بلکہ موجد حقیقی کے ماننے والوں کے ساتھ بحث کرنی چاہیئے اور ان کو

بطور مددگار لانا چاہیئے اور دیکھا بھی گیا ہے کہ بعض آریہ ناچار ہو کر دہریوں سے مشورہ لیتے ہیں تا کسی طرح خود بخود اور غیر مخلوق ہونے پر کوئی دلیل نکل آوے مگر اے ماسٹر صاحب آپ لوگ ہزار مخلوق ہونے سے کنارہ کش ہوں ہم تو آپکو بندۂ خدا بنا کر چھوڑینگے آپ کب تک بھاگینگے اور کدھر بھاگینگے اور کہاں جائینگے بھلا اس تقریر سے بمقولہ متذکرہ بالا میں آپنے کی ہے کونسا اثر ہمارے اعتراض پر پڑا بجز اسکے کہ آپ اپنے ہی قول سے آپ ہی قائل ہوگئے کہ جن چیزوں میں انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضروریہ پائے جاتے ہیں خود بخود نہیں ہوسکتیں پس دیکھو اجزاء لایتجزی میں جنکو ہندی میں پرکرتی کہتے ہیں خاصیت کشش اتصال پائی جاتی ہے تب ہی تو بجز قسر قاسر کسی جسم کے اجزائے متفرق نہیں ہوسکتے اور کشش اتصال تعلقات ضروریہ کی جڑھ ہے کیونکہ اگر جزلایتجزی یعنی پرکرتی میں قوت کشش اتصال نہ پائی جاتی تو پھر جسم کے اجزاء میں باہمی تعلقات پیدا ہونا اور بعض جزوں کا بعض سے ملجانا اور ملے رہنا ممتنع اور محال ہوتا اور جسموں کے وجود میں جسقدر صنعت صانع اور کاریگری پائی جاتی ہے وہ تو ہم کسیقدر بیان کر چکے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ کسی موقعہ پر بیان کرینگے۔ اور جیسے خدائے تعالیٰ نے اجزاء لایتجزی میں کشش اتصال رکھی ہے ایسا روحوں میں بھی قبولیت تعلق جسم کے لئے ایک قوت اور استعداد رکھی ہے یعنی روحوں میں بھی اجسام کی کشش اتصال کی طرح قبولیت تعلق جسم کی ایک قوت پائی جاتی ہے جس سے وہ بلا نفرت و کراہت جسم سے ایسی طبعی طور پر تعلق پکڑ لیتے ہیں جیسے ایک محب اپنے محبوب سے یا ایک عاشق اپنے معشوق سے تعلق پکڑ لیتا ہے جس تعلق کا صدمہ موت سے چھوڑنا اور مفارقت
صفحہ ۱۶۰ اختیار کرنا انپر بالطبع شاق اور ناگوار گذرتا ہے سو یہ انتظامی امر ہے جو حکیم مطلق نے روح اور جسم کے باہم ملانے کے لئے پہلے سے قائم کر دیا ہے اگر روحیں اتفاقی ہوتیں اور کوئی ان کا پیدا کرنیوالا نہ ہوتا تو پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ بیشمار اور کروڑہا روحوں میں سے کوئی بھی ایسی روح نہ پائی جاتی جو مناسبت تعلق بالجسم سے خالی اور اسکے برخلاف ہوتی پھر اگر اتفاق سے یہ مصیبت پیش آجاتی کہ پرمیشر کو سب روحیں ایسی ہی ملتیں جنمیں قوت قبولیت تعلق جسم نہ پائی جاتی تو اس صورت میں پرمیشر کیا کر سکتا کس کاریگر کو کہتا کہ ان تمام روحوں کو توڑ کر نئے سرے مجھے ایسی روحیں بنا دے جن میں تعلق بالاجسام کی قوت پیدا ہو جائے سو اب سمجھئے وہ سب باتیں کاریگری و انتظام وغیرہ کی جو آپنے

بھی بیان کی تھیں وہ روحوں اور جسم کے ٹکڑوں میں پائی گئیں جس سے بقول آپکے واجب ہوا کہ اُن کا کوئی موجد ضرور ہو سو لو صاحب اَبْ تو آپ پر اقبالی ڈگری ہوگئی ✦

اخیر پر ہم آپ کو یہ بھی اطلاع دیدینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپکا یہ دعویٰ جو آپ کہتے ہیں کہ اگر تمام ارواح اور جسمی مادوں کو مع جمیع عجائب و غرائب خواص اُنکے کے خود بخود بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے سمجھ لیں جیسے اصول آریہ سماج کا ہے یعنی یہ خیال کرلیں کہ ارواح و مواد اجسام مع جمیع خواص اپنے کے خود بخود ہیں تو اِس سے اثباتِ صانع میں کوئی حرج عائد نہیں ہوسکتا بلکہ جوڑنا جاڑنا جس کے آریہ سماج والے قائل ہیں اثبات صانع کیلئے کافی ہے یہ تقریر آپ کی صاف ثابت کر رہی ہے کہ آپ میں فطرتی طور پر مادۂ ثبوت غیر ثبوت کی شناخت کرنیکا نہایت ہی کم ہے میں نے آپکی غلطی اقوال متذکرہ بالا میں کھولدی ہے دانشمند کیلئے تو اُسی قدر کافی ہے لیکن مَیں محض خیر خواہی کے رو سے آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپکو بحث مباحثہ کا شوق ہے تو کسی سے ایک رسالہ منطق کا ضرور پڑھ لیجئے۔ یہ کام مباحثات مناظرات کا بڑا نازک کام ہے اِسکے انصرام کے لئے صرف جوش مذہبی کافی نہیں ہے اتنا تو ہو کہ انسان دعویٰ اور دلیل میں فرق معلوم کرسکے اور بیہودہ دعووں کو دلیل کے محل پر استعمال نہ کرے۔ صفحہ ۱۶۱

بھلا خیال فرماویں کہ میرے اعتراض کے جواب میں جو آپنے لکھا ہے کہ گو ارواح و اجزاء صغار اجسام یعنی جیو اور پرکرتی اور اُنکے تمام خواص اور تمام کاریگری کی باتیں جو اُن میں پائی جاتی ہیں وید کے رو سے سب غیر مخلوق اور انادی ہیں جن کو پرمیشر کا ہاتھ بھی نہیں لگا مگر تاہم فقط جوڑنے جاڑنے سے پرمیشر کا پرمیشر پن ثابت ہوتا ہی یہ جس قسم کی تقریر ہے اگر اِسکو قوانین استدلال کی طرف رد کیا جائے تو کونسی شکل صحیح منطقی اِس سے پیدا ہوسکتی ہے اگر کچھ یاد ہے تو بھلا پیش تو کریں ماسٹر صاحب آپکو یہ بات بُری نہ لگے آپ مدلل غیر مدلل کی شناخت سے بکلی بے خبر ہیں آپ کے مُنہ سے کوئی معقول بات کیا خاک اُمید رکھیں آپ تو خواہ نخواہ اپنی قوم کو شرمندہ کر رہے ہیں تو ہم ہی روحوں کے مخلوق ہونے پر شکل اوّل جو بدیہی الانتاج ہے بنا کر سنا تے ہیں اُسپر غور کرو اور اپنے بیجا دعووں سے باز آؤ اور وہ شکل یہ ہے۔ موجودات عالم میں سے روحیں ایسی چیزیں ہیں جن میں ہزارہا عجائب قدرت و حکمت پائے جاتے ہیں۔ اور کل ایسی چیزیں عالم کی چیزوں میں سے جن میں عجائب قدرت و حکمت پائے جائیں۔ اُن کا ایک موجد قادر و کامل و حکیم

ہونا ضروری ہے نتیجہ یہ نکلا کہ روحوں کا ایک موجد قادر و کامل و حکیم ہونا ضروری ہے۔ ثبوت مفہوم صغریٰ کا یعنی اِس بات کا کہ موجودات عالم میں سے روحیں ایسی چیزیں ہیں جن میں ہزارہا عجائب قدرت و حکمت پائے جاتے ہیں اِس طرح پر ہوتا ہے کہ نقیض اُسکی یعنی یہ کہ روحوں میں کوئی اعجوبہ قدرت و حکمت کا نہیں پایا جاتا بدیہی البطلان ہے اور دنیا کی ذی علم قوموں میں سے کوئی قوم بھی اِس بات کی قائل نہیں کہ ارواح عجائبات قدرت و صنعت الٰہی سے خالی ہیں بلکہ علم الٰہیات کے جاننے والے اِس باریک صداقت تک پہنچ گئے
۱۲۲ ہیں کہ دنیا کی تمام مخلوقات میں جو خواص متفرقہ ہیں وہ سب روحوں کے وجود میں ۱۲۲ یکجائی طور پر پائے جاتے ہیں پس صغریٰ اِس شکل کا نہایت بیّن الثبوت ہے ثبوت کبریٰ کا یعنی اس قضیہ کا جو کل ایسی چیزیں عالم کی چیزوں میں سے جن میں عجائب قدرت و حکمت پائے جائیں اُن کا ایک موجد قادر و کامل و حکیم ہونا ضروری ہے اِس طرح پر ہے کہ اگر بعض چیزیں عالم کی چیزوں میں سے جو عجائب قدرت و حکمت سے بھری ہوئی ہیں ایسی بھی ہوں جن کا کوئی موجد ہونا ضروری نہیں تو پھر کسی چیز کو کسی موجد کی ضرورت نہیں رہیگی کیونکہ اِس بات کی صحت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کہ ہم ایسی چند چیزوں میں سے کہ اپنی وجود احتیاج موجد میں بکلی ہمرنگ اور مساوی ہیں بعض چیزوں کو بلا دلیل مستغنی عن الموجد قرار دیدیں اور دوسری بعض چیزوں کو بلا دلیل اپنے وجود میں موجد کی محتاج سمجھ لیں بلکہ ہم پر لازم ہوگا کہ اگر عالم کی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی نسبت بھی یہ حکم دیں کہ وہ بوجہ پُر حکمت کاموں کے جو اسکے وجود میں پائے جاتے ہیں کسی موجد کی محتاج ہے تو یہی حکم اُسکے باقی ہمشکل چیزوں کی نسبت بھی جو عالم میں پائے جاتے ہیں صادر کریں ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی پس بالضرورت شکل ہذا کے کبریٰ کا مفہوم بھی سچا ماننا پڑا جس سے صداقت اِس نتیجہ کی کُھل گئی کہ روحوں کا ایک موجد کامل و قادر و حکیم ہونا ضروری ہے اور یہی مطلب تھا جاننا چاہیئے کہ یہ دلیل مخلوقیت ارواح دہریہ کے مقابل پر نہیں بلکہ آریہ سماج والوں کے ملزم اور لاجواب کرنے کے لئے ہے کہ جو عالم کے ہمرنگ و ہم خاصیت چیزوں میں سے بعض کو جو صرف جوڑنا جاڑنا ہی ایک صانع قادر و حکیم کا

فعل خیال کرتے ہیں اور بعض دیگر کو جو اُس فعل سے بڑھکر قدرت و حکمت الٰہی پر دال ہے
مصنوع اور مخلوق ہونے سے باہر سمجھتے ہیں لیکن دہریہ کے مقابل پر الگ دلائل ہیں
جو ہماری کتاب براہین میں اپنے موقع پر مندرج ہیں اسجگہ تو صرف آریہ سماج والوں کو اُن کی
مُنہ زوری پر متنبہ کرنا ہے* تا کہ وہ کیسے طریقہ مستقیمہ دلائل منطقیہ سے بے راہ چل رہے ہیں اور ص ۱۴۳
وید کی محبت میں ایسے مست و مدہوش ہوگئے کہ خداداد عقل اور فہم کو یک لخت کھو بیٹھے مگر نہیں یاد رکھنا
چاہیئے کہ اب وید پر چلنے چلانے کا زمانہ نہیں ہے اب ان باتوں پر زور دینے سے کہ ہم قدیم سے
خود بخود ہیں ہماری روحوں اور ہمارے جسمی مادہ کا کوئی رب نہیں جلد تر وید پر وبال آئیگا حال
کی ذُرّیت ایسی موٹی عقل کی نہیں کہ اُنکو ان تعلیموں پر طفل تسلّی دے سکیں کہ بغیر دخل مالک الملک ص ۱۴۴
کے تمام روحیں اور ذرہ ذرہ اجسام کا خود بخود قدیم سے چلا آتا ہے بلکہ وہ تو پورا پورا فیصلہ کرینگے
یا تو اپنے باپ دادوں کے خیالات کو کسی ٹھکانہ لگا کر ٹھیک ٹھیک دہریہ بن جائینگے اور یا اگر سعادتمند

---

*حاشیہ۔ اس جگہ اگر کوئی آریہ بطور نقض کے یہ عذر پیش کرے کہ خود خدا تعالیٰ کی ذات بھی عجائب قدرت ص ۱۴۳
و حکمت پر مشتمل ہے تو کیا اسکے لئے بھی کسی موجد کی ضرورت ہے اسکا جواب یہی ہے کہ ہم ابھی شکل اول کے دونوں
مقدمات میں جن سے مخلوقیت روحوں کی ثابت ہوتی ہے موجودات کے لفظ کو اسی لحاظ سے عالم کے لفظ سے مشروط اور مقید کر چکے
ہیں یعنی موجودات عالم کا لفظ لکھکر اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ یہ دلیل فقط موجودات عالم کے متعلق ہے
یعنی ان چیزوں کے متعلق ہے جو عالم میں داخل ہیں لیکن خدائے تعالیٰ عالم سے باہر ہے اور خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسا
خیال کرنا کہ اسکی ذات میں بھی طرح طرح کی طاقتیں اور قوتیں اور عجائب صفتیں پائی جاتی ہیں اسلئے اسکا بھی کوئی موجد
چاہیئے یہ خیال اُن نہیں لوگوں کے دلوں میں اُٹھتا ہے جنکو معرفت الٰہی سے ایک ذرہ بھی حصہ نہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ کے وجود کی نسبت
یہ تو پہلے ہی ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک ایسا وجود ہے کہ جسکی ذات اور ذاتی طاقتیں اور قوتیں اور کامل صفتیں غیر محدود اور غیر متناہی
ہیں جو کسی تحدید اور کسی دائرہ عقلی یا قیاسی یا وہمی میں نہیں آسکتیں اور یہ بھی ابتدا ہی سے قبول کیا جاتا ہے کہ اسکا وجود سب
وجودوں پر غالب اور سب وجودوں سے افضل اور سب وجودوں سے اوّل ہے اور اسکی طاقتیں سب طاقتوں سے بڑھکر ہیں اور اسکی
قوتیں سب قوتوں سے زیادہ تر اور اسکی کامل صفتیں سب صفتوں سے اکمل اور اتم ہیں اور یہ بجائے خود ثابت کیا گیا ہے کہ ص ۱۴۴
تمام ایسے وجودوں کے لئے جو محدود اور مقید اور ناقص اور ناتمام ہیں ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جسکو من کل الوجوہ کمال تام ہو اور
حدود اور قیود سے پاک اور برتر ہو۔ پس جبکہ اسکو کامل تام اور غیر متناہی اور غیر محدود اور سب برتروں سے برتر مان لیا
گیا ہے اور تمام ناقصوں کا مبدء فیوض اسکو ٹھیرا لیا گیا تو پھر اسکی نسبت یہ خیال کرنا کہ اسکا بھی کوئی موجد

ہوئے تو رب العالمین پر ایمان لائینگے اور اپنی مخلوقیت کا اقرار کر لینگے مگر دونوں صورتوں میں وید
کے پنجے سے نکل جائینگے وہ وقت گذر گئے جب لوگ وید کے کہنے سے چاند سورج کی ۱۶۵ح پوجا کرتے تھے اور اگنی ۱۶۵ح
کے آگے ہاتھ جوڑتے تھے اور ہندوستان کے تمام عجائبات کو معبود بنا رکھا تھا اب وید کا ایک وقت
شاید اس زمانہ میں آوے کہ جب پھر لوگ ویسی ہی موٹی عقل کے ہو جائیں کہ جیسے وہ وید کے زمانہ میں تھے
مگر پھر اس تنگ و تاریک حالت کی طرف زمانہ کا پلٹا کھانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا اُس زمانہ میں بڑے
بوڑھے پنڈت یہ خیال کرتے تھے کہ کوہ ہمالہ کے پرے اور کوئی ملک ہی نہیں ۱۶۶ح اور یہ اعتقاد کیا گیا تھا کہ چونکہ ہمگی ۱۶۶ح
و تمامی جائداد پرمیشر کی یہی آریہ دیس ہے اسلئے پرمیشر کو اس اپنی جاگیر سے بڑی محبت ہے اور اس کی ہمیشہ کیلئے

بقیہ حاشیہ ہونا چاہیئے نہایت درجہ کی وحشیانہ جہالت اور بُرے طور کی نادانی ہے کیونکہ اگر وہ کسی اور موجد
کا محتاج ہے تو پھر وہ اس صورت میں نہ کامل رہ سکتا ہے نہ غیر محدود حالانکہ اسکی خدائی کیلئے یہ شرط ضروری ہے کہ اسکا کمال تام
تامّ اس ہو اور اُسکی ذات حد و قیود سے منزّہ اور پاک ہو غرض اس بات کا قائل ہو کر کہ وہ غیر متناہی اور سب
طاقتوں سے بڑھکر اور کامل تام ہے پھر یہ خیال کرنا کہ بایں ہمہ اُسکو کسی موجد کی بھی ضرورت ہے گویا نقیضین کو
جمع کر لینا ہے کیونکہ جب پہلے ہی اُسکی ذات پر ایمان لانیکے وقت صحت ایمان اِسی بات پر موقوف ہے کہ اسکو اکمل
واتمّ اور بے انتہا اور ہر یک ضعف اور نقصان سے خالی سمجھا جائے تو پھر یہ خیال کہ اُسکا کوئی موجد ہونا چاہیئے اُس
صفت ایمان سے بکلّی انکار اور کنارہ کشی ہے اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ۱۶۵ح مخلوق کی نسبت خالق کا اعلیٰ ہونا لازم ہے ۱۶۵ح
اور جبکہ ہم اُسے ذات اکمل و اتم کہہ دیتے ہیں جس سے اعلیٰ کوئی نہیں تو اُسکے خود بخود ماننا پڑا غرض انتہائی درجہ کا کامل
خیال کرنا تحقیق خدائی کے لئے واجب ہے اور انتہائے درجہ کے کمال کو خود بخود ہونا لازم پڑا ہوا ہے ۔ یہ قاعدہ
کہ ہم پُر حکمت چیز کو دیکھ کر جسمیں طرح طرح کی عجایب صفتیں پائی جاتی ہیں ایک صانع حکیم کا ایجاد اُس کو
سمجھتے ہیں یہ تو اُن اشیاء عالم سے متعلق ہے جنکا ناقص ہونا اول ہم ثابت کر لیتے ہیں اور جنکا محدود اور مقید
ہونا اور اپنی تکمیل ذات کیلئے غیر کی طرف محتاج ہونا دلائل کاشفہ سے ہم پر کھل جاتا ہے تب جو جو کاریگری کے کام
ایسے ناقص وجودوں میں پائے جاتے ہیں اُنکی نسبت بطور یقین اور قطعی کے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اُن
عجایب کاموں کا کرنیوالا ضرور در پردہ موجود ہے جو قادر و حکیم و کامل ہے اور یہ بھی ہر ایک پر واضح ہے
کہ ہم عالم کی چیزوں میں سے جتنی چیزوں کے وجود پر نظر ڈالکر ایک موجد کامل و قادر کا انہیں محتاج
پاتے ہیں یا اُن کی نسبت حکم صادر کرتے ہیں کہ اِن موجودات کا کوئی موجد چاہیئے وہ سب ایسی

آریوں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے کہ ہمیشہ میرا کلام تم میں ہی اُترے گا سنسکرت میری زبان ہوگی آریہ دیس
میرا دیس ہوگا اور وید میرا ہمیشہ کلام ہوگا اَوروں سے مجھے کیا غرض اور کیا واسطہ لیکن اس زمانہ میں
ایک دس برس کا بچہ بھی کچھ تھوڑا سا جغرافیہ پڑھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی زمین کیسی کیسی ص۱۶۷
آبادیوں پر مشتمل ہے اور کیونکر کروڑہا رنگا رنگ مخلوقات پردۂ زمین پر آباد ہو رہی ہے اور خدائے تعالیٰ
نے کیسی ان کو عقل میں فہم میں دنیا میں دین میں آریوں کی نسبت بہت زیادہ ترقیات بخشی ہیں کیا
اتنے بڑے جہان کا مالک ایک خسیس اور بخیل آدمی کی طرح ہمیشہ کے لئے ایک خاص ملک تک اپنے
فیوض الہامی محدود رکھ سکتا ہے پھر وہ الہام جس پر اسقدر ناز ہے یعنی وید عجیب قسم کا الہام ہے کہ اول سے
آخر تک بجز مخلوق پرستی کے بات نہیں کرتا پنڈت دیانند نے تاویلات میں بہت کوشش کی مگر کوئی ص۱۶۸

بقیہ حاشیہ: چیزیں ہیں جو کسی نہ کسی طور سے بلا واسطہ وسائل دیگر ہماری نظر اور فکر کے آگے محسوس اور
معلوم الوجود ہوتے ہیں بجز ایک ذات پروردگار جل شانہ کے جو ہم اُسکے وجود کو بغیر ذریعہ وحی یا مصنوعات کے
جو اپنے صانع پر دلالت کرتے ہیں اور کسی طرح شناخت ہی نہیں کرسکتے سو در حقیقت اُسکا وجود اور چیزوں ص۱۶۶
کے وجود کی طرح معلوم التعین نہیں تا کہ اُسکے موجد اور تعین کنندہ کا خیال دل میں گذر سکے بلکہ وہ تمام
مصنوعات پر غور کرنیکا ایک ضروری نتیجہ ہے جو اپنی ذات میں خیال اور قیاس اور گمان اور وہم سے بلند تر
و برتر ہے غرض اُسکا وجود اور چیزوں کی طرح نہیں بلکہ اُسکے وجود سے مراد وہ آخری وجود ہے جو تمام چیزوں
پر نظر ڈالنے کے بعد اُسکی ضرورت ثابت ہوتی ہے سو جس خاص طور سے اُسکا وجود تمام عالم کے اطوار شناخت
سے الگ پڑا ہوا ہے وہی طور خاص اس بات کو سمجھا دیتا ہے کہ اُسکے لئے موجد کا ہونا ممتنع اور خلاف
عقل ہے اور بجز اُسی کی ذات کامل اور غنی مطلق و غیر محدود کے اور کسی چیز کو ہم ایسی نہیں دیکھتے جو داغ
نقصان اور احتیاج الی الغیر سے خالی ہو اور دوسری طرف ہم اُسکے غیر میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کیا ارواح
اور کیا اجسام اپنی ذات اور صفات میں طرح طرح کے پُر حکمت خواص اپنے وجود کے اندر رکھتے ہیں اسلئے
ہم کو ایسے مصنوعات پر نظر ڈالکر بضرورت ماننا پڑتا ہے کہ کسی صانع قدیم و حکیم و قادر کامل کے ہاتھ سے
یہ سب چیزیں نکلی ہیں لیکن خدائے تعالیٰ کی نسبت جو اپنی ذات میں کامل اور احتیاج غیر سے منزّہ اور غیر محدود اور
غیر متناہی طاقتوں والا ہے یہ خیال پیدا نہیں ہوتے کیونکہ غیر متناہی سے بڑھکر اور کون ہوگا جو اُسے پیدا کر سکے اسلئے ص۱۶۷
عالم کی چیزوں کے ساتھ اُسکا قیاس نہیں کیا جاتا بلکہ وہ تو لا یدرک ذات ہے جو تمام عالم کی چیزوں پر نظر ڈالنے کے

کچ کو سیدھا ظاہر کرنے میں کہاں تک ٹکریں ماریں آخر کچھ بھی نہ ہوسکا وید کی تعلیم مخلوق پرستی کے ایک آدھ مقام میں تو نہیں کہ چھپ سکے وہ تو سارا انہیں خیالات سے بھرا ہوا ہے۔ تمام دنیا کے پردہ میں گھوم آؤ۔ تمام قوموں کو پوچھکر دیکھ لو کوئی قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو وید کو پڑھے اور پھر اسکو موحدانہ تعلیم سمجھے ہم سچ سچ کہتے ہیں اور زیادہ باتوں میں وقت کھونا نہیں چاہتے کہ جو کچھ قرآن شریف کے دس ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکالکر دکھا دے تو ہم پھر بھی مان جائیں کہ ہاں وید میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقرر بھی کرالے ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور خدائے وحدہ لاشریک

بقیہ حاشیہ بعد ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے نہ احاطۂ عقل یا رؤیت کے طور پر سو جو اس طرح لا یدرک طور پر مانا گیا ہے اسی کامل برتر از عقل و فہم کا نام خدا ہے سوائے اسکے تمام موجودات کی ایجاد کی نسبت تو وہ اپنے الہام کے ذریعہ سے آپ دعویدار ہوگیا اور پاک ملہموں کی روح میں ہوکر اس نے کلام کیا کہ جو کچھ نظر آتا ہے جو خالی نقصان سے نہیں اُس سب کا موجد میں ہی ہوں جو کامل ہوں اور یہ ملہم لوگ ایسی در الوجود نہیں جو صرف چار ہی ہوں اور کوئی پانچواں نہ ہو بلکہ بیشمار ہوئے ہیں اور آیندہ بھی ہمیشہ الہامات کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ہر یک شخص صراط مستقیم پر قدم مارنے سے جو قانون تحصیل فیضانِ الٰہی ہے حسب دائرہ حوصلہ و استعداد اپنے کے الہامات کو پا سکتا ہے اور کاملہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مستفیض ہوسکتا ہے غرض جس حالت میں خدائے تعالیٰ بذریعہ اپنے الہام کے قدیم سے انا الخالق کا دعویٰ کرتا چلا آیا ہے اور ہر یک روح بوجہ اپنے نقصان ذاتی اور احتیاج ایک بےجو تدارک اُس نقصان کا کرے اپنے نفس میں اُسکی ضرورت بھی پاتی ہے تو اس صورت میں اُس ذات کامل الصفات کا خالق ہونا بدیہی الثبوت ہے لیکن اُس خالق حقیقی کے مثل کوئی اور خالق تب تجویز کیا جائے جب اوّل کوئی اُسکے سر پر دعویدار اُٹھے کہ اُس کا میں خالق ہوں اور اسکو مغلوب اور محکوم کر کے دکھا دے مگر جب کہ اِن تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں اور من کل الوجوہ خدائے تعالیٰ کامل الذات والصفات اور اپنی ذات میں واحد لاشریک اور در حقیقت سب برتر دل سے برتر ہے تو پھر ایسا خیال سراسر دیوانگی اور حماقت ہے۔ منہ

۱۲۸

کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بہرحال اداے شرط مقررہ پر جس طور سے فیصلہ کرنا چاہیں حاضر ہیں لیکن ناظرین خوب یاد رکھیں اور اے آریہ سماج کے نوعمرو نوگرفتارو! تم بھی یاد رکھو کہ وید میں ہرگز توحید محض نہیں ہے وہ جابجا مشرکانہ تعلیم سے مخلوط ہے کوئی اسکو بری نہیں کرسکتا اور زمانہ آتا جاتا ہے کہ اسکے ساری پردے کھل جائیں سو تم لوگ اس خدا سے ڈرو جسکی عدالت سے کسی ڈھب روپوش نہیں ہو سکتے۔

ص ۱۷۹

آریہ سماج والوں میں نانک صاحب کے چیلے بھی کچھ کچھ داخل ہیں انہیں ہم بطور خاص نصیحت ص ۱۶۹
کرتے ہیں کہ تمہارے گورو صاحب نے جابجا وید سے مخالفت کی ہے اور جہانتک انکی علمی حیثیت تھی انہوں نے دین اسلام کے عقائد کو پسند کیا ہے بلکہ ایک صاحب نرائن سنگھ نام گرنتھ خوان واعظ نے ایک سو سے زیادہ آدمیوں کے مجمع میں ہمارے روبرو بیان کیا کہ وہ بعض اوقات اعمال عبادت بھی اسلام کے طور پر بجالاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درپردہ حق کے قبول کرنیکے لئے بہت کچھ تیار ہو گئے تھے۔ وہ اپنے گرنتھ میں فرماتے ہیں کہ جو ہمیشہ خود بخود بغیر کسی کے پیدا کرنیکے چلا آیا ہے وہی پرمیشر ہے جیسے ان کا یہ شبد ہے تھاپیا نہ جا کیتا نہ ہو۔ آپے آپ نرنجن سو یعنی جو بغیر کسی کے پیدا کرنیکے خود بخود قدیم سے چلا آیا ہے وہی خدا ہے۔ اب دیکھو اگر روحوں کو قدیم اور خود بخود مانا جائے تو اس تعریف کے رو سے ان سب روحوں کا خدا ہونا لازم آتا ہے تو پھر پرمیشر کی کیا تعریف ہوئی جسمیں سارا جہان داخل ہے اور اگر ہم اس تعریف کو غلط اور خلاف عقائد ہنود سمجھیں اور یہ خیال کریں کہ نانک صاحب نے بوجہ نہ ہونے علم وید کے اپنے پرمیشر کی ایسی تعریف کردی ہے جو صریح وید کے اصولوں کے برخلاف ہے تو اسمیں نانک صاحب کی کسر شان ہے کیونکہ وہ اپنے گرنتھ کے کئی مقامات میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ مینے وید پڑھا ہوا ہے اور چاروں ویدوں کی تعلیمیں مجھ سے پوشیدہ نہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ وید تناسخ کو مانتا ہے جسکی بنیاد روحوں کا غیر مخلوق ہونا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ وید کی تعلیم کو اسجگہ نانک صاحب نے قبول نہیں کیا اور جابجا یہ بھی جتلا دیا کہ میں ویدوں کی تعلیم سے ناواقف نہیں اور نہ بے علم ہوں بلکہ چاروں ویدوں کو میں نے پڑھا اور خوب کنٹھ کیا ہوا ہے سو اتنے بڑے دعوی سے نانک صاحب کا وید کے اس اصل الاصول سے دست بردار ہو جانا صاف دلالت کرتا ہے کہ نانک صاحب ویدوں کے اس بھاری

عقیدہ بھی جو مدار تناسخ ہے اپنی زندگی میں بیزار ہو چکے تھے اور ہادی مطلق نے اُنکے دل کو یہ ہدایت
کردی تھی کہ یہ تحریریں ویدوں کی بالکل جھوٹی اور غلط ہے پس جبکہ نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف ص۱۷۰
خدائے تعالیٰ کے خالق اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے اور ویدوں کی ایسی ایسی تعلیموں سا
کو انہوں نے یک لخت چھوڑ دیا تھا اسلئے اُن صاحبوں کی خدمت میں جو نانک صاحب کے سکھ ہوکر اور
کشن سنگھ۔ بشن سنگھ۔ نارائن سنگھ۔ بھگوان سنگھ وغیرہ نام رکھوا کر پھر اپنے گورو کے گرنتھ سے باہر
چلے جاتے ہیں۔ باادب تمام عرض کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وید کی ایسی ایسی تعلیموں سے دستکش ہو جائیں
ورنہ اگر نانک صاحب سے روحانی موافقت نہیں تو پھر خواہ ایک ٹکڑا کیسوں کا سر پر اُٹھائے رکھنا
اور حرارت اور عفونت کی تکلیفیں اُٹھانا ضرورت ہی کیا ہے۔ نانک صاحب روحوں کے مخلوق ہونے کی
بارہ میں اپنے گرنتھ میں کافی شہادت دے گئے ہیں چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں اتی کیتی ہور
کرے۔ تا آکھ نہ سکے کئی کے یعنی اگر اسقدر ارواح اور اجسام جو پہلے خدائے تعالیٰ پیدا
کر چکا ہے اور پیدا کرے تو وہ کر سکتا ہے اور اُسکی قدرتوں کے مقابل اور ہمقدم تعریفیں
نہیں چل سکتیں۔ یہ مقولہ نانک صاحب کا بالکل قرآن شریف کی ایک آیت کا گویا ترجمہ ہے اور
سراسر اُسکے مطابق ہے چونکہ نانک صاحب اکثر دلی اخلاص سے علماء اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا
کرتے تھے اور دینی باتیں سُنتے تھے اس لئے کسی مولوی صاحب کی زبانی انہوں نے یہ مضمون
آیت کا سُن لیا ہوگا کیونکہ مسلمانوں سے اکثر اُنکی صحبت رہتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ بعض اوقات
وہ نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر اِسکے بعد اُن کا یہ شبد ہے جو نیچے لکھا جاتا ہے:۔

جے وڈ بھاوے تے وڈ ہو۔ نانک جانے ساچا سو۔ آفرین اے نانک
آفرین یہ شبد بھی قرآن شریف کی اِس آیت کے سراسر مطابق زبان سے نکل گیا ہے اور
آیت یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام محامد اور تمام کمالات اور تمام تعریفیں اور تمام
بزرگیاں اور خوبیاں جو مرتبہ جلیلہ خدائی کے لئے ضروری ہیں وہ سب اللہ جلشانہ کو حاصل اور
اُسکی ذات میں جمع ہیں جسکی ایجاد کے بغیر کوئی چیز موجود نہیں ہوئی اور وہ تمام عالمین کا رب ص۱۷۱
اور پیدا کنندہ ہے۔ پس اسی آیت شریفہ کے مطابق نانک صاحب کا شبد ہے جس کے یہ معنی
ہیں کہ جو بزرگی اور عظمت اور قدرت خدائے تعالیٰ کو چاہیئے وہ سب اُسے حاصل ہے۔ اے نانک جو

اس بات کو جانتا ہے وہی صادق ہے۔ افسوس اس بات کو وید نہیں جانتا آریہ لوگ کیوں
نہیں جانتے۔ دیانند صاحب کیوں جانے بغیر کوچ کر گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ پیدا کرنا اور محض اپنی
قدرت سے وجود بخشنا ایک کمال ہے جو بڑی تعریف کے لائق ہے اور خدا وہ ہونا چاہیئے جس میں
سب کمالات اور سب تعریف کی باتیں پائی جائیں مگر وید کے پرمیشر پر یہ کیا مصیبت نازل ہوئی
کہ وہ اس بھاری درجہ کے کمال سے کہ جو تمام کارخانہ خدائی کی کنجی ہے بے نصیب رہ گیا دیکھو اے
کیسوں والے آریو! جو نانک صاحب کے چیلے ہونیکا دعویٰ کرتے ہو کہ نانک صاحب صاف قرآنی آیت
کی تصدیق کر کے کہتے ہیں کہ صادق وہی ہے کہ جو اُن سب بزرگیوں اور تعریفوں کا قائل ہے
کہ جو خدائے تعالیٰ کیلئے اپنے کمال تام کے لئے مطلوب ہیں ورنہ جھوٹا اور دروغگو ہے سو تم اب تو وید
کا پیچھا چھوڑو کہ تمہارے گورو صاحب پکار پکار کہہ رہے ہیں اور اپنے شبد تمہیں سنا رہے ہیں
اور پھر دیکھو کہ وہ مخالفوں پر ناراض ہو کر آگے کیا فرماتے ہیں جے کو آکھے بول بگاڑ۔
تا لکھی سر گواران گوار یعنی اگر کوئی یہ بات تسلیم نہ کرے اور اسکا مخالف کچھ منہ پر لاوے
تو اسکو جاہلوں کا سردار لکھنا چاہیئے۔ نانک صاحب آپ کہاں اور کدھر ہو اب تو آپ ہی
کے چیلے آریہ سماج میں بیٹھ کر بول بگاڑ رہے ہیں اور صاف کہہ رہے ہیں کہ دنیا کا کوئی پیدا
کرنیوالا نہیں بلکہ وہ تو وید کی شرتیوں کو سچ سچ درست سمجھ کر خدائے تعالیٰ کا خالق اور رب العالمین
ہونا غیر ممکن سمجھتے ہیں اور اگر کسی کے منہ سے بھولے سے یہ نکل بھی جائے کہ میری روح کا رب
اور پیدا کنندہ پرمیشر ہے تو اسکو مہاں پاپی خیال کرتے ہیں اور اپنے پرمیشر کو صرف اسقدر طاقت ص۲۱
والا جانتے ہیں کہ اسکو فقط جوڑنا جاڑنا آتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ آپنے تو قرآن شریف
کے مطابق انہیں یہ سبق پڑھایا تھا کہ وہ تمام انتہائی درجہ کی قدرتیں اور عظمتیں اور تعریفیں جو
ذہن میں آ سکتی ہیں اور وہ سب کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ جو خدا ہونے کیلئے زیبا و شایاں ہیں
وہ سب پرمیشر کو حاصل ہیں مگر آپکے چیلے تو چاروں آریہ سماج میں بیٹھ کر اور ویدوں کی ملحدانہ
شرتیوں کو سن کر آپکے اس گورمنتر کو چھوڑ بیٹھے اور وہ پٹڑی ہی بھول گئے جسپر آپنے
انہیں چلایا تھا اب اور تعریفیں پرمیشر کی تو طاق پر رہیں انہوں نے تو وہ پہلا حرف ہی جس سے
نام پرمیشر کا دنیا میں ظاہر ہوتا ہے یعنی پیدا کرنا اپنے لوح دل سے ایسا مٹا دیا ہے کہ گویا

کبھی سُنا ہی نہیں تھا۔

اُن کو سودا ہوا ہے ویدوں کا — اُن کا دل مبتلا ہے ویدوں کا
آریو اسقدر کرو کیوں جوش — کیا نظر آگیا ہے ویدوں کا
نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا — سوچ لو یہ خدا ہے ویدوں کا
عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو — کیوں بھروسا کیا ہی ویدوں کا
بے خدا کوئی چیز کیوں کر ہو — یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا
ناستک مت سے وید ہیں حامی — بس یہی مدّعا ہے ویدوں کا
ایسے مذہب [دہریہ مذہب] کبھی نہیں چلتے — کال سر پر کھڑا ہے ویدوں کا

اور واضح رہے کہ یہ تعلیم ویدوں کی کہ دنیا خود بخود چلی آتی ہے کوئی اسکے سر پر پیدا کنندہ و مالک نہیں ہے صرف ایک ادھورا سا جوڑتے جاڑنے والا ہے یہ ایک ایسا ناقص اعتقاد ہے جسکے ماننے سے بہ مجبوری یہ ماننا پڑتا ہے کہ اُس جوڑنے جاڑنیوالے کو یا تو اپنے ممالک مقبوضہ
ص۱۷۳ کا کچھ بھی علم نہیں اور یا شاید کچھ ہے تو ایک ناقص اور ناتمام سا علم ہے جیسے ایک موتیا بند والیکو جسکی آنکھوں پر نزول الماء اُتر آیا ہو کچھ کچھ اوّل دھندلا سا نظر آتا ہے ✢ اور پھر آخرکار

ص۱۷۲ ✢ حاشیہ یہ ایک نہایت باریک صداقت ہے کہ علم باری تعالیٰ جسکی کاملیت کی وجہ سے وہ ذرہ ذرہ کے ظاہر و باطن پر اطلاع رکھتا ہے کیونکر اور کس طور سے ہے اگرچہ اُسکی اصل کیفیت پر کوئی عقل محیط نہیں ہو سکتی مگر پھر بھی اتنا کہنا سراسر سچائی پر مبنی ہے کہ وہ تمام علم کی قسموں میں سے جو ذہن میں آسکتی ہیں اشد و اقوی و اتم و اکمل قسم ہے جب ہم اپنے حصول علم کے طریقوں کو دیکھتے ہیں اور اُسکے اقسام پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اپنے سب معمولی علموں میں سے بڑا یقینی اور قطعی وہی علم معلوم ہوتا ہے جو ہم کو اپنی ہستی کی نسبت ہے کیونکہ ہم اور ایسا ہی ہر ایک انسان کسی حالت میں اپنی ہستی کو فراموش نہیں کر سکتا اور نہ اُسمیں کوئی شک کر سکتا ہے سو جہاں تک ہماری عقل کی رسائی ہے ہم اس قسم کے علم کو اشد و اقوی و اتم و اکمل پاتے ہیں اور یہ بات ہم سراسر خدائے تعالیٰ کی ذات کامل سے بعید دیکھتے ہیں کہ جو اس درجہ اور اس قسم کے علم سے اُس کا علم اپنے بندوں کے بارہ میں کمتر ہو کیونکہ یہ بڑے نقص کی بات ہے کہ جو اعلیٰ قسم علم کے ذہن میں آسکتی ہے وہ خدائے تعالیٰ میں نہ پائی جائے اور اعتراض ہو سکتا ہے

پورا پورا اندھا ہو جاتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی خراب تعلیم کو جسکے ایسے ایسے خراب نتائج ہیں کسی صاف دل ہندو کی روح بھی قبول نہیں کر سکتی بلکہ پنڈت دیانند کے دل نے بھی اسکو
ص۱۴۴ قبول نہیں کیا لالہ شرم پت ایک آریہ اسی جگہ قادیان کے رہنے والے نے میرے پاس بیان کیا کہ میں نے روحوں کی پیدائیس کے بارے میں دیانند جی سے دریافت کیا تو لگے باتیں بنانے اور فرمایا کہ پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا آیندہ اگر پرمیشر پیدا ہی کرتا چلا جائے تو اتنا بڑا وسیع مکان کہاں سے لائے جنمیں روحیں رہا کریں اب دیکھو کہ اس تقریر میں ناچار ہو کر دیانند نے اسقدر مان لیا کہ اول پرمیشر نے ضرور روحوں کو پیدا کیا تھا لیکن آیندہ اس خوف سے پیدا کرنے سے دستکش ہے
ص۱۴۵ کہ کوئی ایسا بڑا مکان اُسے نہیں ملتا۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت دیانند کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں وید کی ایسی ایسی تعلیموں کی نسبت بہت کچھ شکوک اور شبہات پڑ گئے تھے

بقیہ حاشیہ کہ کسوجہ سے خدائے تعالیٰ کا علم اعلیٰ درجہ کے علم سے متنزل رہا آیا اسکے اپنے ہی ارادہ سے
ص۱۴۶ یا کسی قاسر کے قسر سے اگر کہو کہ اُسکے اپنے ہی ارادہ سے تو یہ جائز نہیں کیونکہ کوئی شخص اپنے لئے بالارادہ نقصان روا نہیں رکھتا تو پھر کیونکر خدائے تعالیٰ جو بذات خود کمالات کو دوست رکھتا ہے ایسے ایسے نقصان اپنی نسبت روا رکھے اور اگر کہو کہ کسی قاسر کی قسر سے یہ نقصان اُسکو پیش آیا تو چاہیئے کہ ایسا قاسر اپنی طاقتوں اور قوتوں میں خدائے تعالیٰ پر غالب ہو وہ زیادت قوت کی وجہ سے اسکو اُس کے ارادہ سے روک سکے اور یہ خود ممتنع اور محال ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ پر اور کوئی قاسر نہیں جسکی مزاحمت سے اُسکو کوئی مجبوری پیش آوے پس ثابت ہوا کہ ضرور خدائے تعالیٰ کا علم کامل تام ہے اور پہلے ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ علم کی تمام قسموں میں سے کامل و تام وہ علم ہے کہ جو ایسا ہو جیسے ایک انسان کو اپنی ہستی کی نسبت علم ہوتا ہے سو ماننا پڑا کہ خدائے تعالیٰ کا علم اپنی مخلوقات کے بارہ میں اسی علم کی مانند اور اسی کی مشابہ ہے گو ہم اُسکی اصل کیفیت پر محیط نہیں ہو سکتے لیکن ہم اپنی عقل سے جسکے رو سے ہم مکلف ہیں سمجھ سکتے ہیں کہ بڑا قطعی اور یقینی علم یہی ہے جو عالم اور معلوم میں کسی نوع کا بعد اور حجاب نہ ہو سو وہ قسم علم کی یہی ہے اور جس طرح ایک انسان کو اپنی ہستی پر مطلع ہونے کے لئے دوسرے وسائل کی ضرورت نہیں بلکہ جاندار ہونا
ص۱۴۷ اور اپنے تئیں جاندار سمجھنا دونوں باتیں ایسی باہم قریب واقع ہیں کہ ان میں ایک بال کا فرق نہیں سو ایسا ہی جمیع موجودات کے بارہ میں خدا تعالیٰ کا علم ہونا ضروری ہے یعنی اُسجگہ بھی عالم اور معلوم میں ایک ذرہ

بلکہ رسالہ دھرم جیون پندرھویں جولائی ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے کہ پنڈت دیانند صاحب جاتے
وقت اشاروں کنائیوں سے بعض نیم سمجھ صاحبوں کو سمجھا گئے کہ اب میرا ایمان ویدوں پر نہیں رہا۔
ص ۱۷۶ میں کہتا ہوں۔ کہ پنڈت صاحب تو پنڈت صاحب ہی تھے [۱۷۶] ایسے ویدوں پر تو کسی منصف مزاج
کا ایمان نہیں رہ سکتا بلکہ کون آدمی ایسا دل کا اندھا ہے جسکو یہ موٹی بات بھی سمجھ میں نہ آسکے کہ جس
پرمیشر کو پیدا کرنا بھی نہیں آتا اور یونہی جائداد مستعار سے کام چلا رہا ہے وہ کس بات کا پرمیشر ہے
اور جسکی کمزوری کا یہ حال ہے کہ اگر روحیں اور مواد نہ ہوں تو پھر اسکا سب پرمیشرپن طاق پر
رکھا رہ جائے ایسے نالائق کو کون پرمیشر کہہ سکتا ہے۔ یہ بات ایسی صاف صاف اور انسان کے

بقیہ حاشیہ۔ فرق اور فاصلہ نہیں چاہیئے اور یہی اعلیٰ درجہ علم کا جو باری تعالیٰ کو اپنے تحقق الوہیت کے لئے
اسکی ضرورت ہے اُسی حالت میں اُسکے لئے مسلّم ہو سکتا ہے کہ جب پہلے اُسکی نسبت مان لیا جائے کہ اُسمیں اور اُسکے
معلومات میں اسقدر قرب اور تعلق واقع ہے جس سے بڑھکر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اور یہ کامل تعلق معلومات
سے اسی صورت میں اُسکو ہو سکتا ہے کہ جب عالم کی سب چیزیں جو اُسکی معلومات ہیں اُسکے دست قدرت سے
نکلی ہوں اور اُسکی پیدا کردہ اور مخلوق ہوں اور اُسکی ہستی سے اُنکی ہستی ہو یعنی جب ایسی صورت ہو
کہ موجود حقیقی وہی ایک ہو اور دوسرے سب وجود اُس سے پیدا ہوئے ہوں یعنی پیدا ہو کر بھی اپنے وجود میں اُس سے
بے نیاز اور اُس سے الگ نہ ہوں بلکہ درحقیقت سب چیزوں کے پیدا ہونیکے بعد بھی زندہ حقیقی وہی ہو
ص ۱۷۶ اور دوسری ہر ایک زندگی اُسی سے پیدا ہوئی ہو اور اُسکے ساتھ قائم ہو [۱۷۶] اور بے قید حقیقی وہی ایک ہو
اور دوسری سب چیزیں کیا ارواح اور کیا اجسام اُسکی لگائی قیدوں میں مقید اور اُسکے ہاتھ کے
بندوں سے بندھی ہوئی اور اُسکی مقرر کردہ حدّوں میں محدود ہوں اور وہ ہر چیز پر محیط ہو اور دوسری سب چیزیں
اُسکی ربوبیّت کے نیچے احاطہ کی گئی ہوں اور کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اُسکے ہاتھ سے نہ نکلی ہو اور اُس کی
ربوبیّت کا اُس پر احاطہ نہ ہو یا اُسکے سہارے سے وہ چیز قائم نہ ہو غرض اگر ایسی صورت ہو تب خداتعالیٰ کا تعلق
تام جو علم تام کے لئے شرط ہے اپنے معلومات سے ہوگا اسی تعلق تام کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن شریف
میں اشارہ فرمایا جیسے وہ فرماتا ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی ہم انسان کی جان
سے اُسکی رگِ جان سے بھی زیادہ تر نزدیک ہیں ایسا ہی اُس نے قرآن شریف میں ایک دوسری جگہ فرمایا
ہے ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی حقیقی حیات اُسی کو ہے اور دوسری سب چیزیں اُس سے پیدا اور اُسکے

ص۱۷۷ فطرتی تقاضا کے موافق ہی کہ ہریک پاکدل آدمی بلاتردد اسکی شہادت اپنے دل میں پاتا ہے اور
خود ہندو لوگ بھی ہرگز پسند نہیں کرتے کہ اُن کا پرمیشر ایسے نقصانوں میں مبتلا ہو مجھے یاد ہے
کہ ہوشیارپور کی بحث میں جب میں نے لوگوں کو سنایا کہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اُن کا پرمیشر
روحوں کے پیدا کرنے سے عاجز ہے تو کئی معزز ہندو جو میرے پاس بیٹھے تھے وہ یہ سنکر توبہ
ص۱۷۸ توبہ کرنے لگے کہ یہ کیسا خراب اعتقاد ہے اور جب لالہ مرلیدھر صاحب اس اعتراض کا جواب
لکھنے بیٹھے تو وہ چند ہندو صاحب اُٹھکر چلے گئے کہ ہم ہرگز ایسا بیہودہ جواب جس میں
پرمیشر کی نندیا یعنی توہین ہو سننا نہیں چاہتے۔ ایسا ہی ایک صاحب نے میرے پاس بیان کیا

بقیہ حاشیہ ساتھ زندہ ہیں یعنی درحقیقت سب جانوں کی جان اور سب طاقتوں کی طاقت وہی ہے لیکن
اگر یہ خیال کیا جائے کہ وہ قدیم سے الگ کا الگ چلا آتا ہے اور اُسکی ربوبیت کا کسی چیز پر احاطہ نہیں اور کوئی
ص۱۷۷ چیز اُس سے ظہور پذیر نہیں ہوئی تو اس صورت میں علم کائنات تو اُسے کیا ہوگا بلکہ محدود چیزوں میں سے وہ بھی ایک
چیز ہوگی جسکا کوئی محدد تلاش کرنا پڑیگا اور یہ بھی واضح رہے کہ جو چیز غیر مخلوق فرض کی جائے اسکی نسبت
یہ تو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اس چیز کا علم تام جو اُس سے الگ اور غیر مخلوق اور قدیم ہے کسی طور
سے نہیں ہو سکتا اور باینہمہ اُس چیز کے نفس وجود پر نظر ڈالنے سے اسقدر بھی لازم نہیں آتا کہ خواہ کسی درجہ
کا ناقص علم بھی اُسکے بارہ میں خدا تعالیٰ کو حاصل ہو اور کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں حاصل ہو
ہاں جو چیز ممکن اور حادث اور مسبوق بعدم ذاتی ہے وہ ضرور ہے کہ خدائے تعالیٰ کو معلوم ہو اور علم الٰہی سے باہر نہ ہو
کیونکہ جو چیز نامعلوم ہے عطائے وجود اُسکے لئے ممکن نہیں پس علم ممکنات قبل وجود ممکنات خدائے تعالیٰ کیلئے
ہونا ضروری ہے اور اس سے بالضرور ثابت ہے کہ ممکنات باسرہا معلومات الٰہیہ میں داخل ہیں لیکن جس
چیز کو ممکن اور حادث اور مسبوق بعدم تسلیم نہ کیا جائے اور ذات علت العلل کا اُس کو معلول اور
مخلوق نہ ٹھیرایا جائے اُسپر کوئی برہان عقلی قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں وہ علم الٰہی سے باہر نہیں مثلاً اگر
ص۱۷۸ روح کو مخلوق اور حادث تسلیم نہ کیا جائے تو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ
ایک بے تعلق شخص جو فرضی طور پر پرمیشر کے نام سے موسوم ہے روح کی حقیقت سے کچھ اطلاع
رکھتا ہے اور اُس کا علم اسکی تہ تک پہنچا ہوا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کی نسبت پورا پورا علم رکھتا
ہے تو البتہ اُسکے بنانے پر قادر رہتا ہے اور اگر قادر نہیں ہو سکتا تو اُسکے علم میں ضرور کوئی نہ کوئی

کہ امرت سر کے مقام میں کوئی آریہ صاحب کسی جگہ بازار میں بکھیان کے طور پر یہ ذکر کر رہے تھے کہ پرمیشر کا پرمیشرپن صرف جوڑنے جاڑنے پر ختم ہے اور اس سے آگے اُسے کچھ طاقت نہیں اسپر کسی دوسرے ہندو نے کچھ بحث کرنا شروع کیا تب وہ لالہ صاحب بات کرتے کرتے گرم ہوکر کہنے لگے کہ ویدوں میں صاف لکھا ہے کہ جیو پرکرتی انادی یعنی روح و مادہ خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں جن کو کسی نے پیدا نہیں کیا یہ بات سُنتے ہی اُس ہندو کو بھی جو بمقابل اُس آریہ کے بات کر رہا تھا ایسا جوش آگیا کہ بے اختیار اُسکے مُنہ سے نکل گیا کہ اگر پرمیشر ایسا ہی عاجز ہے تو وہ پھر تیری ایسی تیسی کا پرمیشر ہے چنانچہ اس بات پر ان دونوں میں ہاتھا پائی اور دست بگریباں ہونیکی نوبت پہنچ چلی تھی مگر لوگوں نے درمیان میں ہوکر اُن دونوں کو ایکدوسرے سے الگ کر دیا پس ان عام نفرتوں سے ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے کہ اگر وہ اپنے تعصبات کو الگ کرکے سوچے تو وہ اس صاف اور بدیہی اور کُھلی کُھلی سچائی تک نہ پہنچ سکے کہ خدائے تعالیٰ کو اگر اُسکی خوبیوں اور قدرتوں سے الگ کیا جائے تو پھر وہ خود اُسکو اپنی خدائی سے الگ ہونا پڑتا ہے کیا بجز اِسکے کہ خدائے تعالیٰ ہر ایک وجود کا موجد ہے کوئی اور بھی بات چھپی ہوئی ہے جسکے رو سے خدا کو خدا کہا جاتا ہے ۔ ۱۷۹

قولہ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ارواح کے غیر مخلوق اور خود بخود ماننے میں دوسری قباحت یہ ہے کہ ایسا اعتقاد خدائے تعالیٰ کو خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ علم نفس اور خواص ارواح سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جسقدر روحوں میں عجائب و غرائب خواص بھرے

بقیہ حاشیہ نقص ہوتا ہے اور اگر پورا علم نہ ہو تو قطع نظر بنانے کے متشابہ چیزوں میں باہم امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے سو اگر خدائے تعالیٰ خالق الاشیاء نہیں تو اُسمیں صرف یہی نقص نہیں ہے کہ اس صورت میں وہ ناقص العلم ٹھیرا بلکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ کروڑہا روحوں کے امتیاز اور شناخت میں روز بروز دھوکے بھی کھایا کرے اور بسا اوقات زید کی روح کو بکر کی روح سمجھ بیٹھے کیونکہ ادھورے علم کو ایسے دھوکے ضرور لگ جایا کرتے ہیں اور اگر کہو کہ نہیں لگتے تو اسپر کوئی دلیل پیش کرنی چاہیئے ۔ منہ

ہوئے ہیں وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً روحوں میں ایک کشفی
قوّت ہے جس سے وہ پوشیدہ باتوں کو بعد مجاہدات باذنہ تعالیٰ دریافت کر سکتے ہیں اور
ایک قوّت اُن میں عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر لیتے ہیں ایسا ہی ایک قوّت محبت
بھی اُن میں ہے جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اگر اِن تمام قوتوں کو خود بخود بلا ایجاد
کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اس میں بڑی ہتک عزّت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا کہ جو عمدہ
اور اعلیٰ کام تھے وہ تو خود بخود ہیں اور جو ادنیٰ اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا اور
اس بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ جو خود بخود عجائب کام پائے جاتے ہیں وہ پرمیشر کے کاموں سے کہیں
بڑھ کر ہیں یہاں تک کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اِس اعتقاد سے آریہ صاحبوں
کے خدا کی خدائی پر بڑا صدمہ ص۱۸۰ پہنچیگا یہاں تک کہ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا اور نیز اُس کے وجود ص۱۸۰
پر بھی کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہو سکیگی۔ مَیں اِس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ مرزا صاحب خدا کی
خدائی قائم رکھنے کے لئے اُن لوگوں کو شاہد مقرر کرتے ہیں جو خواص روح سے واقفیت
رکھتے ہوں مگر اسلام میں تو روح کے خواص خدا نے ظاہر ہی نہیں کیئے جیسا کہ مَیں اوپر
بیان کر چکا ہوں پھر انکو اِسکی کیا خبر ہے۔

اقول۔ اے لالہ صاحب اگر قرآن شریف نے روح کے خواص بیان نہیں کیئے تو پھر کس نے
کیئے وید تو صرف اتنا ہی بولکر چپ ہو گیا کہ میرے مصنّف کا روحوں پر کچھ دعویٰ نہیں اور روح
غیر مخلوق اور خود بخود ہوئے ہیں اُس سے کچھ کم نہیں ہیں لیکن قرآن شریف کے نازل کرنے
والے نے روحوں کو اپنی ملکیت ٹھیرائی اور اُن کی مخلوق اور بندہ ہونے کی نسبت دعویٰ کیا اور
پچاس سے زیادہ عقلی دلیلوں کے ساتھ آپ ثابت کیا کہ تمام بنی آدم اور دوسرے حیوانوں کی روحیں
مخلوق اور بندۂ خدا ہیں اور پھر کھولکر مفصل طور پر سنایا کہ کیا کیا طاقتیں اور استعدادیں اور خاصیتیں
اُن میں رکھی گئی ہیں۔ یہ قرآن شریف ہی نے نہایت باریک صداقت بیان کی ہے کہ جو کچھ متفرق
طور پر عالم علوی و سفلی میں خواص عجیبہ پائے جاتے ہیں وہ سب انسانی روح کے وجود میں جمع ہیں
لیکن وید کے رو سے تو روح کچھ چیز ہی نہیں اور اُسکے خواص بھی ایسے ناکارہ ہیں کہ جن کا عدم
وجود مساوی ہے چنانچہ اِس بات کا خود آپکو اقرار ہے اور آگے چلکر ابھی وہ عبارت ناظرین پڑھینگے

اب فرمائیے کہ جس حالت میں آپ وید ہی اقرار کرتا ہے کہ ارواح غیر مخلوق ہیں تو پھر وید کے مصنف
کو جو اِن سے بالکل بے تعلق ہے اُنکی اندرونی حقیقت کیا معلوم ہوگی یہ بات تو ہر یک شخص
سمجھ سکتا ہے کہ بنانیوالے کو جیسی اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کی خبر ہوتی ہے دوسرے کو جو
اُسکے بنانیوالا نہیں اور بالکل بے تعلق ہے ہرگز ایسی خبر نہیں ہو سکتی۔ یہ صداقت نہایت
ہی صاف اور روشن ہے اور جبتک کوئی شخص [۱۸۱] نرا جاہل اور عقل سے بیگانہ نہ ہو تب تک
اِس صداقت میں کچھ شک نہیں کر سکتا اِسجگہ کم سے کم آریہ صاحبوں کو اِسقدر اقرار تو ضرور کرنا پڑیگا
کہ جسقدر اُن کے پرمیشر کو اپنے ہاتھ کے کام کے جوڑنا جاڑنا ہے اندرونی حقیقت معلوم ہے حقیقت
روحوں کی کیفیت وجود کی نسبت جنسے وہ بالکل بے تعلق ہے ہرگز اُسکو حاصل نہیں ہو سکتی
کیونکہ جو کام اپنے ہاتھ سے کیا جاتا ہے اُسکے جزئیات دقیقہ ہرگز مخفی نہیں رہ سکتے لیکن جو
کام اپنے ہاتھ سے نہ کیا جائے اُسکو اگرچہ دوسرے کے ہاتھ سے ہوتے بھی دیکھ لیں تب بھی اُسکا
کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن وید کے مصنف کو روحوں کی حقیقت اور اُن کے خواص کیونکر معلوم
ہو سکیں اُس نے نہ تو آپ کوئی روح بنائی اور نہ کسی اور کاریگر کو بناتے دیکھا پس ہندوؤں
کے پرمیشر کا یہ اقرار کہ میں روح بنانے پر قادر نہیں صاف اِس دوسرے اقرار پر بھی مشتمل ہے
کہ روحوں کی اندرونی حقیقت بھی مجھے معلوم نہیں کیونکہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ
کسی چیز کی نسبت علم کامل اور وسیع اُس چیز کے بنانے پر قادر ہونے کا موجب ہے یعنی جب کسی
چیز کی حقیقت پر علم اکمل و اتم حاصل ہو جائے اور جن امور سے ایک چیز کا وجود ظہور پذیر ہے
اُن امور مخفیہ پر اطلاع کلی ہو جائے تو ساتھ ہی اُس چیز کے بنانے پر بھی قدرت حاصل ہوتی ہے
چنانچہ خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں روحوں کی مخلوقیت پر منجملہ اور دلائل کے یہ دلیل بھی
پیش کی ہے اور یہ بات بالکل صاف اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے عاجز ہونا ہمیشہ
بوجہ نقصان علم ہوا کرتا ہے جب تم ایک چیز کی نسبت پورا پورا علم حاصل کر لوگے اور اُسکے
کُنہ تک پہنچ جاؤ گے اور کوئی حجاب درمیان باقی نہیں رہیگا تو فی الفور تم اُس کے
بنانے پر قادر ہو جاؤ گے اور اگر وہ اسباب تمہیں میسر آجائینگے جو بنانے کے لئے ضروری
ہیں تو بلاشبہ وہ چیز تم اپنے ہاتھ سے بنا سکو گے ہاں جبتک تمہارے علم میں کچھ نقصان ہے

ص۱۸۲ اور ہنوز ایسے امور بھی باقی ہیں جو تمہاری نظر سے چھپے ہوئے ہیں تب تک تم اُس چیز کے بنانے پر قادر نہیں ہو سکتے سو ہندوؤں کا پرمیشر جو روحوں کو بنا نہیں سکتا تو اِس عجز اور ناتوانی کی درحقیقت یہی وجہ ہے کہ وہ علم کیفیت ارواح اور اُن کے خواص سے بالکل بے بہرہ ہے٭ سو جبکہ ہندوؤں کا پرمیشر علم روح سے آپ ہی بے بہرہ ہے تو پھر وہ دوسروں کو روح کا علم کیا سکھلائے گا مصرعہ

اوخویشتن گم است کرا رہبری کند

پس اِس سے صاف ثابت ہو گیا کہ وہ الزام عدم علم روح جو محض عناد کی روح سے ماسٹر صاحب اسلام پر اور قرآن شریف پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگاتے ہیں وہ درحقیقت ہندوؤں کے پرمیشر اور اُسکے وید پر عائد حال ہوتا ہے بلکہ خود وید نے ضمنی طور پر اُس الزام کو اپنی مصنّف کے ذمہ مان لیا ہے کیونکہ وید میں صاف اس بات کا اقرار پایا جاتا ہے کہ اُسکا فرضی پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے سے بکلّی عاجز اور مجبور ہے پس جبکہ خود وید کے اقرار سے روح غیر مخلوق
ص۱۸۳ ہوئی اور پرمیشر کی اُن میں کسی نوع سے مداخلت نہ ہوئی اور روحوں کے پیدا کرنے سے پرمیشر قطعاً عاجز ہوا تو اسی سے دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ جس کو روحوں کے پیدا کرنیکا علم یاد نہیں اُسکو روحوں کی نسبت اور دوسرا علم کیا یاد ہوگا۔ ایک چیز کا پیدا کر لینا اور اُس چیز کی حقیقت

ص۱۸۲ ٭ حاشیہ شاید کسی دل کو اسجگہ یہ وسوسہ پکڑے کہ اگر کسی شے پر پورا پورا علمی احاطہ ہونے سے وہ شے مخلوق ہو جاتی ہے تو علم حق سبحانہ تعالیٰ جو اپنی ذات سے متعلق ہے وہ بھی بہرحال کامل ہے تو کیا خدائے تعالیٰ اپنی ذات کا آپ خالق ہے یا اپنی مثل بنانے پر قادر ہے اسمیں اعتراض کے پہلے ٹکڑے کا تو یہ جواب ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے وجود کا آپ خالق ہو تو اِس سے لازم آتا ہے کہ اپنے وجود سے پہلے موجود ہو اور ظاہر ہے کہ کوئی شے اپنے وجود سے پہلے موجود نہیں ہو سکتی ورنہ تقدم الشئے علیٰ نفسہ لازم آتا ہے بلکہ خدائے تعالیٰ جو اپنی ذات کا علم کامل رکھتا ہے تو اس جگہ عالم اور علم اور معلوم ایک ہی شے ہے جس میں علیحدگی اور دوئی کی گنجائش نہیں تو پھر اِس جگہ وہ الگ چیز کونسی ہے جسکو مخلوق ٹھیرایا جائے جو ذاتی علم خدائے تعالیٰ کا جو اُسکی ذات سے تعلق رکھتا ہے دوسری چیزوں پر اُسکا قیاس نہیں کر سکتے غرض علم ذاتی باری تعالیٰ میں جو اُسکی ذات سے متعلق ہے عالم اپنے معلوم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے تا ایک خالق اور

کامل طور پر جان لینا درحقیقت لازم وملزوم پڑا ہوا ہے بلکہ اگر زیادہ تر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ انتہائے درجہ کا کامل علم اور پیدا کر لینا درحقیقت ایک ہی بات ہے۔ اس صداقت سے کوئی شائد وہ ابلہ مزاج انکار کرے جو ایک ناقص علم کو کامل سمجھ بیٹھے لیکن ایک دانا جس کا خیال اس باریک دقیقہ تک پہنچ جائے کہ کامل علم کسے کہتے ہیں اور کس حالت میں کسی علم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ کامل ہے وہ ضرور انشراح قلب سے یقین کریگا کہ ضرور علم تام اور عمل میں تلازم بلکہ اتحاد واقعہ ہے غرض یہ بات ہندوؤں کے پرمیشر کے لئے بالکل غیر ممکن ہے کہ وہ یہ
ص۱۸۳ دعویٰ کرے کہ مجھے کامل طور پر علم روح حاصل ہے اور یا کامل طور پر روح کے خواص کی سب مجھے خبر ہے بلکہ یہ دعویٰ تو سراسر قرآن شریف کے اتارنے والے کو (جو ربّ العالمین ہے) پہنچتا ہے اور اُسی کو زیبا ہے کیونکہ وہ خالق ارواح ہے اور اُس کو اپنے پیدا کردہ کی اندرونی حقیقت بخوبی معلوم ہے ؎

جس نے پیدا کیا وہی جانے　　دوسرا کیوں کر اُس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو　　نظرِ دُور کار گر کیا ہو

چونکہ درحقیقت وہ روحوں کا خالق ہے اسلئے اُس نے اپنے علم ذاتی اور تعلق خالقیت کی وجہ سے روحوں کی حقیقت اور اُن کے خواص اسقدر بیان کیئے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی ایسی کتاب نہیں کہ اس بارہ میں اُسکا مقابلہ کر سکے اور وید تو خود کچھ حقیقت نہیں رکھتا ناظرین انصافاً

بقیہ حاشیہ ایک مخلوق قرار دیا جاوے ہاں اُسکے وجود میں بجائے مخلوق کہنے کے یہ کہا چاہیئے کہ وہ وجود کسی دوسرے کی طرف سے مخلوق نہیں بلکہ ازلی ابدی طور پر اپنی طرف سے آپ ہی ظہور پذیر ہے اور خدا ہونے کے بھی یہی معنی ہیں کہ خود آیندہ ہے۔ دوسرا شکوہ اعتراض کا کہ تقریر مذکورہ بالا سے خدائے تعالیٰ کا اپنی مثل بنانے پر قادر ہونا لازم آتا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ قدرت الٰہی صرف اُن چیزوں کی طرف رجوع کرتی ہے جو اُسکی صفات ازلیہ ابدیہ کی منافی اور مخالف نہوں بیشک یہ بات تو صحیح اور ہر طرح سے مدلّل اور معقول ہے۔ کہ جس چیز کا علم خدائے تعالیٰ کو کامل ہو اُس چیز کو اگر چاہے۔
ص۱۸۴ تو پیدا بھی کر سکتا ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح اور ضروری نہیں ہے کہ جن باتوں کے کہنے پر وہ

شہادت دے سکتے ہیں کہ آیا روحوں کے علم سے بیخبر ہونا اُس کے مناسب حال ہے کیا فی الحقیقت جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں ایسے پرمیشر کے مناسب حال ہے جس نے آپ اقرار کر دیا ہے کہ میں روحوں کے بنانے سے عاجز ہوں اور اُن کے طریق پیدا کرنے سے محض بیخبر ہوں یا اُس قادر مطلق رب العالمین کے مناسب حال ہو سکتا ہے جو ذرہ ذرہ کے پیدا کرنیکا دعویٰ کرتا ہے اور ہر یک روح کا وجود اور ہر یک جان کی ہستی اپنی قدرت کاملہ کا نقش قرار دیتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ سب دانشمند یہی شہادت دینگے کہ جس کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں اُس کو غیر مخلوق چیزوں کی اندرونی حقیقت کا بھی کچھ علم نہیں بلکہ یہ علم کامل اور تام طور پر اُسی کامل القدرت کو حاصل ہے جسکو روحوں کے پیدا کرنے کی طاقت و قدرت ہے۔ پس اس بیان سے تو ہندوؤں کے پرمیشر اور اُن کے وید کی ساری حقیقت کھل گئی اور جو کچھ وید کے مصنف کی نسبت آریہ لوگ علم روح کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھانڈا یکبارگی پھوٹ گیا۔ اب بھی اگر ماسٹر صاحب کو وید کے زیادہ تر پردہ ظاہر کرانیکا شوق ہے اور نہیں چاہتے کہ اُسکے عیوب عام لوگوں سے چھپے رہیں تو جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں یہی طریق عمدہ ہے کہ اس نہایت دقیق اور لطیف بحث کے بارہ میں الگ الگ رسالے لکھے جائیں یعنی میں الگ ایک رسالہ مستقلہ علم روح کے بارے میں لکھوں اور ماسٹر صاحب الگ لکھیں اور ہم دونوں فریق جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اپنی اپنی الہامی کتابوں کی

بقیہ حاشیہ قادر ہو اُن سب باتوں کو بلا لحاظ اپنی صفات کمالیہ کے کر کے بھی دکھاوے بلکہ وہ اپنی ہر ایک قدرت کے اجرا اور نفاذ میں اپنی صفات کمالیہ کا ضرور لحاظ رکھتا ہے کہ آیا وہ امر جسکو وہ اپنی قدرت سے کرنا چاہتا ہے اُسکی صفات کاملہ سے منافی و مبائن تو نہیں مثلاً وہ قادر ہے کہ ایک بڑے پرہیز گار صالح کو دوزخ کی آگ میں جلا دے لیکن اُسکے رحم اور عدل اور مجازات کی صفت اس بات کی منافی پڑی ہوئی ہے کہ وہ ایسا کرے اسلئے وہ ایسا کام کبھی نہیں کرتا ایسا ہی اُس کی قدرت اس طرف میں رجوع نہیں کرتی کہ وہ اپنے تئیں ہلاک کرے کیونکہ یہ فعل اسکی صفت حیات ازلی ابدی کی منافی ہے پس اسی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے جیسا خدا بھی نہیں بناتا کیونکہ اسکی صفت احدیت اور بے مثل اور مانند ہونے کی جو ازلی ابدی طور پر اُس میں پائی جاتی ہے اس طرف توجہ کرنے سے اسکو روکتی

ہریک دلیل اور دعویٰ کے بیان کرنے میں پابند رہیں اور میں قسمیہ بیان کرتا ہوں کہ ماسٹر صاحب کی تحریک پر رسالۃ الروح لکھنے کو تیار اور مستعد ہوں مگر انہیں [۱۸۶] شرائط سے جو اس رسالہ میں اندراج پاچکی ہیں ماسٹر صاحب برا نہ مانیں میں سچ سچ کہتا ہوں بالکل سچ جس میں ذرا مبالغہ کی آمیزش نہیں کہ قرآن شریف نے جسقدر خوبی اور عمدگی اور صفائی اور سچائی سے روحوں کے خواص اور ان کی قوتیں اور طاقتیں اور استعدادیں اور ان کے دیگر کوائف عجیبہ بیان کیے ہیں اور پھر ان سب بیانات کا ثبوت دیا ہے وہ ایسا عالی اور باریک اور پر حکمت بیان ہے اور ایسی کامل درجہ کی وہ صداقتیں ہیں کہ اگر وید کے چاروں رشی دوبارہ جنم لیکر بھی دنیا میں آویں اور جہانتک ممکن ہو خوض اور فکر سے زور لگاویں تب بھی یہ مقام وسعت علمی اور یہ معارف عالیہ انہیں میسر نہیں آسکتے اگرچہ فکر کرتے کرتے مر ہی جاویں غذر بنانے کی کیا بات ہو اور ناراض ہونیکا کونسا محل ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آؤ وید اور قرآن کا مقابلہ کرکے دیکھ لیں۔ ان دونوں کتابوں کی طاقت علمی آزمالیں۔ دیکھو ہم محض سچائی کی راہ سے دونوں فریق میں سے اس فریق پر لعنت کرتے ہیں کہ جو اب حق پوشی کی راہ سے اس بحث سے گریز کرجائے اور ادھر ادھر کے بہانوں سے یا بیجا عذروں سے بات کو ٹالدے۔ مگر یاد رہے کہ اس بحث میں کسی دلیل یا دعویٰ میں وید کی شرتی سے باہر نہ جانا ہوگا جیسا کہ ہم بھی آیات قرآن شریف سے باہر نہ جائینگے اور یہ بھی آپ پر لازم ہوگا

بقیہ حاشیہ ہے پس ذرہ آنکھ کھول کر سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک کام کرنے سے عاجز ہونا اور بات ہے لیکن باوجود قدرت کے بلحاظ صفات کمالیہ امر منافی صفات کی طرف توجہ نہ کرنا یہ اور بات ہے۔ ہاں [ص۱۸۶] اس طرح پر وہ اپنی ذات بیمثل و مانند کا نمونہ پیدا کرتا ہے کہ اپنی ذاتی خوبیاں جن پر اس کا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات میں رکھدیتا ہے اور کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اسکو حاصل ہے ظلّی طور پر اس مخلوق کو بھی بخشدیتا ہے جیسا کہ اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ بھی ہے۔ ورفع بعضہم درجات اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم مراد [ص۱۸۷] ہیں جن کو ظلّی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے اور وہ خلافت حقّہ جسکے وجود کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے

کہ ہریک شرتی ٹھیک ٹھیک سنسکرت کی زبان میں مگر فارسی خط میں مع اُسکے لفظی ترجمہ ص۱۸۷
وپتہ ونشان کے تحریر کریں اور اُنہیں باتوں کا التزام آیات قرآنی کے بیان کرنے میں ہم پر بھی واجب ہوگا۔

قولہ۔ ایک دو خواص مرزا صاحب نے روحوں کے لکھے ہیں۔ مثلاً پوشیدہ باتوں کے دریافت کرنیکی طاقت پیدا کر لینا جس کا مرزا صاحب خود بھی دعویٰ کرتے ہیں اور آجتک کوئی نہیں دکھلایا۔

اقول۔ یہ برکات مکاشفات ومکالمہ ومخاطبہ الٰہی وغیرہ خوارق صراط مستقیم پر چلنے سے بیشک خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرماں بردار روحوں کو اصفی واجلی طور پر عطا کی جاتی ہے اور جو کچھ راقم رسالہ ہذا پر پیشگوئیاں منجانب اللہ ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے قریب سینکڑہ پیشگوئیوں کے گواہ تو خود آریہ سماج والے ہیں جو آپکے بھائی بند قادیان میں رہتے ہیں بلکہ آپ بھی تو انہیں میں داخل ہیں دلیپ سنگھ کے ابتلا کا حال جو آپنے پیش از وقوع اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں پڑھ لیا تھا اور پھر میری زبانی بھی ایک مجمع میں جسمیں کئی ہندو صاحب آپکے رفیق بھی شامل تھے سُن لیا تھا یہ تازہ ماجرا اُمید نہیں کہ اسقدر جلد تر عرصہ میں آپکو بھول گیا ہو اب آپ ذرا بیدار ہو کر دیکھیں کہ یہ پیشگوئی کیسی ہوبہو پوری ہوگئی اور دلیپ سنگھ کو قصد سفر پنجاب میں کیا کچھ غم وغصہ وتلخی ورنج اٹھانا پڑا اور کیسی وہ ناکامی سے خفیف کرکے واپس لوٹایا گیا کیا آپ حلف اُٹھا کر کہتے ہیں کہ آپکو پیش از وقوع لیکھسنگھ ص۱۸۸

بقیہ حاشیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبہ اتم واکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئے یہ بحث معارف الٰہیہ میں سے نہایت باریک بحث ہے اور ہمارے مخالفین جو ان نازک نکاتِ عرفانی سے بیگانہ اور اِس کوچہ اسرار اُلوہیت سے ناآشنا محض ہیں وہ تعجب کرینگے ص۱۸۸
کہ وہ کیونکر کروڑ ہا اور بیشمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص کو مرتبہ کاملہ خلافت تامہ حقہ کا جو ظل مرتبہ الوہیت ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ سو اگرچہ اِس بحث کے طول دینے کا یہ موقع نہیں ہے لیکن تاہم اسقدر بیان کر دینا طالب حق کے سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ عادت اللہ یا تم یوں ہی سمجھ لو کہ اُس کا قانونِ قدرت ص۱۸۹
جو اُسکی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونیکے اپنے افعال خالقیت میں

کے ابتلا کی خبر نہیں دی گئی کیا آپ قسم کھا کر بیان کرسکتے ہیں کہ آپکو جلسۂ عام میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ وہ فقرہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جسمیں لکھا ہے کہ ایک امیر نووارد پنجابی الاصل کی نسبت متوحش خبریں اُس سے مراد دلیپ سنگھ ہے ایسا ہی یہ خبر جابجا صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو جو پانسو سے کسی قدر زیادہ ہی ہونگے کئی شہروں میں پیش از وقوع بتلائی گئی تھی اور اشتہارات ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بھی دُور دُور ملکوں تک تقسیم کیئے گئے تھے پھر آخر کار جیسا کہ پیش از وقوع بیان کیا گیا اور لکھا گیا تھا وہ سب باتیں دلیپ سنگھ کی نسبت پوری ہوگئیں اور یہ پیشگوئی ایسے وقت میں یعنی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں لکھی گئی اور شہرت دیگئی کہ جب دلیپ سنگھ کے پنجاب میں بالضرور آجانے کی ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور بعض دوست اور بھائی بند اسکے اسی خیالی خوشی میں پیشوائی کے لئے بمبئی تک بھی جا پہنچے تھے سو یہ پیشگوئی کروڑہا شخصوں کے خیالات کے مخالف اور حالات موجودہ کے برعکس نکلی اور سب نے دیکھ لیا کہ کیسی ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئی اب فرمائیے آپ کا یہ کہنا کہ آجتک کوئی پیشگوئی ہم نے نہیں دیکھی جھوٹ ہے یا نہیں اسی طرح صاحب اخبار عام لاہور کی خدمت میں بھی عرض کیا جاتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے اپنے پرچہ ۲۱ جولائی ۱۸۸۶ء میں اس پیشگوئی کے انکار میں لکھا ہے اسکے
ص۱۸۹ پڑھنے سے ہمیں اُنکے تعصّب اور نافہمی پر بہت ہی افسوس آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے بہت عرصہ پہلے دلیپ سنگھ صاحب کا عزم ہندوستان کے خاص

بقیہ حاشیہ رعایت وحدت کو دوست رکھتا ہے جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہے اگر ہم اُس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اس ساری مخلوقات کو جو اُس دستِ قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسے سلسلہ وحدانی اور باترتیب
ص۱۹۰ رشتہ میں منسلک پائینگے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم محدود ہے جسکی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے اس طرح پر طرف ارتفاع طرف انخفاض اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی میرے ساتھ اتفاق رائے کرسکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دائرہ انسانیت میں بہت سی
ص۱۹۱ متفاوت اور کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے انکو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اس سے ایک ایسی خط مستقیم محدود کی صورت نکل آئیگی جو اوپر ثبت کیا گیا ہے طرف ارتفاع

وعام میں مشہور ہو چکا تھا مگر افسوس کہ انہوں نے نہیں سمجھا کہ اس مشہوری سے پیشگوئی کے مضمون کو کیا تعلق ہے بلکہ پیشگوئی کا مضمون تو صرف اس بات سے مخصوص ہے کہ دلیپ سنگھ صاحب کو قصد پنجاب میں ناکامی ہے اور اُن کی عزت یا جان یا آسائش پر اس سفر میں صدمہ پہنچے گا اب منصفین خیال کریں کہ اخبار عام لاہور کی یہ نکتہ چینی پیشگوئی پر کیا اثر پہنچا سکتی ہے اور ان کا انصاف اور فہم جو منصب اخبار نویسی کے لئے ایک ضروری شرط ہے کس درجہ کا ہے افسوس کہ بہت لوگ حسد اور عناد کے اشتعال میں پڑ کر حقیقت حال کو نہیں سوچتے جیسا کہ انہیں پیشگوئیوں کے متعلق ایک صاحب پنڈت لیکھرام نے ناحق اپنا اندرونی بخل اور ناانصافی اور ہٹ دھرمی ظاہر کرنیکے لئے جا بجا اشتہارات شائع کیئے اور اینجانب پر یہ الزام رکھا کہ گویا ہم نے کسی اشتہار میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ لڑکا موصوف بصفات جسکا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے ضرور حمل موجودہ میں ہی پیدا ہو جائیگا ہرگز اس سے تخلف نہیں کریگا وہ ظہور میں نہیں آئی حالانکہ ایسا اور ان شرائط سے کوئی اشتہار اس طرف سے شائع نہیں ہوا اور اگر ہے تو کیوں پیش نہیں کیا حقیقت حال تو یہ ہے کہ آنکھوں کی نابینائی کچھ ضرر نہیں کر سکتی بلکہ دلوں کی نابینائی جو تعصب کے بخارات سے پیدا ہوتی ہے وہی ضرر کرتی ہے یہ شخص جسکا نام ہم نے ابھی بیان کیا ہے اس نے چالیس دن تک بھی ہماری آزمائش کے لئے ہماری صحبت میں رہنا منظور نہیں کیا حالانکہ ان پنڈت صاحب

بقیہ حاشیہ کے اخیر نکتہ پر اس استعداد کا انسان ہوگا جو اپنی استعداد انسانی میں سب نوع انسان سے بڑھکر ہے اور طرف انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی جو اپنی غائت درجہ کے نقصان کی وجہ سے
حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے اور اگر سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈالکر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اور بھی ص۱۹۲
اُس سے تائید پہنچتی ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے جو ایک ذرہ ہے لیکر ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلاشبہ خدائے تعالیٰ نے اس جمادی سلسلہ میں
آفتاب کو ایک ایسا عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع میں اسکے برابر کوئی دوسرا ص۱۹۳
ایسا وجود نہیں ہے سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈالکر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے روحانی سلسلہ جو اسی ہاتھ سے نکلا ہے اور اسی عادت اللہ سے ظہور پذیر ہوا ہے خود بلاتامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی

کو تنخواہ دنیا بھی قبول کیا گیا تھا اِن صاحبوں کو بجز دشنام دہی اور بدزبانی اور آلائش کی باتوں کے
جو اِنکے اندر بھری ہوئی ہیں اور کوئی حرف صلاحیت و معقولیت یاد نہیں اگر اب بھی یہ صاحب
چالیس دن تک ہمارے پاس رہنا منظور کریں اور ہم الہامی پیشگوئیوں میں جھوٹے نکلیں تو جو ذلیل تر
سزا تجویز کی جائے اُسی کے ہم لائق ہیں ورنہ چوٹی کٹانا اور مسلمان ہونا اُنپر واجب ہوگا۔ ماسوا اسکے جو کچھ
ہمارا دعویٰ پیشگوئیوں کی نسبت ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ صرف ایک دو پیشگوئیوں سے اُس کا
ثبوت دیا جاتا ہے بلکہ اِس دعوے کے اثبات کے بارے میں عنقریب رسالہ سراج منیر بفضل خداوند
چھپکر شائع ہونیوالا ہے اور وہ تمام رسالہ الہامی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے تب سب لوگ دیکھ لینگے
کہ جو کچھ ہمارے مخالفین ہماری نسبت طرح طرح کی رائیں لگاتے ہیں اُن کی کیا اصلیت و حقیقت ہے
ہم اُس رسالہ میں **مرزا امام الدین** جو ہماری برادری میں سے ہے اور دین اسلام سے مُرتد ہے
اور اب آریہ سماج میں داخل ہوگیا ہے اُسکی نسبت بھی کئی پیشگوئیاں لکھیں گے ہم پر آج بھی جو تیسری
۱۹۱ اگست ۱۸۸۶ء ہے منجانب اللہ اُسکی نسبت معلوم ہوا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اُسکی بے راہیوں کا وبال
جلد تر اُسے درپیش ہے اور اگر یہ معمولی رنجوں میں سے کوئی رنج ہو تو اُسکو پیشگوئی کا مصداق مت
سمجھو لیکن اگر ایسا رنج پیش آیا جو کسی کے خیال گمان میں نہیں تھا تو پھر سمجھنا چاہیئے کہ یہ مصداق
پیشگوئی ہے لیکن اگر وہ باز آنیوالا ہے تو پھر بھی انجام بخیر ہوگا یا تنبیہ کے بعد راحت پیدا ہو جائیگی
اور یہ دعویٰ ہمارا بالکل صحیح اور نہایت صفائی سے ثابت ہو کہ صراط مستقیم پر چلنے سے طالبِ صادق

---

۱۹۴ **بقیہ حاشیہ** بلاتفاوت اسی طرح واقع ہے اور یہی ارتفاع اور انخفاض اُسمیں بھی موجود ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کے کام یک رنگ اور
یکساں ہیں اسلئے کہ وہ واحد ہے اور اپنے اصدار افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے پریشانی اور اختلاف اُسکے
کاموں میں راہ نہیں پا سکتا اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کام باقاعدہ
اور ایک ترتیب سے مُرتّب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔
۱۹۵ اب جبکہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پاکر بلکہ بداہت دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا کہ
اُسکے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہو بلکہ ایک
حکیمانہ ترتیب سے مُرتّب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بندھے ہوئے ہیں جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر

الہام الٰہی پا سکتا ہے کیونکہ اوّل تو اس پر تجربہ ذاتی شاہد ہے ماسوائے اسکے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے
کہ اس دنیا میں اس سے بڑھکر اور کوئی معرفت الٰہی کا اعلیٰ رتبہ نہیں ہے کہ انسان اپنے رب کریم
جلشانہ سے ہمکلام ہو جائے یہی درجہ ہے جس سے روحیں تسلّی پاتی ہیں اور سب شکوک و
شبہات دُور ہو جاتے ہیں اور اسی درجہ صافیہ پر پہنچکر انسان اُس دقیقہ معرفت کو پا لیتا ہے جس کی
تحصیل کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور درحقیقت نجات کی کنجی اور ہستی موہوم کا عقدہ کشا یہی درجہ ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے اور کھل جاتا ہے کہ خالق حقیقی کو اپنی مخلوق ضعیف سے کس درجہ قرب
واقعہ ہے اِس درجہ تک پہنچنے کی خبر ہمیں اُسی نور نے دی ہے جس کا نام قرآن ہے وہ نور صاف
عام طور پر بشارت دیتا ہے کہ الہام کا چشمہ کبھی بند نہیں ہو سکتا جب کوئی مشرق کا رہنے والا یا
۱۹۲ مغرب کا باشندہ دلی صفائی سے خدائے تعالیٰ کو ڈھونڈھیگا اور اُس سے پوری پوری صلح کریگا اور
درمیان کے حجاب اٹھائیگا تو ضرور اُسے پائیگا اور جب واقعی اور سچے اور کامل طور پر پائیگا تو
ضرور خدا اُس سے ہمکلام ہوگا۔ مگر ویدوں نے انسان کے اس درجہ تک پہنچنے سے انکار کیا
ہے اور صرف چار رشیوں تک جو ویدوں کے مصنّف ہیں (بقول آریہ سماج والوں کے) اِس درجہ
کو محدود رکھا ہے یہ ویدوں کی ایسی ہی غلطی ہے جیسے اور بڑی بڑی غلطیوں سے وہ پُر ہے
یہ بات ظاہر ہے کہ سب بنی آدم متحد الفطرت ہیں اور جو بات ایک آدمی کے لئے ممکن ہے وہ

---

۱۹۶ **بقیہ حاشیہ** - انتہائے درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق وحدت اُسے محبوب بھی ہے تو اس قانون قدرت کے
ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدائے تعالیٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرہ سے لیکر اُس وجود اعظم تک
یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھکر اور کوئی جسم جمادی نہیں
ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ہوگا جسکا وجود خط مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو
۱۹۷ اب تفتیش اس بات کی کہ وہ انسان کامل جسکو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کون ہے اور اُس کا
کیا نام ہے یہ ایسا کام نہیں ہے جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے کیونکہ بجز خدائے تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو
حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کروڑہا اور بیشمار بندوں کو نظر کے
سامنے رکھ کر اور اُن کی روحانی طاقتوں اور قوتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلا دے

سب کے لئے ممکن ہے اور جو قرب و معرفت ایک فرد بشر کے لئے جائز ہے وہ سب کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ سب اصل طینت میں ایک ہی جوہر سے ہیں ہاں کمالات میں کمی بیشی ہے مگر جنس کمالات میں سرے سے جواب تو نہیں اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ اس میں تحصیل کمالاتِ انسانی کی ایک ذرہ بھی استعداد نہ ہو تو وہ خود انسان ہی نہیں ہو سکتا غرض تھوڑے بہت کا تو انسانی استعدادوں میں فرق ضرور ہوتا ہے مگر انسان ہو کر یک لخت فقدان استعداد نہیں ہو سکتا بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ایشر کو ویدوں کے اُتارنے سے مقصد اور علّت غائی کیا ہے اگر یہ مقصد ہے کہ تا لوگ ویدوں کو پڑھ کر اور اُن کے ٹھیک ٹھیک پابند ہو کر اپنے کمال مطلوب تک پہنچ جائے تو پھر اُس کمال تک پہنچنے کا راہ کیوں آپ ہی بند کرتا ہے اگر اُن رشیوں کا وجود جن پر وید نازل ہوئے تھے بطور نمونہ کے نہیں تھا کہ تا لوگ اُسی نمونہ

۱۹۳ کے موافق ویدوں پر چلنے سے اپنے وجودوں کو بنا لیں تو ایسے رشیوں کے بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہ بات ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کی کتابیں اور خدائے تعالیٰ کے نبی اسی غرض اور مدعا سے آیا کرتے ہیں کہ تا وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نمونہ کی طرح ہو کر اُن کو یہ ترغیب و تحریک دیں کہ جو شخص اُن کے نقشِ قدم پر چلے اور اُنکے طریق میں محو ہو جائے وہ آخر انہیں کا روپ ہو جائیگا اور انہیں کے رنگ میں آجائیگا لیکن اگر ہندوؤں کے پرمیشر نے ایسا ارادہ ہی نہیں کیا کہ اُن چار رشیوں کے رنگ سے جو نمونہ کے طور پر بھیجے گئے تھے کوئی طالب حق رنگین ہو جائے تو پھر

بقیہ حاشیہ۔ بلاشبہ عقلی طور پر کسی کو اسجگہ دم مارنے کی جگہ نہیں ہے ہاں ایسے بلند اور عمیق دریافت

۱۹۸ کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں جن میں خود خدائے تعالیٰ نے پیش از ظہور بلکہ ہزارہا برس پہلے اس انسان کامل کا پتہ و نشان بیان کر دیا ہے پس جس شخص کے دل کو خدائے تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دیگا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے اور ان پیشگوئیوں پر غور کرے کہ بائیبل میں درج ہیں تو اُسے ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے اور جو دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرۃ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کام اُن کے پرمیشر کا سراسر بیہودہ اور فضول ہوگا اس جگہ اس سوال کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کہ اگر ہندوؤں کے پرمیشر نے ویدوں کو تکمیل نفوس ناقصہ کے لئے بھیجا تھا تو ویدوں نے نازل ہو کر کسقدر خلقت کو کمال کے درجہ تک پہنچایا ہے کیونکہ اِس بارہ میں ہندو لوگ آپ ہی قائل ہیں کہ کسی شخص کو ویدوں نے مرتبۂ کمال تک نہیں پہنچایا ظاہر ہے کہ کیفیت و حقیقت کمال کی ہندوؤں کے پرمیشر کے نزدیک بھی وہی ہے جس کا نمونہ اُس نے ویدوں کے رشیوں میں قائم کیا تھا اور وہ یہی ہے کہ بزعم آریہ لوگوں کے اُن رشیوں کو الہام الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا اب جبکہ کمال معرفت کی حقیقت یہ ٹھیری اور دوسری طرف اُن کے پرمیشر نے یہ بھی صاف صاف سُنا دیا کہ کوئی شخص
ص۱۹۷ ابدالآباد تک بجز چار رشیوں کے ص۱۹۷ الہام نہیں پا سکتا تو یہ عجیب اوباشانہ کارروائی ہے بھلا اگر کوئی اُن چار رشیوں کی پیروی سے اُن کا رنگ و بُو حاصل نہیں کر سکتا تو پھر ایک عقلمند ویدوں کے ماننے اور اُن پر عمل کرنے میں کیوں ناحق کی ٹکریں مارے یہ کس قسم کی رندانہ حرکت ہے جو ہندوؤں کے پرمیشر سے ظہور میں آئی کہ اوّل چار رشیوں کو نمونہ کے طور پر بھیجا تا لوگ اُس نمونہ کے موافق چل کر اُن رشیوں کے ہمرنگ ہو جائیں اور وہی نعمت حاصل کریں جو اُن کو دی گئی تھی اور پھر دوسری طرف یہ بھی سُنا دیا کہ یہ بات ہرگز ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اُن رشیوں کے رنگ میں آکر الہام پانیکا لائق ٹھیر جائے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر وید کمال مطلوب تک کسی کو نہیں پہنچا سکتے تو پھر اُن کا بھیجا جانا بالکل عبث اور بیہودہ ہوا اور بجز اِس بد اثر کے کہ کروڑہا آدمیوں کو اُنکی پُر شرک تعلیم نے مشرک بنا دیا اور کونسا نیک ثمرہ ہے جو اُنکے آنے سے مترتب ہوا اور وہ چار آدمی جن پر آریوں کے خیال میں وید نازل ہوئے وہ بھی درحقیقت

ص۱۹۹ بقیہ حاشیہ ✻ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کامل ص۱۹۹ خدائے تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔ خدائے تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز نہیں پیدا کرتا کہ یہ بات اُسکی صفت احدیت کے مخالف ہے ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے اور جس طرح ایک مُصفّا اور وسیع شیشہ میں صاحب رویت کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں سو خدائے تعالیٰ کا اِس طرح پر اپنی مثل قائم کرنا معترضین کی تسلّی کے لئے کافی ہے اِس جگہ واضح رہے کہ اس انتہائی کمال کے وجود باجود کو
ص۲۰۰ خدائے تعالیٰ کی کتابوں میں مظہر تام الوہیت قرار دیا گیا ہے اور چونکہ ص۲۰۰ اِس مطلب کو کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنا موجب

ویدوں کے ممنون احسان نہیں ہو سکتے بلکہ وہ بقول آریہ لوگوں کے کسی پہلے جنم کے اعمال کے باعث الہام پانے کے لائق ٹھہر گئے تھے۔

قولہ۔ باقی دوسری صفات کا ذکر بیشک وہ جیو میں بیج کی طرح موجود ہیں جو بغیر خدائے تعالیٰ کی کاریگریوں کے (جن کا مرزا صاحب جوڑنا جاڑنا نام رکھتے ہیں) بالکل [۱۹۵] نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اقول۔ میں کہتا ہوں کہ جو خاصیتیں اور قوتیں باقرار ماسٹر صاحب روحوں میں ضرور موجود ہیں گو بزعم ان کے بیج کی طرح ہی سہی مگر وہ موجود ہو کر معدوم کے برابر کیوں ہیں اسکی وجہ بھی تو کوئی بیان کی ہوتی کیا وہ قوتیں اور خاصیتیں روحوں میں بیفائدہ طور پر ہیں جن کے وجود سے پرمیشر کو جوڑنے جاڑنے کے وقت کچھ مدد نہیں ملی ظاہر ہے کہ پرمیشر کو ان خاصیتوں اور عجیب قوتوں سے جوڑنے جاڑنے کے وقت بڑی بھاری مدد ملی جس سے پرمیشر کا نام رکھ لیا اور اس کا پرمیشر پن ثابت کر دکھایا اور اگر وہ خاصیتیں روحوں میں نہ ہوتیں تو بتلاؤ کہ پرمیشر کیا کر سکتا تھا کونسی روحانی خاصیت اپنے گھر سے لاتا اور کیونکر ایک بیجان جسم کو ایک زندہ انسان بنا کر دکھلاتا بھلا ننگی نہاتی کیا اور نچوڑتی کیا۔ یہ تو روحوں کا اسپر سراسر احسان ہے جو بنے بنائے اور گھڑے گھڑائے مع تمام اپنی عجیب خاصیتوں اور قوتوں کے اسکے ہاتھ آ گئے قسمت اچھی تھی مفت کا نام ہو گیا پرمیشر بن بیٹھا ورنہ غور کرنیوالی عقلوں پر ظاہر ہے کہ جوڑنا جاڑنا بغیر ان عجیب خواص اور طاقتوں کے جو روحوں اور مادوں میں پائی جاتی ہیں کچھ چیز نہیں ہیں بلکہ اگر وہ خواص روحوں اور مادوں میں پائے نہ جاویں تو ممکن ہی نہیں کہ ہندوؤں کے پرمیشر سے جوڑنے جاڑنے کا کام بھی انجام پذیر ہو سکے [۱۹۶] مثلاً اگر جسموں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ایک اتصالی قوت صفحہ ۱۹۶

بقیہ حاشیہ افادۂ طالبین ہے اس لئے ہم کسی قدر اور تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اوّل ہم بیان کر چکے ہیں کہ صاحب انتہائے کمال کا جس کا وجود سلسلہ خط خالقیّت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقع ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے مقابل پر وہ خسیس وجود جو انتہائے نقطہ انخفاض پر واقعہ ہے اسی کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں لیکن اس سلسلہ خط خالقیّت پر نظر ڈالکر اسقدر تو [۲۰۱] عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے کہ جیسے صفحہ ۲۰۱
سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود غیر مجسم ہے جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا اسی طرح

نہ پائی جائے جس کو قوّت کشش اتصال کہتے ہیں تو ہندوؤں کے پرمیشر کو ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ کم سے کم دو ذرّوں میں بھی پیوند کر کے دکھلاوے اسی طرح جوڑنے جاڑنے میں روحانی خواص نمایاں ہوتے ہیں اُن میں بھی ہندوؤں کے پرمیشر کی ہرگز مجال نہیں ہے کہ بغیر حمایت و مدد روحوں اور اُن کی عجیب خاصیتوں اور صفتوں کے جنکو ماسٹر صاحب بیج کی طرح خیال کرتے ہیں کوئی صنعت بنا کر دکھلا سکے۔ یہ بات تو نہایت درجہ پرظاہر ہے کہ ایسے پرمیشر کی جسنے نہ روحوں اور نہ اُن کے خواص کو پیدا کیا اور نہ ذرات اجسام اور اُنکی خاصیتوں کو خلعت وجود بخشا صرف جوڑنے جاڑنے میں کچھ بھی ہنگ پھٹکری خرچ نہیں آتی بلکہ خواص پہلے ہی جُدا جُدا چیزوں میں کچھ پوشیدہ ہوتے وہ باہم روح اور جسم کے ملنے سے خود بخود نمایاں طور پر نظر آجاتے ہیں کیونکہ اُنمیں پہلے ہی سے یہ خاصیت چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ باہم ملنے سے خواہ نخواہ اُنکا ظہور ہوجاتا ہے جیسے دنیا کی لاکھوں چیزوں میں یہی خاصہ پایا جاتا ہے کہ اُن کے باہمی امتزاج اور اختلاط سے ایک عجیب قسم کا خاصہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جو الگ الگ ہونیکی حالت میں مخفی و محجوب ہوتا ہے سو یہ بات ہرگز نہیں کہ جو شخص اُن دو چیزوں کو باہم ملاتا ہے وہ اپنے گھر سے ایک خاصہ لاکر اُن میں ڈالدیتا ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے وہ دونوں چیزیں الگ الگ طور پر وہ خاصہ اپنے اندر
ص۱۹۷ رکھتے ہیں جو اُن کے اکٹھے ہوجانے سے صفحہ ۱۹۷ وہ ظاہر ہوجاتا ہے مثلاً گھی اور شہد اور سوہاگہ میں یہ خاصیت ہے کہ اِن تینوں کے ملانے سے یہ خاصہ پیدا ہوجاتا ہے کہ اگر کسی کُشتہ زر یا نقرہ

بقیّہ حاشیہ اس کے مقابل پر ذو العقول میں انتہائی نقطہ انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضرور چاہیئے اسی وجہ سے ہر یک انسان کے دل میں باطنی طور پر بھی دونوں وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کا پاک اثر بجذبات قدسیہ توجہات باطنیہ
ص۲۰۲ ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے صفحہ ۲۰۲ جسقدر کوئی اُس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے اُسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اسکے دل میں پھیلتی ہے یہاں تک کہ وہ اسی کے رنگ میں آجاتا ہے اور ظلّی طور پر اُن سب کمالات کو پالیتا ہے جو اُسکو حاصل ہیں اور وجود شر انگیز ہے یعنی وجود شیطان

وغیرہ کو جو بالکل خاکستر و خاک ہوگیا ہو اُس میں رکھ کر بوتہ میں آگ دی جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے یعنی اپنی اصلی صورت سونا چاندی یا جو کچھ ہو قبول کر لیتا ہے پس یہ خاصیت جو ان تینوں جزوں کی ترکیب سے کُشتہ کے زندہ کرنے کے لئے پیدا ہو جاتی ہے یہ ایسی خاصیت ہے کہ خواہ ہندوؤں کا پرمیشر ان تینوں چیزوں کو باہم ملا دے اور خواہ ایک دس برس کا بچہ انکو باہم مخلوط کرے دونوں کے ہاتھوں سے یہ خاصیت پیدا ہوگی یہ نہیں کہ ضرور پرمیشر کے ہاتھ سے ہی پیدا ہو اور دوسرے کسی شخص کے ہاتھ سے پیدا نہ ہو سکے۔ روحوں میں بہت سے خواص اور عجیب طاقتیں اور استعدادیں پائی جاتی ہیں جن کو قرآن شریف نے استیفا سے ذکر کیا ہے مثلاً اُن میں چند قوتیں اور استعدادیں یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:-

(۱) علوم اور معارف کی طرف شائق ہونیکی ایک قوّت۔

(۲) علوم کو حاصل کرنے کی ایک قوّت

صـ ۱۹۸ (۳) صـ ۱۹۸ علوم حاصل کردہ کے محفوظ رکھنے کی ایک قوّت

(۴) محبّت الٰہی کی ایک قوّت

(۵) لذّت وصال الٰہی اُٹھانیکی ایک قوّت

(۶) مکاشفات کی ایک قوّت

(۷) مؤثر اور متاثر ہونیکے یا یوں کہو کہ باہم عامل اور معمول ہونیکی ایک قوّت

بقیہ حاشیہ صلہ جس کا مقام ذوالعقول کے دو قسم میں انتہائی نقطہ انخفاض میں واقع ہے اسکا اثر ہر کمینہ دل کو جو اُس سے کچھ نسبت رکھتا ہے شرک کی طرف کھینچتا ہے جسقدر کوئی اُس سے مناسبت پیدا کرتا ہے اُسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اسکو سوجھتے ہیں یہاں تک کہ جسکو مناسبت تام ہو جاتی ہے وہ اُسی کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا
صـ ۲۰۳ شیطان ہو جاتا ہے۔ اور صـ ۲۰۳ ظلّی طور پر اُن سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں اور وجود خیر مجسم جسکا نفسی نقطہ انتہائے درجہ کمال ارتفاع پر واقعہ ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکا مقام معراج خارجی جو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے

(۸) تعلق اجسام قبول کرنیکی ایک قوّت

(۹) تخلق باخلاق اللہ کی ایک قوّت

(۱۰) مورد الہام الٰہی ہونیکی ایک قوّت

(۱۱) بسطی و قبضی حالت پیدا ہونیکی ایک قوّت

(۱۲) معارف غیر متناہیہ کے قبول کرنے کی ایک قوّت

(۱۳) رنگین برنگ تجلّی الوہیّت ہونیکی ایک قوّت

(۱۴) عقلی قوّت جس سے امتیاز حُسن و قبح اُن پر ظاہر ہوتا ہے

(۱۵) القائے اثر و قبول اثر کی ایک قوّت بمقابلہ اپنے اجسام متعلقہ کے

(۱۶) اقرار بوجود خالق حقیقی کی ایک قوّت ۱۹۹

(۱۷) اجسام کے ساتھ اور اُن کے اشکال خاصّہ کے ساتھ ملکر بعض نئے خواص کے ظاہر کرنے کی قوّت

(۱۸) ایک قوّت کشش باہمی جسکو مقناطیسی قوّت کہنا چاہیئے۔

(۱۹) ابدی طور پر قائم رہنے کی ایک قوّت

(۲۰) جسم مفارق کی خاک سے ایک خاص تعلق رکھنے کی قوّت جو کشفی طور پر ارباب کشف قبور پر ظاہر ہوتی ہے۔

ایسا ہی اور بھی بہت سی ایسی قوّتیں ہیں جن کا مفصل بیان نہایت لطافت اور خوبی سے قرآن شریف میں مندرج ہے اور ہم کو اگر شرحی رسالہ کے لکھنے کا موقعہ ملا تو ہم اُن سب قوّتوں

بقیہ حاشیہ۔ یہ درحقیقت اُسی انتہائی درجہ کمال ارتفاع کی طرف اشارہ ہے جو اُس وجود باجود کو حاصل ہے گویا جو کچھ اُس وجود غیر مجسّم کو عالم قضاء و قدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں مشہود و محسوس طور پر دکھایا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ۲۰۴
اُس نبی کریمؐ کی شان نصیح کے بارہ میں فرماتا ہے ورفع بعضھم درجات پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حاصل ہے اور یہ باوجود جو غیر مجسّم ہے مقرّبین کی تین قسموں سے اعلیٰ و اکمل ہے جو الوہیّت کا مظہر اتم کہلاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ قرب الٰہی کی تین قسمیں تین قسم کی تشبیہ پر موقوف ہیں جنکی تفصیل سے مراتب ثلاثہ قرب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اوّل قسم قرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین اٰمنوا ۲۰۵

اور روحانی خواص کو بحوالہ آیات بیّنات قرآنی معقول اور مفصل اور مدلل طور پر اُسی رسالہ میں
جو وید اور قرآن کے موازنہ کی غرض سے ہوگا درج کرینگے اب اسجگہ ہم مکرر یہ ظاہر کرنا چاہتے
ہیں کہ ماسٹر صاحب کا یہ بیان کہ یہ سب قوتیں روحوں میں بیج کی طرح موجود ہیں اور جب تک جسم کا
روح کے ساتھ تعلق نہ ہو تب تک اِن صفحہ ۲۰ کا عدم و وجود برابر ہے اِس بیان میں ماسٹر صاحب نے صفحہ ۲۰۰
بڑا دھوکا کھایا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ روحوں اور جسموں کے ملنے کے بعد روحانی اور
جسمانی خاصیتیں وجود انسان میں چمکتی ہیں وہ گویا اُن کے پرمیشر کی کاریگری سے ظہور پذیر ہوتی
ہیں حالانکہ یہ خیال بالکل غلط اور نامعقول ہے جو موٹی سمجھ سے پیدا ہوا ہے بلکہ اصل بات تو وہی
ہے جسکو ہم پہلے تحریر کرچکے ہیں کہ جو مخفی طور پر روحوں اور جسموں میں الگ الگ خواص پائے جاتے
ہیں وہی باہم ترکیب اور امتزاج سے نمایاں ہوجاتے ہیں اور حالت تعلق جسم و روح تک قائم رہتی
ہیں یہ بات فی الحقیقت سچ اور راست راست ہے جسکو مَیں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جو خواص بعد ترکیب اور
تعلق ارواح و اجسام ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ سب خواص نہ مجرد اجسام سے کھلے کھلے طور پر مترتب
ہوسکتے ہیں نہ مجرد ارواح سے بلکہ اُن کا ظہور و بروز کامل طور پر اجسام اور ارواح کے باہمی تعلق پر
موقوف ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مَیں اِس رسالہ میں اس سے پہلے تحریر کر آیا ہوں کہ ارواح کو
اپنی سعادت تامہ تک پہنچنے کے لئے عالم آخرت میں کوئی ابدی جسم ملنا ضروری ہے تا اُس تعلق
جسم کی وجہ سے وہ خواص کامل طور پر ظاہر ہو جائیں کہ جو مجرّد روحوں میں بدیں صفائی و کمال ظاہر

بقیہ حاشیہ۔ اشد حبًّا للّٰہ یعنی مومن جن کو دوسرے لفظوں میں بندۂ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں سب
چیز سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسے ایک نوکر با اخلاص با صفا
و باوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات متکاثرہ و کمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اسقدر محبت و اخلاص
و یکرنگی میں ترقی کرجاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کے جو صفحہ ۲۰ اُسکے دل میں پیدا ہوجاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق صفحہ ۲۰۶
ہوجاتا ہے اور اُسکی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہے۔
اسی طرح بندۂ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنی وہ بھی اپنے خلوص اور صدق و صفا میں ترقی کرتا
کرتا اُس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلّی محو و فنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں مِل جاتا ہے۔

ص۲۰۱ نہیں ظاہر ہو سکتی مگر افسوس کہ اِس ابدی تعلق جسم و روح کو وید نہیں مانتا اور صرف روح کو جیسا ہیں بقول ماسٹر صاحب بجز تعلق جسم کوئی روحی خاصہ نمایاں طور پر جلوہ پذیر نہیں ہو سکتا لذات کاملہ نجات* و وصال الٰہی کے اُٹھانے کے لئے کافی سمجھتا ہے حالانکہ ابھی بیچارہ ماسٹر صاحب اقرار کر چکا ہے کہ روحانی صفات بجز تعلق موجودہ جسم کے کسی قسم کی کمالیت ظاہر نہیں کر سکتیں اب وید کو کون سمجھاوے اور دیانند کی روح تک اِس خبر کو کون پہنچا دے تا وہ ماسٹر صاحب سے سبق لیکر اپنے وید بھاش کی غلطیوں کو درست کر دیں۔

میں نے پہلے سے اسی رسالہ میں درج کر دیا ہے کہ جو جو صفات خداوند کریم جل شانہ نے ارواح میں رکھے ہیں یا جو جو خاصیتیں ذرات اجسام میں مودع کی ہیں وہ اگرچہ بجائے خود الگ الگ بھی ثابت و متحقق ہیں مگر اُن کا ظہور بیّن اُسوقت ہوتا ہے اور اُن کے فوائد اُسوقت بطور اتم و اکمل کُھلتے ہیں جسوقت جسم اور روح کا باہم تعلق ہوتا ہے اِسکی مثال بھی اُسی پہلے موقعہ میں میں نے یہ دی تھی کہ جیسے تصویر کو آئینہ میں رکھتے ہیں تصویر کا رنگ و رُوپ زیادہ تر نظر آجاتا ہے یہ بات ص۲۰۲ ہرگز نہیں ہے کہ آئینہ تصویر میں کوئی نقش بڑھا کر دکھا دیتا ہے بلکہ نقوش تو وہی ہوتے ہیں جو ہیں مگر انکا آئینہ جسم اور جسمی شکلیں ہیں اور جو خواص ذرات اجسام میں ہیں اُن کا آئینہ ترکیب جسمی اور وہ روحیں ہیں جو اُنکے ساتھ تعلق پکڑتی ہیں اور در حقیقت اِن چیزوں کا باہم آئینہ کا کام دینا یہ بھی ایک فطرتی خاصہ ہے اور اگر خدائے تعالیٰ ارواح اور ذرات اور اجسام کا خالق نہیں تو اُسکو اِس

صرف البتہ آئینہ میں یہ وہ باریک نقوش صاف طور پر نظر آجاتے ہیں جو ایسا ہی جو خواص ... بھی نہیں

بقیہ* حاشیہ* آنجا کہ محبتے نمک میریزد + ہر پردہ کہ بود از میان برخیزد + این نفس دنی کہ صد ہزارش دیدست خاموش شود چو عشق شور انگیزد + چون رنگ خودی رود کسیر از عشق ۔ یابش ز کرم برنگ خویش آمیزد +

ص۲۰۷ سو ایسا خادم جو ہمرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر اُن سب باتوں سے متنفر ہو جاتا ہے جو اُسکے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہیں وہ نافرمانی کو اِس جہت سے نہیں چھوڑتا کہ اُسپر سزا مترتب ہو گی اور تعمیل حکم اِسوجہ سے نہیں کرتا کہ اُس سے انعام ملیگا اور کوئی قول یا فعل اُسکا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہیں ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اُسکی سرشت میں رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے اور بے اختیار اُسی کی طرف اور اُسکی مرضیات کی طرف کھنچا جاتا ہے وہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر

خاصہ کے پیدا کرنے میں ذرا دخل نہیں کیونکہ خواص اشیاء کے تو خواہ نخواہ اپنے موقعہ پر ظہور میں آجاتے ہیں اور درحقیقت یہ خاصہ بھی انہیں خواص ارواح و اجسام میں سے ہے جن کو آریہ لوگ غیر مخلوق اور انادی کہتے ہیں لیکن اب ماسٹر صاحب اپنے پرمیشر کی پردہ پوشی کے لئے اُس پر یہ احسان کرنا چاہتے ہیں کہ تا اس خاصہ کی پیدائش اُسکی طرف منسوب کی جائے سو یہ کسی طرح منسوب نہیں ہوسکتی۔ پنڈت دیانند صاحب اپنے وید بھاش اور ستیارتھ پرکاش میں صاف اقرار کر چکے ہیں کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی جو ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں وہ پیچھے سے کبھی نہیں ہوسکتا

٢٠٣ سو اگر یہ خاصہ پہلے الگ الگ دو چیزوں میں مخفی طور پر موجود نہیں تھا تو پھر ~~یہیں~~ کہاں سے آگیا دنیا میں صدہا صورتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ اوّل دو چیزوں میں کوئی خاصیت چھپی ہوئی موجود ہوتی ہے اور پھر اُن دونوں چیزوں کے باہم ملا دینے سے وہی خاصیت بڑی تیزی اور شوخی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ دو دواؤں کی ترکیب سے ایک نئی مزاج اور خاصہ کی دوا نکل آتی ہے مگر درحقیقت وہ مزاج اور خاصہ کچھ نیا نہیں ہوتا بلکہ اُن دونوں دواؤں میں الگ الگ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ ایسا ہی دو رنگوں کے ملانے سے ایک نیا رنگ نکل آتا ہے مگر وہ درحقیقت نیا نہیں ہوتا بلکہ اُن دونوں رنگوں میں اُس حالت علیحدگی میں چھپا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی دو مختلف مزہ کے طعام کو ملا کر تیسرا مزہ جو نیا دکھائی دیتا ہے نکل آتا ہے مگر وہ بھی درحقیقت

بقیہ حاشیہ دوسری گال کا پھیرنا خواہ نخواہ واجب نہیں جانتا اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اُسکو لابداً ضرور معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے یک رنگ دل سے فتویٰ پوچھتا ہے جو اُسوقت خاص

٢٠٥ میں اُسکے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے اور اس بات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے میں زیادہ ترخیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری تعالیٰ جلشانہ ہے آیا عفو میں یا انتقام میں سو جو عمل موجودہ حالت کے لئے قرین بصواب ہو اُسی کو بروئے کار لاتا ہے اسی طرح اُسکی بخشش اور عطا بھی سخاوت جمیلہ کے تقاضا سے نہیں ہوتی بلکہ اطاعت کامل کی وجہ سے ہوتی ہے اور اُسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ میں خوب سوچ لیتا ہے کہ کیا اس وقت اس طرز کی سخاوت یا ایسے شخص پر احسان و مروت منشاء مرضی مولیٰ ہوسکتی ہے اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہیں کرتا

نیا نہیں ہوتا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر انہیں اجزاء متفرقہ و خواص متفرقہ کو ملا کر کوئی مشترک خاصہ پیدا کرنا جو حقیقت میں پہلے ہی مخفی تھا پرمیشر ہونے کی نشانی ہے تو پھر آریہ لوگ انگریزوں اور دوسرے یوروپ کے صناع لوگوں کو کیوں سجدہ نہیں کرتے اور انکو اپنا ایشور کیوں نہیں سمجھتے کیا ان لوگوں کے کام ایسے پرمیشر کے مشابہ نہیں ہیں۔ کیا ان لوگوں نے بھی ہندوؤں کے پرمیشر کی طرح خواص متفرقہ
صفحہ ۲۰۴ اشیاء عالم پر اطلاع پا کر صدہا صنعتیں نہیں نکالیں بلاشبہ نکالی ہیں اور اب تک ہر یک پیشہ و کارخانہ کے متعلق ہزارہا جدید صنعتیں نکالتے جاتے ہیں سو اگر ہندوؤں کے پرمیشر کا بھی اتنا ہی کام ہے کہ علم خواص اشیاء حاصل کر کے طرح طرح کی صنعتیں بمنصہ ظہور لاوے تو پھر ان لوگوں اور ایسے پرمیشر میں صرف کمی بیشی علم کا فرق ہوگا اگر ان لوگوں کو وہ اعلیٰ قسم کا علم معلوم ہو جائے تو یہ بھی ایک طور سے پرمیشر بن جائیں گے۔

قولہ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خود بخود ہونے والا کام پرمیشر کے کاموں سے بڑھ کر ہے تو اگر ایسا ہوا تو پرمیشر کی اسمیں کونسی ہتک ہوئی۔

اقول۔ سچ ہے آپکے پرمیشر کی عزت بڑی پکی ہے کسی قسم کی ہتک سے دور نہیں ہو سکتی یہ ہمیں آج ہی معلوم ہوا کہ آپکا پرمیشر اس قسم کی درویشانہ سیرت رکھتا ہے کہ اگرچہ کروڑہا چیزیں اسکے کاموں اور صنعتوں سے بڑھ چڑھ کر ہوں تب بھی اسکو اپنی کسر شان کی کچھ پروا نہیں یہ خوب پرمیشر ہے اور آپ لوگوں کا دید بھی خوب ہے وید و دیا اور اس کا گیان بھی جس پر اتنا ناز تھا خوب ہی نکلا ہزار ہاتھ کنواں کھودا آخر
صفحہ ۲۰۵ چشمہ آب کی جگہ ایک مری ہوئی مینڈک نکلی اگر پرمیشر اسی حیثیت اور کرتوت کا مالک ہے تو پھر کسی کو

صفحہ ۲۰۹ **بقیہ حاشیہ** اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتا غرض احمقانہ تقلید سے وہ کوئی کلام ہی نہیں کرتا بلکہ سچی اور کامل محبت کی وجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہو جاتا ہے اور یک رنگی اور اتحاد کی روشنی جو اسکے دل میں ہے وہ ہر ایک تازہ وقت میں تازہ طور پر اسکو سمجھا دیتی ہے جو اس خاص وقت میں کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہیئے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے مطابق ہو اور چونکہ اس کو اپنے منعم حقیقی سے ایک تعلق ذاتی پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اطاعت اور فرمانبرداری اسکے سر پر کوئی آزار رساں بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وہ فرمانبرداری اسکے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے

کیا مصیبت پڑی ہے کہ خواہ نخواہ اسکے لئے تکلیفیں اُٹھاوے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہتک ایک ایسا لفظ ہے جس کا اثر اُسکے دل پر ضرور ہوتا ہے جسکو کچھ شرم و غیرت بھی ہو سو اگر آپ کے پرمیشر میں کچھ شرم اور غیرت ہوتی تو اِس سے زیادہ ہتک ہوئیگی اور کیا بات تھی کہ جن کاموں کے کرنے پر وہ فخر کرتا ہے اور اپنے پرمیشر ہونیکی اُنہیں دلیل ٹھیراتا ہے یعنی جوڑنا جاڑنا اُن کاموں کی نسبت دوسرے کام جو خود بخود دبغیر دست اندازی پرمیشر کے تسلیم کئے گئے ہیں ایسے اعلیٰ درجہ کے نکلے کہ پرمیشر کے کاموں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں پس اِس صورت میں اگر پرمیشر کی ہتک نہیں ہوئی تو کیا اس سے عزت ہوگئی اور اگر یہ باتیں پرمیشر کی کسر شان کا موجب نہیں ہیں تو کیا اُسکی عظمت اور جلال ظاہر ہونے کا باعث ہیں سوچنا چاہیئے کہ جس حالت میں تمام عجیب کام اور بے نظیر قدرتیں اور رنگا رنگ کے خواص خود بخود ہوئے تو کیا مجرّد جوڑنے جاڑنے سے ایک بڑا درجہ پرمیشر ہونیکا ایسے ضعیف اور کمزور کو مل سکتا ہے بلکہ اگر غور کرو اور کچھ خدا داد عقل کو کام میں لاؤ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جوڑنا جاڑنا درحقیقت ارواح اور اجسام کے پیدا کرنیکی فرع ہے یعنی

صفحہ ۲۰۶ جوڑنا جاڑنا بھی اُسی قادر مطلق کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا ہے اور جو عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہو اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیں کہ ایک ایسے کمزور اور نکمّے کے ہاتھ سے جوڑنا جاڑنا ممکن ہے جس نے نہ کسی روح کو پیدا کیا اور نہ کسی مادہ کو اور نہ وہ صدہا خواص اور طاقتیں اور استعدادیں جو روحوں اور مادوں میں پائی جاتی ہیں اُس کی پیدا کردہ ہیں تو پھر مجرّد جوڑنا جاڑنا اُسکو قابل تعریف

صفحہ ۲۱۰ **بقیّہ حاشیہ** جو بالطبع مرغوب اور بلا تصنع و تکلف اُس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسی اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اسکے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت و سیرت اسکی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اُسکو پیاری ہے سو یہ مقام اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے سینے محبّت غیر سے بالکل منزّہ و صاف ہو جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈھنے کے لئے ہر ایک وقت جان قربان کرنیکو تیار رہتے ہیں ؎

سینہ مے باید تہی از غیر یار ۔ دل ہمی باید پُر از یادِ نگار ۔ جاں ہمے باید براہِ او فدا ۔ سر ہمی باید بپائے او نثار ۔
ہیچ دانی چیست دینِ عاشقاں ۔ گویمت گر بشنوی عشاق وار ۔ از ہمہ عالم فرو بستن نظر ۔ لوحِ دل شستن زغیرِ دوستدار ۔

بنا نہیں سکتا بلکہ یہ سب تعریفیں روحوں اور ذرات اجسام کی طرف عائد ہونگی اور اِس صورت میں پرمیشر پر لازم و واجب ہوگا کہ روحوں اور مادوں کا شکر گذار اور ثنا خوان ہو جنہوں نے مفت میں اُس کو نیک نامی دلائی گھی سنوارے سالنا بڑی بہو کا نانوٴ۔

قولہ ۔ پرمیشر کی اس صورت میں ہتک ہوتی کہ جب اُس سے زیادہ ترکاریگر پیش کیا جاتا۔

اقول ۔ لو صاحب! اب تو آپ کے پرمیشر کی آپ ہی کے مُنہ سے ہتک ثابت ہوگئی کیونکہ آپ کے خیالی اور وہمی اور فرضی پرمیشر سے اور زیادہ ترکاریگر نکل آیا جسکے وجود کے سامنے آپ کے وہمی پرمیشر کا وجود حقیقت میں معدوم اور بے نشان ہے کیونکہ آپ کا پرمیشر تو بوجہ اپنی کمزوری اور ناطاقتی اور ناداری اور لاچاری کے آریہ دیس میں چھپا ہوا بیٹھا تھا اور انہیں لوگوں سے اپنے کلام کا ٹھیکہ دے رکھا تھا اور باہر قدم رکھنے سے ڈرتا تھا اور اپنے مُنہ سے قائل تھا کہ میں اپنی ذات سے کچھ نہیں کرسکتا دوسروں کے سہارے سے میرا کام چل رہا ہے سو آریہ لوگ اِسی فرضی پرمیشر پر کہ دراصل ایک چوربھانہ پرمیشر خوش ہو رہے تھے* یعنی قرآن شریف آریہ دیس میں جلوہ گر ہوا اور کروڑہا آریوں کو سچائی کی طرف کھینچ لایا سو اِس طرح پر اُس نے اپنے قادر اور کامل وجود سے اُن کو اطلاع دیدی اور اپنی خدائی اُنپر ظاہر کردی اور اپنے قوی ہاتھ سے اپنا قادر مطلق ہونا ثابت کردیا اور سب روحوں اور مادوں کی نسبت بیان کیا کہ یہ سب میرے ہی پیدا کردہ ہیں سو جن چیزوں کی نسبت آریہ لوگ اُنکا کارہ

* سچائی آفتاب صداقت یعنی [illegible] اور اُس سچے کامل خدا کا کلام جس سے آریہ لوگ ناواقف تھے۔

بقیہ حاشیہ قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا یعنی اپنے اللہ جلشانہ کو ایسے دلی جوش اور محبت سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ مخدوم اُسوقت باپ سے مشابہ ہوجاتا ہے جب محبت میں غائت درجہ شدت واقعہ ہوجاتی ہے اور حُب جو ہر یک کدورت اور غرض سے مُصفّا ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑھ میں اس طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اُس کی جزو ہے تب جسقدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اُسکی جزو ہوجاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اسکو بھی ہر وقت باطنی طور پر اُس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے اور جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ

پرمیشر حیران ہو رہے تھے کہ یہ چیزیں کس نے پیدا کی ہیں پیدا کرنے والے نے اپنا کلام اُن تک
ص۲۰۵ پہنچا کر اور اپنے روشن نشان دکھلا کر صاف بتلا دیا کہ ان کا پیدا کنندہ مَیں ہی ہوں۔ وہ کون ہے
وہ وہی کامل اور قادر خدا منزّل الفرقان ہے جس نے اپنے بے مثل الہام اور بے نظیر کام کے
ذریعہ سے اپنی خدائی کو ثابت کر دکھایا ہے جسکی ایجاد کے بغیر کوئی چیز موجود نہیں ہوئی جس کی
تعریف بیّن قرآن شریف میں جو اُس کا کلام ہے یہ پاک حمد درج ہے کہ وہ مبدأ ہے تمام فیضوں کا
اور مستجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور جامع ہے تمام خوبیوں کا اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور واحدہٗ
لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور معبودیت میں سو سچا اور کامل خدا یہی ہے جس نے
ہزاروں مقدس نبیوں کی روحوں میں اِس تعلیم کا القا کیا جس کا قول اور فعل دونوں برابر
شہادت دے رہے ہیں کہ وہ ہر یک قسم کی ناطاقتی اور نقصان اور ادھورا پن سے پاک ہے
غرض جس حالت میں ایک ذات کامل الصفات نے جسکے ماننے والے دُنیا میں کروڑہا لوگ
پائے جاتے ہیں اور جس کی برکات تعلیم اور آسمانی نشان تمام روئے زمین پر پھیل چکی ہیں
اُس نے اپنے پاک اور مقدس صحیفوں میں صاف دعویٰ کر دیا ہے کہ مَیں کامل اور قادر خدا ہوں

بقیہ حاشیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اُسکی رفتار اور کردار اور خو اور بوباس سب اُسی
تام اُسمیں پائی جاتی ہے علیٰ ہذا القیاس یہی حال اسمیں ہوتا ہے اور اس درجہ اور قرب اول کے درجہ میں
فرق یہ ہے کہ قرب اوّل کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبیہ رکھتا ہے وہ بھی اگرچہ اپنی کمال کے رو سے اِس درجہ ثانیہ
سے نہایت مشابہ ہے لیکن یہ درجہ اپنی نہایت صفائی کی وجہ سے تعلق مادرزاد کے قائم مقام ہوگیا ہے اور جیسا
باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہوتے ہیں لیکن بلحاظ شدت و ضعف خواص انسانی کے
ص۲۳۵ ظہورِ آثار میں متفاوت واقع ہوتی ہیں ایسا ہی ان درجوں میں تفاوت درمیان ہے غرض اس درجہ میں محبت
کمال حلاوت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسبت اور مشابہت بال بال میں ظاہر ہو جاتی ہے خیال کرنا چاہیئے کہ
اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر جو شخص اپنے باپ سے جس سے وہ
نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے اُسکی مشابہت اور ہی آب و تاب رکھتی ہے۔
تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اُسکے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنی جیسے ایک

اور روحوں اور ذرہ ذرہ جسم کا مَیں ہی خالق ہوں تو کیا اِس صورت میں آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر پیش نہیں کیا گیا جس نے خالق الارواح والاجسام ہونیکا دعویٰ کیا ہو سو اب اے ماسٹر صاحب آنکھ کھولکر دیکھیں کہ وہ زیادہ تر کاریگر پیش تو کیا گیا اور اُسی کی طرف تو ہم آپکو دعوت کر رہے ہیں کہ آؤ فرضی پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر اور اُس سے زیادہ تر جاننے والا اپنے کامل نشانوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اُس زیادہ تر عزت و حکمت و قدرت والے پر ایمان لاؤ جس نے اپنی عام قادریت ظاہر کی ہے جن چیزوں کو آپ لاوارث اور غیر مخلوق سمجھتے تھے اُن کا وارث ظاہر ہو گیا ہے سو ادھورے اور وہمی پرمیشر کو چھوڑ دو اور سچے اور کامل اور پورے پورے قادر کی فرمانبرداری اختیار کرو جسکی سچائی اُسکی قدرتوں سے ثابت ہو رہی ہے آپ لوگوں کا پہلا پرمیشر حقیقت میں پرمیشر نہیں ہے اور جوڑنے جاڑنے کی بھی دراصل اُسکو طاقت نہیں ہے بلکہ وہ کچھ بھی نہیں سچا پرمیشر یہی ہے جو تمام دنیا کا مالک ہے کسی خاص ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہر ایک ملک کے ڈھونڈھنے والے اُسکو پاتے ہیں سو آؤ دلی صدق سے اُسکی طرف رجوع کرو تا تم بھی اُن برکات سے حصہ یاب ہو جاؤ جن سے صادق لوگ متمتع ہوتے ہیں۔

قولہ - خدائے تعالیٰ جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کاموں سے بہت بڑھکر ہے اور اِس سے خدا کی کوئی ہتک نہیں ہوتی -

---

بقیہ حاشیہ شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اُسکی مع اپنے تمام نقوش کے جو اُسمیں موجود ہیں عکسی طور پر اُس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اس قسم ثالث قرب میں تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں بتمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہے اور یہ انعکاس ہر یک قسم کی تشبّہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا مُنہ دیکھ کر اُس شکل کے مطابق پاتا ہے وہ مطابقت اور مشابہت اُسکی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی حیلہ یا تکلّف سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہوبہو مطابقت پائی جاتی ہے اور پھر یہ مرتبہ کس کے لئے میسّر ہے اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟ اِسکا جواب یہ ہے کہ یہ اُسی کو میسّر آتا ہے کہ جو اُلوہیت و عبودیت کے دونوں قوسوں کے بیچ میں کامل طور پر ہو کر دونوں قوسوں سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے

اقول۔ بجز اسکے کیا کہوں کہ "بریں عقل و دانش ہزار آفریں" ہماری طرف سے تو اعتراض یہ تھا کہ جس حالت میں بقول آریہ صاحبان اصل پیدائش اشیاء خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ جمیع اشیاء مادی و غیر مادی مع تمام خواص و عجائبات اپنے کے خود بخود ہیں تو اسمیں پرمیشر کی بڑی ہتکِ عزت ہے یعنی یہ امر اس کی بزرگی اور جلال اور حیثیت خدائی کی کسر شان کرتا ہے کہ جو چیزیں اُسکے زیر حکم اور ماتحت ہیں وہ سب اپنے وجود اور اپنے جمیع خواص ہیں جو اعلیٰ درجہ کے عجائبات قدرت سے بھرے ہوئے ہیں خود بخود ہوں اور جو ادنیٰ درجہ کا کام ہے جو پہلے کام کے سہارے سے چلتا ہی فقط وہی کام پرمیشر کے ہاتھ سے نکلا ہو اسکا جواب ماسٹر صاحب یہ دیتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کاموں سے بڑھکر ہے اور اس سے خدا کی کوئی ہتک عزت نہیں ہوتی سو ایسا ہی دوسری خود بخود ہونیوالی چیزوں سے اُسکی کوئی ہتک عزت نہیں۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اِس جواب کو ہمارے اعتراض سے کیا تعلق ہے یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات اُسکے کاموں سے جو اُسکی مخلوقات ہے بڑھکر نہ ہوتی تو مخلوق اپنے خالق سے اور مملوک اپنے مالک سے مساوی ہو جاتا تو اس طرح پر ضرور خدائے تعالیٰ کی ہتک عزت

بقیہ حاشیہ اور اپنے نفس کو بکلی درمیان سے اُٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ آئینہ دو جہتیں ہونیکی وجہ سے ایک جہت سے صورت آئینہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد طبائع مختلفہ اپنے مقابلین کو پہنچاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پھر نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کی طرف اُترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا۔ پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اُسمیں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کی طرف اُس نے نزول کیا اور اُس میں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا یعنی چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم و اکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گیا اِسلئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم و اکمل طور پر اُسکا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال و گمان و قیاس میں نہیں آ سکتا نزدیک ہوا مثلاً صورت اُن دو

ہوتی کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق سے برابر ہو جانا اور مملوک کا اپنے مالک سے ہمدرجہ ہونا صریح موجب
ہتک عزت مالک ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے جیسے خدا پیدا نہیں کرتا کہ یہ اسکی عزت
ابدی و جلال ازلی اور وحدت قدیمی کے برخلاف ہے اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہتک
عزت اس بات میں ہے کہ کوئی مخلوق و مملوک ہو کر اسکی ذات و صفات کے برابر ہو تو ظاہر ہے کہ جو
امر اسکا نقیض ہے یعنی یہ کہ مخلوق اپنی ذات و صفات میں اپنے خالق سے کم ہو یہ امر موجب ہتک ص۲۱۶ ص۲۱۷
عزت نہیں ہو سکتا کیونکہ اجتماع نقیضین محال و ممتنع ہے برخلاف اسکے جو چیزیں خدا تعالیٰ کے
ماتحت و زیر حکم ہیں ان کو اسکے ماتحت قبول کر کے پھر اسکی حدود قدرت سے باہر رکھ لینا اور
باوصف صدہا عجائب و غرائب خواص کے جو ان چیزوں کے اندر بھری ہوئے ہیں جو ایک ناکارہ کام
جوڑنے جاڑنے سے ہزارہا مراتب بہتر ہیں پھر بھی ان چیزوں کو خدا تعالیٰ کی پیدائش اور انکے ہاتھ کی صنعت
ہونے سے الگ کا الگ رہنے دینا اور پرمیشر کو صرف جوڑنے جاڑنے والا جو اسکے پہلے کاموں سے
قطع تعلق کی حالت میں ادنیٰ سا کام ہے خیال کرنا اگر ایسے خیال پر اختلال سے بھی آپکے پرمیشر کی عزت
دور نہیں ہوتی تو یہ عزت بھی عجیب عزت ہی غرض یہ قیاس آپکا بالکل قیاس مع الفارق ہے جو خدائے تعالیٰ
کے ماتحت چیزوں کا اسکی ذات و صفات پر آپ کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس صاف صاف

بقیہ حاشیہ قوسوں کی یہ ہے (قوس اعلیٰ وجود قدیم / قوس سفلی وجود حادث و ممکن) اس شکل میں جو خط مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے جو قطر دائرہ
ہے وہی قاب قوسین یعنی دونوں قوسوں کا وتر ہے۔ ص۲۱۸ جاننا چاہیئے کہ دونوں ص۲۱۸
قسم وجود واجب اور ممکن کے ایک ایسے دائرہ کی طرح ہیں کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دونوں قوسوں پر
منقسم ہو وہی خط جو قطر دائرہ ہے جسکو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول
چال علم ہندسہ میں اسکو وتر قوسین کہتے ہیں وہ ذات مفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے
کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائے درجہ کمالات کا ہے نقطہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی ص۲۱۹ ص۲۱۹
نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوس الوہیت و عبودیت
کی طرف بخطوط مساویہ نسبت رکھتا ہے اور یہی نقطہ ارفع نقاط ان خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط سے
قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر قوسین اور بہت سے ایسے نقاط سے تالیف یافتہ ہے جو

فرق کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہونگے اور دل میں پچھتائینگے کہ ایسی فضول باتیں مُنہ سے کیوں نکالیں
بالآخر میں آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ آپ اِس ص۲۱۳ موقعہ کے پڑھنے کے وقت اس رسالہ کا ص۲۱۳
وہ حاشیہ بھی پڑھ لیں کہ جو حاشیہ ملحقہ اِس متن سے پہلے تحریر پا چکا ہے۔

قولہ۔ اس کے آگے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر سب روحیں غیر مخلوق اور خود بخود ہیں تو پھر خدا کسی وجہ سے بندگی کرانیکا مستحق نہیں رہیگا کیونکہ سب روحیں اُسے کہہ سکتی ہیں کہ جبکہ تُونے ہمیں پیدا ہی نہیں کیا اور نہ ہماری طاقتوں اور قوتوں اور استعدادوں کو تُونے بنایا تو پھر کس استحقاق سے ہم سے اپنی پرستش چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں نے پہلے قباحتوں کے جواب میں ثابت کر دیا ہے کہ بغیر پرمیشر کے جوڑنے جاڑنے کے تمام روحیں اور اُنکی طاقتیں نہ ہونے کے برابر ہیں پس جس نے جوڑنے جاڑنے سے آرام اور سُکھ میں ترقی کرنے کا سامان بخشا کیا وہ شکرگذاری اور عبادت کے لائق نہیں۔ ص۲۱۴

ص۲۱۴ **اقول**۔ افسوس کہ ہرچند اس ادھورے اور نکمے پرمیشر کی وکالت میں آپ نے جہانتک بن پڑا بڑا زور مارا بہت کچھ کوشش کی مگر چونکہ اُسکا ادھورا پن ایسا نہیں ہے کہ جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے اسلئے بجز بار بار کی خجالت کے اور کچھ اِس قیل و قال سے آپکو حاصل نہیں ہوا۔ بھلا آپ ہی فرماویں کہ آپنے پہلی قباحتوں کے جواب میں کیا خاک ثابت کیا ہے۔ جس حالت میں آپ لوگ اپنے ہی مُنہ سے قائل ہیں کہ تمام روحیں خود بخود ہیں اور اُنکے تمام خواص بھی خود بخود۔ اُنکی تمام قوتیں بھی خود بخود ایسا ہی پرکرتی بھی خود بخود۔ جسم کا ہر ایک ذرہ بھی خود بخود اور اُنکے تمام خواص اور قوتیں خود بخود۔ اُن کا ازلی و ابدی ہونا بھی خود بخود۔ پرمیشر ہو یا نہ ہو وہ

ص۲۳۰ **بقیہ حاشیہ** ص۲۳۰ درحقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ ہیں لیکن بجز ایک نقطہ مرکز کے اور جسقدر نقاط وتر ہیں اُن میں دوسرے انبیاء و رسل و ارباب صدق و صفا بھی شریک ہیں اور نقطہ مرکز اُس کمال کی صورت ہے کہ جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ و ارفع و اخص و ممتاز طور پر حاصل ہے جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اُسکا شریک نہیں ہاں اتباع و پیروی سے ظلی طور پر شریک ہو سکتا ہے اب جاننا چاہئیے کہ دراصل اُسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر

سب بذاتِ خود قائم بذاتِ خود واجب الوجود غرض سارا جہان اپنے دونوں ٹکڑوں کے ساتھ خود بخود ہے تو ان خواص اور قوتوں اور دائمی بقا میں جو روحوں کو خود بخود حاصل ہیں کونسی شکر گذاری کا پرمیشر مستحق ٹھہر سکتا ہے کیا ان چیزوں میں سے پرمیشر نے بھی اپنے گھر سے کچھ
ص۲۱۵ دیا ہے اور اسکی گرہ سے بھی کچھ خرچ آیا ہے۔ رہا یہ بار بار کا رونا جو پرمیشر نے روحوں اور جسموں کو باہم جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا نالائق پرمیشر ہرگز جوڑنے پر بھی قادر نہیں ہو سکتا اگر روحوں کی حقیقت کا اُسکو پورا پورا علم ہوتا تو وہ بیشک اُنکو بنا سکتا کیونکہ ایک چیز کا پورا پورا علم ہونا اُسکے بنانے کو مستلزم ہے اور جبکہ وہ روحوں کے بنانے پر قادر نہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اُسکو روحوں کے خواص اور باطنی قوتوں اور کیفیتوں کا پورا پورا علم بھی نہیں اور جبکہ علم کامل نہیں تو ایسے ادھورے اور ناقص علم سے وہ جوڑنے جاڑنے پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش کرنا چاہیئے اور اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ایسا ادھورا اور نکما پرمیشر ارواح اور اجسام کو جوڑ سکتا ہے تو البتہ ایک ناقص جیسی شکر گذاری کے لائق ٹھہریگا جس کا عدم وجود برابر ہے مگر یہ تو کبھی نہ ہوگا کہ ارواح جو بکلی آزاد اور غیر مخلوق اور قدیم ہونے میں اُسکے ہمسر اور انادی ہونے میں اُسکے ہم پہلو اور واجب الوجود ہونے میں اُس کے ہم مرتبہ ہیں اُسکو اپنا رب سمجھ لیں اور جو اپنے رب اور پیدا کنندہ کی پرستش اور عبادت کرنی چاہیئے اس عالیشان عبادت کا اُسکو مستحق ٹھیرا دیں سو یہی مطلب تھا جسکو ہم نے اعتراض میں

ص۲۲۱ **بقیہ حاشیہ** جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور درحقیقت اُسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اُسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویت ساریہ ہے جس کا فیض اقدس اس ساری خط کو تعین بخش ہو گیا ہے۔ عالم جسکو متصوفین اسماء اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اُسکا اوّل و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علیٰ وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات
ص۲۲۲ اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبےٰ و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسمائے الٰہیہ کی طرف نسبت واقع ہے۔ غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانیکا

لکھا اور آپ نے نہ اُسکو غور کر کے سمجھا اور نہ اُس کا کچھ جواب دیا۔

قولہ ۔ سوائے اِسکے خداوند کریم نہایت دیالو کرپالو ہے اُسکی یہ ہدایت کہ پرستش کرنی چاہیئے انسان کی بہتری کے لئے نہ کہ خود خدا کی اُسمیں کوئی عزت بڑھتی ہے۔

ص۲۱۶ **اقول** ص۲۲۲ ۔ مَیں کہتا ہوں کہ گو بندگی و عبادت کرنے سے انسان کی اپنی ہی بہتری متصور ہے مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تقاضا کرتی ہے اور جوش مارتی ہے کہ لوگ اُسکی سیدھی راہ پر قدم رکھ کر اور ناکردنی کاموں سے بچکر اور اُسکی پرستش و اطاعت میں محو ہو کر اپنی سعادت مطلوبہ کو پالیں اور اگر اُس راہ پر چلنا نہ چاہیں تو پھر اپنے لئے بلکہ اُنہیں کے لئے اُس کا غضب بھڑکتا ہے اور طرح طرح کی تنبیہوں میں اُنہیں مبتلا کرتا ہے اور جو لوگ پھر بھی نہ سمجھیں وہ بُعد اور حرمان کی آگ میں جلتے ہیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اُسکو یہ کہہ سکے کہ تجھے میرے نفع یا نقصان کی کیا فکر پڑی ہے اور کیوں بار بار ہم کو نصیحتیں کرتا ہے اور الہامی کتابیں بھیجتا ہے اور سزائیں دیتا ہے اگر ہم عبادت کرینگے تو اپنے لئے اور اگر نہیں کرینگے تو آپ نقصان اُٹھائینگے تجھے کیوں ناحق کا جوش و خروش ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کہے بھی بلکہ اگر سب دنیا اور تمام آدم زاد متفق ہو اُس کی خدمت میں یہ گزارش کریں کہ ہم کو آپ اپنی نصیحتوں اور حکموں اور الہامی کتابوں سے معاف رکھیں ہم آپ کا بہشت یا یوں کہو کہ مکتی خانہ لینا نہیں چاہتے ہم اِسی دنیا میں گذارہ کرینگے آپ مہربانی فرما کر اِسی جگہ ہمیشہ کے لئے ہمیں رہنے دیں آخرت کی ہم بڑی بڑی نعمتوں سے باز آئے آپ ہماری

ص۲۲۳ بقیہ حاشیہ ص۲۲۲ آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علّت غائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے جسکے تصوّر سے بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول و افہام بشریہ عاجز ہیں اور جس طرح ہر ایک حیات خدائے تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اُسکے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعین اُسکی تعین سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان میں باذنہ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ مؤثر ہے۔ اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلّی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ طبعی اور اصلی طور پر جامع

ص۲۲۴ بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے اسلئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبعیہ الی الاخر ص۲۲۳ متنزلات وجود سے مراد ہے اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے ایسا ہی ظل الوہیت ہونیکی وجہ سے مرتبہ الٰہیہ سے اِسکو ایسی مشابہت ہے

اعمال میں ذرا دخل دیا نہ کریں اور جزا و سزا وغیرہ تجویزیں جو ہمارے واسطے آپ کرتے رہتے
صفحہ ۲۱۷ ہیں ان سب سے آپ دست بردار رہیں ہمارے نفع یا نقصان سے آپ کچھ تعلق نہ رکھیں تو بغرض انکی
ہرگز قبول نہیں ہو سکتی اگرچہ اُسکے قبول کرانیکے لئے تمام عمر روتے پیٹتے رہیں پس اس سے صاف
ثابت ہے کہ صرف یہی بات نہیں کہ بندہ اپنی حالت میں آزاد ہے اور اپنے لئے بندگی کرتا ہے اور پرمیشر
کو اُس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ جلال اور عظمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ شرطِ بندگی بجالاوے
اور نیک راہوں کو اختیار کرے اور اُسکی الوہیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ اُسکے آگے عبودیت کے
آثار ظاہر ہوں اور اُسکی کاملیت ذاتی جوش سے یہ چاہتی ہے کہ جو نقصان سے خالی نہیں ہے
اُسکے آگے تذلل کرے یہی وجہ ہے کہ نافرمانوں اور سرکشوں اور اُن سب کو جو شرارتوں پر ضد کرتے
ہیں انجام کار اُس کا عذاب پکڑتا ہے ورنہ اس بات پر کوئی وجہ قابل اطمینان پیدا نہیں ہوتی کہ
بغیر پائے جانے کسی ذاتی قوت کے جو سزا جزا دینے کے لئے اُسکی ذات بابرکات ازل سے
رکھتی ہو کیوں خواہ نخواہ وہ اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ نیکی کرنیوالوں کو نیک پاداش اور بدی
کرنیوالوں کو بد پاداش پہنچادے بلکہ اگر کوئی قوت ذاتی جو جزا سزا دینے کے لئے محرک ہو
اُسمیں نہ پائی جاوے تو یہ چاہیئے تھا کہ خاموشی اختیار رکھتا اور جزا سزا کی چھیڑ چھاڑ سے بکلی
صفحہ ۲۱۸ دست کش رہتا سو اگرچہ یہ بات تو صحیح ہے کہ انسان کے اعمال کا نفع نقصان اُسی کی طرف
عائد ہوتا ہے خدائے تعالیٰ کی عظمت و سلطنت نہ اُس سے کچھ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے مگر یہ بات
بھی نہایت صحیح و محکم صداقت ہے کہ ربوبیت کا تقاضا بندوں کو انکی حیثیت بندگی پر قائم رکھنا چاہتا ہے

بقیہ حاشیہ جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل ہی ہوتی ہے۔ اور امہات صفات الٰہیہ یعنی حیوٰۃ علم
ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر کلام مع اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اسمیں انعکاس پذیر ہیں اس نقطہ
مرکز کو جو برزخ بین اللّٰہ و بین الخلق ہے یعنی نفسی نقطہ سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو مجرد کلمۃ اللہ
صفحہ ۲۲۵ کے مفہوم تک محدود نہیں کر سکتے جیسا کہ مسیح کو اس نام سے محدود کیا گیا ہے کیونکہ یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر
مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے باعث
اُسی نقصان کے جو اُن میں باقی رہ گیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں ہے بلکہ اُسکی

اور جو شخص ذرا تکبر سے سر اونچا کرے تو اُسکا سر فی الفور کچلا جاتا ہے۔ غرض خدائے تعالیٰ کی ذات میں اپنی عظمت اپنی خدائی اپنی کبریائی اپنا جلال اپنی بادشاہی ظاہر کرنیکا ایک تقاضا پایا جاتا ہے اور سزا و جزا اور مطالبہ طاعت و عبودیت و پرستش اُسی تقاضا کی فرع پڑا ہوا ہے اِسی اظہار ربوبیت اور خدائی کی غرض سے یہ انواع اقسام کا عالم اُس نے پیدا کر رکھا ہے ورنہ اگر اُسکی ذات میں یہ جوش اظہار نہ پایا جاتا تو پھر وہ کیوں پیدا کرنے کی طرف ناحق متوجہ ہوتا اور کس نے اُسکے سر پر بوجھ ڈالا تھا کہ ضرور یہ عالم پیدا کرے اور ارواح کو اجسام کے ساتھ تعلق دیکر اِس مسافر خانہ کو جو دنیا کے نام سے موسوم ہے اپنی عجائب قدرتوں کی جگہ بنا دوے آخر اُسمیں کوئی قوت اقتضائی تھی جو اِس بناڈالنے کی محرک ہوئی۔ اِسی کی طرف اُسکے پاک کلام میں جو قرآن شریف ہے اشارات پائے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کل عالم کو اِس غرض سے پیدا کیا کہ تا وہ اپنی خالقیت کی صفت سے شناخت کیا جائے اور پھر پیدا کرنیکے بعد اپنی مخلوقات پر رحم اور کرم کی بارشیں کیں تا وہ رحیمی اور کریمی کی صفت سے شناخت کیا جائے ایسا ہی اُس نے سزا اور جزا دی تا اُس کا منتقم اور منعم ہونا شناخت کیا جائے اسی طرح وہ مرنیکے بعد پھر اُٹھائیگا تا اُسکا قادر ہونا شناخت کیا جائے غرض وہ اپنے عجیب کاموں سے

بقیہ حاشیہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے جسکا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اِسی وجہ سے تمثیلی بیان میں
ظلّی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرتؐ کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کے کیلئے ص۲۲۶
بجائے اَب ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی تعلیم کا سب الہامی تعلیموں سے اکمل و اتم ہونا وہ بھی درحقیقت اِسی بنا پر ہے کیونکہ ناقص پر ناقص فیضان ہوتا ہے اور اکمل پر اکمل

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ظلّی طور پر خداوند قادر مطلق سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ یعنی وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی

یہی مدعا رکھتا ہے کہ تا وہ پہچانا جائے اور شناخت کیا جائے سو جبکہ دنیا کے پیدا کرنے اور جزا و سزا وغیرہ سے اصلی غرض معرفت الٰہی ہے جو لب لباب پرستش و عبادت ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ خود تقاضا فرماتا ہے کہ تا اسکی معرفت جسکی حقیقت کاملہ پرستش و عبادت کے ذریعہ سے کھلتی ہے اسکے بندوں سے حاصل ہو جائے جیسا کہ ایک خوبصورت اپنی کمال خوبصورتی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ وہ کمالات لوگوں پر کھلجائیں پس اس تحقیق سے ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنی عبادت جو مدار و ذریعہ شناخت ہے ضرور اپنے بندوں سے چاہتا ہے اور جو شخص اسکی اس خواہش کا مقابلہ کرے اور اُس کی پرستش سے منکر اور منحرف ہو تو ایسے شخص کو نابود کرنے کے لئے اسکی کبریائی متوجہ ہوتی ہے اگر تم صفحہ دنیا پر غور کر کے دیکھو اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے اب تک سرکشوں اور بے ایمانوں سے کیا ہے اور جو کچھ وہ قدیم سے جفا کاروں اور ستمگاروں سے کرتا چلا آیا ہے اُس پر عمیق نگاہ سے نظر ڈالو تو تم پر نہایت صفائی سے کھلجائیگا کہ بلاشبہ یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ بالضرور خدائے تعالیٰ اپنے ذاتی تقاضا سے نیکی سے دوستی اور بدی سے نفرت اور عداوت رکھتا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ لوگ بدی کو چھوڑ دیں اور نیکی کو اختیار کریں گو نیکی اور بدی کو جو انسان سے ظہور میں آتی ہے اُسکے کارخانۂ سلطنت میں کوئی مفید یا مضر دخل نہیں ہے لیکن ذاتی تقاضا اُس کا یہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ نے روحوں کو پیدا نہیں کیا تو وہ کسی روح سے اِس مطالبہ کرنے کا مستحق نہیں ہے کہ وہ کمال درجہ

(صفحہ ۲۲۶)

طرح اپنے حسن کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ سو خدائے تعالیٰ جو حقیقی محسن ہے اپنے کمالات کے ظاہر کرنے میں وہ بھی اپنے ذاتی جوش سے

بقیہ حاشیہ وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس اُلوہیت ہے سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدّت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے اُلوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اُس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور ۲۲۷ اُلوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہوگیا اور یہ بڑھنا مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اسبات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اُسکو مظہر اتم اُلوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اُسکو ٹھیراویں پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جسمیں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ یعنی جو لوگ

کی پرستش جو اپنے پیدا کنندہ کے لئے چاہئیے کیوں اُس سے صادر نہیں ہوئی۔

قولہ۔ اب رہی یہ بات کہ خدا وند تعالیٰ اگر بنانے والا نہیں تو محیط بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ تو وہ شائد کہتا جو خدا کا بھی بنانے والا ہوتا۔ کیونکہ خدا کی سب صفات اور طاقتیں اس سبب سے نہیں کہ وہ روحوں کے بنانے والا ہے بلکہ حقیقت میں وہ سب صفات اس میں موجود ہیں۔

اقول۔ آج ہمیں ماسٹر صاحب کے کمالات علمی پر نظر ڈالنے سے بڑا ہی سرور حاصل ہوا ہمیں تعجب ہے کہ آریہ لوگ صاحب موصوف کو دیانند کا کیوں قائم مقام نہیں بناتے۔ ماسٹر صاحب کی نظر میں جو شخص یہ بات کہے کہ خدائے تعالیٰ کا ہر ایک چیز پر محیط ہونا اُسکے خالق ہونیکو مستلزم ہے وہ اس قول سے خدا کے بنانیوالا بن جاتا ہے۔ اَب ماسٹر صاحب کے اِس قول کو اسی جگہ بطور امانت ۲۲۷ط
رکھ کر اصل مطلب پر نظر کرنی چاہئیے کہ یہ بات نہایت بدیہی اور ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کسی چیز پر محیط ہے تو اُسکا علم بھی اُسپر محیط ہوگا اور اُسکی قدرت کاملہ بھی اُسپر محیط ہوگی کیونکہ خدائے تعالیٰ کی ذات اُسکی صفات سے الگ نہیں ہے تا یہ کہا جائے کہ وہ محیط ہونے کے وقت اپنی صفات کو کسی طاق پر جدا رکھ آتا ہے۔ اب جبکہ قدرت کاملہ اور علم کامل خدائے تعالیٰ کا ہر یک چیز پر محیط ہوا تو یہی حقیقت خالقیت ہے کیونکہ ہم کئی مقام میں پہلے بھی تحریر کر چکے ہیں کہ علم کامل کو بشرط قدرت عمل مستلزم ہے اگر انسان کسی چیز کی نسبت علم کامل رکھتا ہو اور باینہمہ ایسے اسباب بھی اُسے میسر ہوں جن سے اُسکو قدرت و طاقت عمل پیدا ہو جائے تو اُس چیز کو وہ بنا سکتا ہے بلکہ ہزارہا صنعتیں جو انسان

بقیہ حاشیہ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو اُنکے ہاتھوں پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرتؐ سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعتؐ کیا کرتے تھے اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اِس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دیدیا اور اُنکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ ۲۲۸ط
علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو بجہت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہ اشارہ اِس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یا عبادی

بنانا ہے اور ابتدائی پیدائش سے بناتا چلا آیا ہے اُن کے بنائے جانیکی ضروری شرطیں یہ دو ہی ہیں اور اگر کسی چیز کا علم کامل ہو اور پھر اسپر تصرف کرنیکی قدرت کاملہ بھی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ چیز بنانے سے رہ جائے پس جبکہ انسان کا یہ حال ہے تو پرمیشر پر وہ نامعلوم پتھر کیوں پڑ گئے کہ ایک طرف تو اُسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہریک چیز کے بارے میں اُس کا علم کامل ہے اور وہ اپنے علم کامل اور قدرت کاملہ کے ساتھ ہریک چیز اور ذرہ ذرہ پر محیط ہے اور ایک طرف اُسکو خالق اور پیدا کنندہ ہونے سے صاف جواب دیا جاتا ہے جبکہ ۲۲۳ یہ بات بدیہی ثبوت ہو کہ خالق ہونا محیط ہونیکی فرع ہے تو پھر اصل صفت کو جو محیط ہونا ہے ذات باری جلشانہ میں تسلیم کر کے اُسکی فرع کے ماننے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے یہ بات اجلی بدیہات ہے کہ اصل کے ثبوت کو فرع کا ثبوت لازم پڑا ہوا ہے مثلاً جو شخص طلوع آفتاب کا اقرار کر کے پھر رات ہونے پر ضد کر رہا ہے وہ اپنی بات کو اپنے ہی قول سے رد کرتا ہے اِسی طرح جب تم نے اپنے مُنہ سے مان لیا کہ خدائے تعالیٰ اپنی ذات اور علم کامل اور قدرت کاملہ سے ذرہ ذرہ عالم پر ایسا محیط ہے کہ ہریک چیز اُسکے احاطہ تام میں مع اپنے تمام کنہ و کیفیت کے مستغرق ہے تو تمہیں اِسکی یہ فرع بھی ماننی پڑیگی کہ وہ اِن چیزوں کا خالق بھی ہے کیونکہ علم تام کو عمل جو اُسکی فرع ہے لازم پڑا ہوا ہے اور جس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے پہلے اوّل اُس چیز کا علم ضروری ہے کہ وہ چیز اِس طور اور اِس طریق سے بنانی چاہیئے اِسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی عمل پر قادر ہونیکے لئے یہی ایک طریق ہے کہ اُس عمل کے متعلق ۲۲۳

بقیہ حاشیہ الذین اسرفوا علٰے انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا یعنی اُنکو کہدے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخشدیگا۔ اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب بنی وغیرہ بنی خدائے تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب ۲۲۹ حاصل تھا سو یہ سخن بھی ۲۲۹ مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جسکی تفاصیل کتب تصوف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرتؐ کے ایسے رکھدیئے جو خاص اُسکی صفتیں

علم تام حاصل ہوجائے۔ سو اگر خدائے تعالیٰ اعیان موجودات کی حقیقت سے جیسا کہ چاہیئے واقف ہے تو بیشک وہ اُن کے بنانے پر بھی قادر ہے وجہ یہ کہ علم تام اُسی علم کو کہا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے وجود اشیاء کی اصل حقیقت کماحقہ منکشف ہوجائے اور کوئی جزو وجود کی غیر مکشوف نہ رہے۔ انسان کا علم جو ناقص ہے وہ اِسی وجہ سے ناقص ہے کہ کنہ اشیاء تک ۲۲۳ نہیں پہنچتا بلکہ وہ کچھ تھوڑا ہی چلکر پھر آگے چلنے سے رہ جاتا ہے مثلاً انسان ایک حجری مومیائی کو دیکھ کر اسقدر تو کہہ سکتا ہے کہ یہ مومیائی بخارات لطیفہ پتھر میں سے نکلی ہے اور پھر پتھر پر غور کرکے کہہ سکتا ہے کہ یہ پتھر بالو یعنی ریت کی دہنیت دار اجزاء سے وجود پذیر ہوا ہے اور پھر بالو کی نسبت رائے ظاہر کرسکتا ہے کہ وہ خاک کے بعض تغیرات سے پیدا ہوئی ہے لیکن اگر اسکے بعد یہ آخری سوال کیا جائے کہ خاک کہاں سے اور کیونکر پیدا ہوگئی ہے اور اسکے کُنہ دریافت کرنے کی کیا فلاسفی ہے تو اس سوال کے حل کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے اور اپنے جہل اور عجز کا اقرار کرتا ہے ایسا ہی ہر ایک چیز کے انتہائی سوال پر اسکو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اب ہم لکھتے ہیں کہ اگر پرمیشر کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا علم بھی انسان کے علم کی طرح کسی حد پر آکر ٹھہر جاتا ہے اور اس حد مقررہ پر آکر اُسکو اپنے جہل و نادانی و ناتوانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے تو بس پھر ہندوؤں کے پرمیشر کی ساری کیفیت معلوم ہوگئی

بقیہ حاشیہ ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کا نام محمدؐ رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدائے تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلّی طور پر آنحضرتؐ کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرتؐ کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدائے تعالیٰ کے نام ہیں اِن ناموں سے بھی آنحضرتؐ پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرتؐ مظہر اتم الوہیت ہیں اور اُنکا کلام خدا کا کلام اور اُنکا ظہور خدا کا ظہور اور اُنکا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اِس بارہ میں ایک یہ آیت بھی ہے قل جاء الحق وزھق الباطل اِنّ الباطل کان زھوقا کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا حق سے مراد اسجگہ اللہ جلشانہ اور قرآن شریف اور

اور ثابت ہوگیا کہ ہندوؤں کا فرضی پرمیشر علاوہ اور نقصانوں کے جاہل اور عاجز بھی ہے
لیکن اگر اُس کا علم غیر محدود اور غیر منقطع ہے اور اُس درجہ کاملہ کنہ اشیاء تک پہنچا ہوا ہے
ص ۲۲۴ جس درجہ پر کسی علم کا پہنچنا عامل ہونیکو مستلزم ہے تو خالقیت اسکی خود ثابت ہے۔
پھر بعد اسکے ماسٹر صاحب اپنی ایک اور دانائی دکھلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جبکہ پرمیشر
نے دنیا کا کُل جوڑنا جاڑنا کیا تو کیا وہ محیط نہ ہوا۔ اے ناظرین کیا تم اب بھی نہیں سمجھ سکتے
کہ ماسٹر صاحب کسقدر عالم و فاضل ہیں۔ اے صاحب اگر آپ کا پرمیشر مع اپنے علم تام و
قدرت کاملہ کے جس سے وہ کسی حالت میں الگ نہیں ہوسکتا دنیا کی چیزوں پر احاطہ تام رکھتا
اور اُنکی کنہ تک اُسکا علم پہنچا ہوا ہوتا اور اُن کے خواص کی کیفیت اور اُن کی قوتوں کی اصل
ماہیت انتہائی درجہ پر اُسکو معلوم ہوتی تو اُسکی قدرت پر یہ پتھر کیوں پڑتے کہ صرف جوڑنے
جاڑنے تک محدود رہتی کیا انتہائی درجہ کا علم انتہائی درجہ کے عمل کو نہیں چاہتا؟ کیا دنیا
میں کبھی کسی نے دیکھا یا سُنا کہ جس درجہ پر علم ہے عمل اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اب واضح
رہے کہ ماسٹر صاحب کے اقوال فاسدہ کا خاتمہ بد اسی قول پر ہوگیا ہے جس کو ابھی ہم رد کر چکے

بقیہ حاشیہ آنحضرتؐ ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں
ہیں سو دیکھو اپنے نام میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کیونکر شامل کرلیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا
خداتعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اُسکی
تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہوگئیں اور اُسکے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔ اِسی جامعیت تامہ کی
وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر
واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان
ص ۲۳۲ لاؤ اور اُنکی اِس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اِسیوجہ سے حضرت
آدم صفی اللہ سے لیکر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جسقدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کی سب عظمت و
جلالیت آنحضرتؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے توریت میں یہ بات کہکر کہ خدا سینا سے
آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور

ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ما نصرنا واخزی اعداءنا واظھر الحق وھم کارھون۔

مختصر تقریر بطور خلاصہ مباحثہ

۲۲۵ ناظرین اس رسالہ کو پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ ماسٹر مرلیدھر صاحب کا اعتراض شق القمر پر کس قدر فضول اور دور از حق ہے کیونکہ اول تو یہ اعتراض اگر فرضی طور پر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ اس آیت قرآنی کے دوسرے طور پر معنی ہیں تو ایسا قرار دینے سے کوئی بد اثر اسلام پر نہیں پہنچ سکتا اگر کچھ اثر ہوگا تو صرف یہی کہ ہزارہا معجزات میں سے ایک معجزہ بپایۂ ثبوت نہ پہنچ سکا لیکن جس حالت میں صدہا شواہد قاطعہ حقیت اسلام پر موجود ہیں اور خود قرآن شریف اپنی ذات میں مجموعہ براہین و دلائل ہے تو پھر اگر عدم ثبوت شق قمر فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے حرج یا نقصان کیا ہوا۔ کیا ان قرآنی معجزات کا کوئی کتاب جو الہامی کہلاتی ہے مقابلہ کر سکتی ہے جن سے ذاتی اعجاز قرآن شریف کا ثابت ہوتا ہے اور اس کے روحانی خواص بپایۂ ثبوت پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف توحید کے کامل اور پُرزور بیان میں۔ اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرتے ہیں اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں۔ اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں۔ وصول الی اللہ کے

بقیہ حاشیہ فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں اور وہی توریت ہم کو یہ بتلاتی ہے کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ
۲۲۳ ہے جس میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جد امجد آنحضرتؐ کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں بجز آنحضرتؐ کوئی رسول نہیں اٹھا سو دیکھو حضرت موسیٰ کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے۔ کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اس کی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اسی کی ذات جامع برکات پر ختم ہے۔
اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی جلالیت و عظمت کا اقرار کر کے

تمام طریقوں کی توضیح میں۔ نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں۔ صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل
واتم ذکر میں۔ مبدء و معاد کے پر حکمت بیان میں روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں
اور استعدادوں کے بیان میں۔ حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں۔ تمام اقسام
کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں۔ تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر ردّ کرنے میں۔ حقوق عباد اللہ ۲۲۶
کے قائم کرنے میں تاثیرات وتنویرات روحانیہ میں اور پھر باینہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین عبارت
میں اُس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر یک حصہ اُسکے بیان کا ان بیانات میں سے
درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جسکا مقابلہ نہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی نہ کوئی
اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے اسجگہ بید سراسر بے ثمر ہے اور توریت و انجیل سراسر بے اثر۔
یہی وجہ ہے کہ کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:۔
قل لئن اجتمعت الجن والانس علٰی ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ
ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا یعنی انکو کہدے کہ اگر سب جن و انس اسبات پر متفق ہو جائیں
کہ قرآن کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہیئے تو ممکن نہیں کہ کر سکیں اگرچہ بعض بعضوں کی مدد بھی کریں ۲۲۷
اور جو کچھ قرآن شریف کے ذاتی معجزات اسجگہ ہم نے تحریر کیئے ہیں اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل
میں کچھ گھمنڈ یا سر میں کچھ غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ وید یا اسکی کوئی اور
کتاب جسکو وہ الہامی سمجھتا ہے اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے تو اُسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے
اور ہم وعدہ کرتے ہیں اگر کوئی مخالف ممتاز اور ذی علم لوگوں میں سے ان معجزات قرآنیہ میں سے

بقیہ حاشیہ زبور پینتالیس میں یوں بیان کیا ہے (۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے
تیری لبوں میں نعمت بتائی گئی ہے اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان ۲۳۴
تو جاہ وجلال سے اپنی تلوار حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا (۴) امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی
بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار ہو کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا (۵) بادشاہ
کے دلوں میں تیری تیر تیزی کرتے ہیں لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں (۶) اے خدا تیرا تخت
ابدالآباد ہے (یہ فقرہ اُسی مقام جمع سے ہے جو قرآن شریف میں کئی مقام میں آنحضرتؐ کے

کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی میں زور مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمائش اُسکی کوئی قسم اقسام معجزات ذاتیہ قرآن شریف میں سے تحریر کرکے کوئی مستقل رسالہ شائع کردینگے پھر اگر اُسکی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کرسکے تو اُسے حق پہنچتا ہے کہ تمام معجزات قرآنی سے منکر ہو جائے
صفحہ ۲۲۸ اور جو شرط قرار دی جائے ہم سے پوری کرلے ورنہ صرف عناد اور کور باطنی کی وجہ ۲۲۸ سے معجزہ شق القمر سے انکار کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے اسلام کے ایک بال کو بھی ضرر پہنچ سکے جب معجزات موجودہ قرآنیہ کا مخالفین سے ردّ نہیں ہوسکتا تو موجود کو چھوڑ کر اُن معجزات کی بحث چھیڑنا جواب آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں سراسر بے راہی ہے۔ ماسوا اِسکے جسقدر ہم نے مقدمہ میں قانون قدرت کی تحقیقات میں لکھا ہے اُسکے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ شق قمر کا استبعاد عقلی درحقیقت ایسا نہیں ہے جیسا کہ نادان نیم حکیم خیال کرتے ہیں ابھی تک کسی عقل نے خواص قمری وشمسی پر احاطہ نہیں کیا اور نہ یہ ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ اِن چیزوں کو بنا کر بکلّی بے تعلق ہوگیا ہے اور اَب یہ چیزیں اُس سے باغی ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کے دونوں ہاتھ محو اور اثبات کے ابدی طور پر کُھلے ہیں اور اپنی بے انتہا اور ناپیدا کنار قدرتوں سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم علم سے عدم شئے ۲۲۹ لازم نہیں آتا جس حالت میں کرہ ارض میں خاصیت زلازل و انشقاق واتصال پائی جاتی ہے چنانچہ بعض گذشتہ زمانوں میں صدہا میل تک زمین منشق ہو کر زیر و بالا ہوگئی ہے اور اب بھی ایسے حوادث ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ اور اِن حوادث سے اُسکی گردش میں کچھ بھی فرق نہیں آتا تو پھر حوادث قمری پر کیوں تعجب کیا جائے کیا ممکن نہیں کہ اُنہیں حکیم

بقیہ حاشیہ حق میں بولا گیا ہے) تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی اِسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تر تجھے معطر کیا۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والی عورتوں میں ہیں۔

اِسی طرح حضرت یسعیا نبی نے آنحضرت ؐ کی جلالیت و عظمت و مظہر تام الوہیت ہونیکے بارہ
صفحہ ۲۳۵ میں اپنے صحیفہ کے باب بیالیسؔ میں بطور پیشگوئی ۲۳۵ وحی پاکر یوں بیان کیا ہے۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالونگا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اُسپر رکھی وہ قوموں پر

مطلق نفی انشقاق و انصال کی دونوں خاصیتیں رکھی ہوں جن کا ظہور اوقات مقررہ سے وابستہ ہو اور ازلی ارادہ سے وہی وقت ظہور مقرر ہو جبکہ ایک نبی سے ایسا ہی معجزہ مانگا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کی قوت قدسیہ کے اثر سے دیکھنے والوں کو کشفی آنکھیں عطا کی گئی ہوں اور جو انشقاق قرب قیامت میں پیش آنیوالا ہے اُسکی صورت اُنکی آنکھوں کے سامنے لائی گئی ہو کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ مقربین کی کشفی قوتیں اپنی شدت حدت کی وجہ سے دوسروں پر بھی اثر ڈالدیتی ہیں اسکے نمونے ارباب مکاشفات کے قصوں میں بہت پائے جاتے ہیں بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن میں مختلف ملکوں اور مکانوں میں دکھلا دیا ہے باذن اللہ تعالیٰ اور اسجگہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ حال کی فلسفی تحقیقاتیں شہادت دے رہی ہیں کہ شق قمر نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ مخفی طور پر انشقاق و انصال ہمیشہ شمس و قمر میں جاری ہے کیونکہ اِس زمانہ کی فلاسفی اپنی مستحکم رائے ظاہر کرتی ہے کہ شمس و قمر میں ایسی ہی آبادی حیوانات و نباتات وغیرہ ہے جیسی زمین پر ہے اور یہ امر انشقاق و اتصال قمری کو ثابت کرنیوالا ہے کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جس کرہ میں حیوانات و نباتات وغیرہ پیدا ہوتے ہیں وہ اُسی کرہ کا مادہ لیکر جسم پکڑتے ہیں یہ نہیں کہ کسی دوسرے کرہ سے گاڑیوں اور چھکڑوں پر وہ مادہ جاتا ہے اب جبکہ یہ ماننا پڑا۔ کہ کرۂ قمری میں جسقدر حیوانات اپنے حرکت ارادے سے چلنے والے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اِن کا جسمی مادہ وہی ہے جو کسی وقت جرم قمر سے اتصال رکھتا تھا تو اِس سے یہ بھی ماننا پڑا کہ جرم قمر کو ہمیشہ انشقاق لازم ہے اور پھر اِن حیوانات کے مرجانے سے انشقاق کے بعد اتصال بھی لازم پڑا ہوا ہے تو اب ضـــ۲۳

بقیہ حاشیہ راستی ظاہر کریگا۔ وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکیگا جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ بیابان اور اُس کی بستیاں کیدار (یعنی عرب) کے آباد دیہات (جس سے مکہ معظمہ وغیرہ مراد ہیں) اپنی آواز بلند کریں۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا (خداوند سے مراد ظلی طور پر آنحضرت ؐ ہیں کیونکہ وہ مظہر اتم الوہیت اور درجہ سوم قرب پر ہیں جیسا کہ کئی دفعہ ہم بیان کر چکے ہیں) وہ اپنے تئیں اپنے دشمنوں پر قوی دکھلائیگا۔ قدیم سے میں خاموش رہا ہوں اور سہتا رہا اور آپکو روکے گیا پر اب میں اُس عورت کی طرح جو درد زہ میں ہو چلاؤنگا۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالونگا۔ اور اندھوں کو اُس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لیجاؤں گا۔

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اصل صورت انشقاق و اتصال کی ہر وقت قمر میں بلکہ شمس میں بھی موجود ہے
ہاں ایک بزرگ نمونہ اس انشقاق و اتصال کا وہ واقعہ شق قمر ہے جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے سو جبکہ ص۲۳۱
خورد نمونہ کو فلسفی لوگ خود مانتے ہیں تو بزرگ سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہے اصل بات تو فلسفیوں
کے طریق پر بھی ثابت ہے کہ قمر اور شمس کے جرم میں انشقاق اور اتصال دونوں ہوتے رہتے ہیں اسی
بنا پر تو ان دونوں کرہ میں حیوانات کی آبادی تسلیم کی گئی ہے تو پھر یہ کیسا جاہلانہ سیاپا ہے کہ پرمیشر
شق قمر پر قادر نہیں۔ علاوہ اسکے ہم نے تاریخی طور پر مضبوط ثبوت دیدیا ہے کہ ضرور شق القمر وقوع
میں آیا۔ یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ اگر قرآن شریف میں یہ معجزہ خلاف واقع لکھا جاتا اور خلاف واقعہ
اُسکی اشاعت ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ مخالفین جنکی نسبت گواہ رویت ہونیکا الزام لگایا گیا چپ
رہتے۔ ہم نے اِس بحث میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ کتاب مہا بھارت جسکی تالیف بیاس کی طرف
منسوب کی جاتی ہے اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ ایک زمانہ میں شق قمر ضرور ہُوا تھا۔ اب ناظرین
اپنی عقل و انصاف سے سوچ لیں کہ کیا یہ ثبوت جو ہم نے دیئے ہیں کچھ کم ہیں کیا تاریخی واقعات کے
ثابت کرنیوالے اِس سے بڑھ کر ثبوت دیا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے آریوں کے اصول و عقاید پر اعتراض
کیا ہے وہ بھی ناظرین کے آگے ہے۔ وید کی یہ تعلیم کہ خدائے تعالیٰ روحوں اور مادہ کا خالق نہیں اور ص۲۳۲
اُسکی طرح ہر ایک چیز خود بخود اور قدیم اور واجب ہے اور ہمیشہ کے لئے کسی کو نجات نہیں اِسکو سب

بقیہ حاشیہ ایسا ہی یوحنا نبی نے آنحضرت ؐ کی جلالیت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور ص۲۳۶
پیشگوئی گواہی دی جو انجیل متی باب سوم میں اس طرح پر درج ہے (۱۱) مَیں تو تمہیں توبہ کے لئے
پانی سے بپتسما دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی تر ہے کہ مَیں اُسکی جوتیاں اُٹھانیکے
لائق نہیں وہ تمہیں روح قدس اور آگ سے بپتسما دیگا۔ اِس پیشگوئی پر محض نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ
خصومت کرتے ہیں کہ یہ حضرت مسیحؑ کے حق میں ہے مگر یہ دعویٰ سراسر باطل و بے بُنیاد ہے اوّل تو حضرت
مسیح حضرت یوحنا کے ہمعصر تھے نہ کہ بعد میں آنیوالے یا بعد میں ابنیّت کا منصب پانیوالے۔ ماسوا اسکے
ہر یک شخص آزما سکتا ہے کہ دائمی طور پر سچے طالبوں کو روح قدس اور آتشِ محبت سے بپتسما دینے والا آسمان
کے نیچے صرف ایک ہی ہے یعنی جناب سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسکے جلال تام کا حضرت

مقاصد ہم نے اس رسالہ میں بیان کر دیئے ہیں اور اسکی ردّ کے دلائل اپنے ہاتھ سے لکھدیئے ہیں اور ہم ہر ایک پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نہایت بُری تعلیم ہے کہ جو انسان کو اپنے خالق سے اصلی پیوند ہے اسکو بھی دُور کرنا چاہتی ہے چہ جائیکہ اُسکو دوسرے پیوند کی خوشخبری دے۔ ایسا ہی یہ لوگ وید کے بعد دنیا کے انتہا تک الہامات الٰہیہ کے منکر ہیں یہ کسقدر مفسدانہ خیال ہے نبی کا وجود اسلیئے ہوتا ہے کہ تا وہ اپنے ظہور سے نقطۂ آخری ترقیات انسانیہ کا ظاہر کرے اور اپنے وجود سے دو طرفہ نمونہ صدق عبودیت و فضل ربوبیّت قائم کرکے سالکین و مجاہدین کی کمر ہمت مضبوط کرے اور اُنکو اُسی انتہائی کمال تک اپنے تعلّق سے پہنچانا چاہیے جسپر عنایت ایزدی نے اُسکو قائم کیا ہے لیکن یہ لوگ الہام کو جو کمالیت کی حقیقی علامت ہے ویدوں تک محدود رکھتے ہیں اور اگر کوئی آریہ ہمارے اس تمام رسالہ کو پڑھ کر بھی اپنی ضد کو چھوڑنا نہ چاہے اور اپنے کفریات سے باز نہ
آوے تو ہم خدائے تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پاکر اُسکو مباہلہ کی طرف بلاتے ہیں ص۲۳۳ مذہب کی جڑھ خدا ص۲۳۳
شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اُسکی شاخیں اعمال صالحہ اور اُسکے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اُسکا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبّت ہے جو ربّ اور اُس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور اُس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدّس و پاکیزگی کا مثمر ہے۔

ترک خوبی مے کناند خوب تر — عشق را درمان بود عشق دگر
شیر باشیرے نماند زورِ تن — مے تواں آہن بہ آہن کوفتن

بقیّہ حاشیہ مسیحؑ اپنی پیشگوئیوں میں ص۲۲۷ آپ اقرار کرتے ہیں اور اسی روح کے بپتسما کی طرف اللہ تعالیٰ ص۲۲۷
نے قرآن شریف میں اشارہ بھی فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وایّدھم بروح منہ یعنی خدائے تعالیٰ مومنوں کو روح قدس سے تائید کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ یعنی یہ خدا کا بپتسما ہے اور کونسا بپتسما اس سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسیوقت تائید دی گئی ہے وہ اب بھی دیجاتی ہے کیونکہ اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تھی سو اگر حضرت عیسائیوں کو اس بات میں کچھ شک ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرتؐ ہیں حضرت مسیحؑ نہیں ہیں تو نہایت صاف

گر غریقی اندر نجاستہاست تن رو بہ دریائے درآ و غوطہ زن

کمالیت محبت کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت ہوتی ہے لیکن وید خدا شناسی کے بارے میں نہایت درجہ کا ناقص اور رہزن ہے اور نعماء الٰہی کے بیان کرنے میں بنہایت درجہ قاصر ہے کیونکہ وہ خدائے
۲۳۲ تعالٰی کے اصل رحم اور فضل سے بکلّی منکر ہے اور بجز ثمرۂ اعمال اُسکی کسی نعمت و رحمت کا قائل نہیں یہانتک کہ چاند اور سورج اور زمین وغیرہ اجزاء ضروریہ اولیہ عالم کی وید کی رو سے خدا تعالٰی کی ذاتی و اصلی رحمت نہیں بلکہ یہ بھی کسی آریہ کے نیک عمل کی وجہ سے ہر یک نئی دنیا میں خواہ نخواہ پرمیشر کو پیدا کرنی پڑتی ہیں غرض وید کی رو سے پرمیشر میں اپنی ذاتی رحمت کا نام و نشان نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں نظر آتا ہے وہ آریوں کے نیک عملوں کی وجہ سے پیدا ہو گیا مگر پرمیشر کی اس میں بڑی بھاری غلطی یہ ہے کہ وہ زمین اور چاند و سورج وغیرہ کو پیدا تو کرے صرف آریوں کے نیک عملوں کی وجہ سے اور پھر دوسرے ملکوں کے لوگوں کو بھی اُس ہندوؤں کے حق خاص میں شریک کردے کیسا ظلم ہے؟ ایسا ہی وید نے اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے بیان سے فراغت کر رکھی ہے آریہ لوگوں کے شتر بے مہار رہنے کی یہی وجہ ہے کہ عبودیت

بقیہ حاشیہ اور سہل طریق فیصلہ کرنیکا یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب
۲۳۸ جو اپنی قوم میں نہایت بزرگ اور روح قدس کا بپتسمہ پانیکے لائق خیال کیئے جاتے ہوں اور اُنکی بزرگ واری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیوں کو اتفاق ہو وہ اس امر کی آزمائش و مقابلہ کے لئے کہ روح قدس کی تائیدات سے کونسی قوم عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے فیضیاب ہے کم سے کم چالیس دن تک اس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کریں پھر اگر کسی کرشمہ روح القدس کے دکھلانے میں وہ غالب آجائیں تو ہم اقرار کر لینگے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیحؑ کے حق میں ہے اور نہ صرف اقرار بلکہ اُسکو چند اخبار وں میں چھپوا بھی

اور پرستش کے پاک طریقے اور تزکیہ تصفیہ نفس کی خالص تدبیریں وید میں ہرگز نہیں ص۲۳۵
ہیں پرستش کی جڑھ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے مگر آریہ لوگ اس سے کوسوں دور ہیں اگر وید کو پڑھیں تو انہیں اسکی حقیقت بھی معلوم ہو۔ اب تو انکی پرستش یہی ہے کہ وہ ناحق گھی وغیرہ چیزوں کو ہوم کے خیال سے آگ پر برباد کرتے ہیں اگر یہ چیزیں کسی کو کھلا دیں تب بھی کچھ بات ہو۔ برکات روحانیہ محبت دو طرفہ کا تو کیا ذکر کریں اس نعمت سے متمتع ہونا تو وید کے رشیوں کی نسبت بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کون تھے کیا نام تھا کس شہر میں رہا کرتے تھے اور کس عمر میں الہام پایا تھا اور ان کے ملہم ہونے کے کیا کیا ثبوت ہیں یہ جو
سنا یا جاتا ہے کہ انکا نام اگنی وایو یعنی آگ و ہوا وغیرہ تھا یہ سب بناوٹی باتیں ص۲۳۶
ہیں جیسا کہ منشی اندرمن صاحب مرادآبادی بھی اپنے رسالہ آریہ پرکاش میں اسکے قائل ہیں۔ ہندوؤں کو آگ وغیرہ اپنے دیوتاؤں سے بہت پیار رہا ہے اور رگوید کی پہلی شرتی اگنی سے ہی شروع ہوتی ہے سو جن چیزوں سے وہ پیار کرتے تھے انہی چیزوں پر ویدوں کا نازل ہونا تھاپ دیا ورنہ ویدوں میں تو کہیں نہیں لکھا کہ حقیقت میں ایسے چار آدمی کسی ابتدائی زمانہ میں گذرے ہیں اور انہیں پر وید نازل ہوئے ہیں اور اگر لکھا ہے تو پھر آریوں پر واجب ہے کہ ویدوں کی رو سے انکا ملہم ہونا اور ان کا سوانح عمری کسی رسالہ میں چھپوا دیں آریوں کا یہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ ابتدائی دنیا میں

بقیہ حاشیہ دینگے لیکن اگر ہم غالب آ گئے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑیگا اور چند اخباروں میں چھپوا بھی دینا ہوگا کہ پیشگوئی حضرت محمدؐ کے حق میں نکلی مسیح کو اس سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اس تصفیہ کے لئے ہماری صحبت میں بھی رہنا کچھ ضروری نہیں یہ عاجز عنقریب اس رسالہ
کے بعد رسالہ سراج منیر کو انشاء اللہ القدیر چھپوانے والا ہے وہ سب مضمون روح القدس کی ص۲۳۹
تائید سے ہی بہم پہنچا ہے سو اب کوئی ایسا عیسائی جو قوم میں بزرگوار اور واقعی نیک بخت ہو اسکا مقابلہ کر کے دکھا دے ورنہ کون دانا ہے جو بے امتحان انکی روح القدس کے بپتسما کا

نہ صرف ایک سو آدمی بلکہ کروڑ ہا آدمی مختلف ملکوں میں مینڈکوں کی طرح زمین کے بخار سے پیدا ہو گئے تھے اُن میں سے آریہ دیس کے چار رشی ملہم اور باقی سب مخلوقات الہام سے بے نصیب
ص۲۳۷ اور اُن ملہموں کے حوالے کر دی گئی تھی اِس صورت میں ضرور لازم آتا ہے کہ اپنے ملہموں کی تمیز و شناخت کے لئے پرمیشر نے اُن رشیوں کو کوئی ایسے نشان دیئے ہوں جن سے دوسرے لوگ جو اُسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اُنکو شناخت کر سکیں اور اگر ایسے نشان دیئے تھے تو وید میں سے ثابت کرنے چاہئیں اور یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ بھی نری لاف ہے کہ وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے اگر ایسا ہوتا تو وید میں ضرور یہ لکھا ہوتا کہ کبھی وہ رشی اپنی چار دیوار آریہ دیس سے نکلکر کسی دُور دراز ملک میں وعظ کرنے کے لئے گئے تھے وید میں امریکہ کا کہاں ذکر ہے افریقہ کا نشان کہاں پایا جاتا ہے یورپ کے مختلف ملکوں اور حصّوں سے وید کو کب خبر ہے بلکہ ایشیائی ملکوں کی اطلاع سے بھی وید غافل ہے اور اُسکے پڑھنے سے جا بجا صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر کی ہمگی تمامی جائداد ہندوستان
ص۲۳۸ یعنی آریہ دیس ہی ہے بھلا اگر ہم ان تمام باتوں میں سچے نہیں ہیں تو ویدوں کے رو سے یہ

بقیہ حاشیہ قائل ہو گا۔ چوں گمانے کنم اینجا مدد روح قدس۔ کہ مرا در دل شان دیو نظر مے آید ٭
این مرد ہا ست در اسلام چو خورشید عیاں۔ کہ بہر عصر مسیحائے دگرے آید ٭

اب ہم پھر اصل کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ شان جلیل و عظیم آنحضرتؐ جو مظہر اتم الوہیت ہے جیسے تمام نبی ابتداء سے بیان کرتے آئے ہیں ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اُس شان عالی کا اقرار کیا ہے یہ اقرار جا بجا انجیلوں میں موجود ہے بلکہ اسی اقرار کے ضمن میں حضرت مسیحؑ اقرار کرتے ہیں کہ میری تعلیم ناقص ہے کیونکہ ہنوز لوگوں کو کامل تعلیم کی برداشت نہیں مگر وہ روح راستی جو نقصان سے خالی ہے (یعنی سیدنا حضرت محمد جس کا قرآن شریف میں بھی نام حق آیا ہے) وہ کامل تعلیم لائیگا اور لوگوں کو نئی باتوں کی خبر دیگا انجیل برنباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم جو محمد ہے درج ہے اور اسکے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہو گا یا خود کتاب تالیف کر دی ہو گی گویا مسلمان

ثابت کرنا چاہیئے کہ کسی وید کے رشیوں نے آریہ دیس سے باہر قدم رکھکر اور ویدوں کو اپنی بغل میں لیکر غیر ممالک کا بھی سفر کیا تھا یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی پنڈت دیانند بھی ثابت نہ کر سکا اب عجیب طور پر وید کے پرمیشر کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وید صاف اقراری ہے کہ دنیا کی ابتدا میں متفرق طور پر متفرق ممالک میں نوع انسان زمین سے پیدا ہو گئے تھے اور ان سب کی اصلاح کے لئے وید آئے تھے اور پھر دوسری طرف یہ عجیب وید کچھ ثبوت ہاتھ میں نہیں پکڑاتا کہ کب اور کسوقت ویدوں کے رشی دوسرے ملکوں میں سمجھانے کے لئے گئے تھے یا اپنے خط بھیجے تھے یا پیغام پہنچانے سے شرط تبلیغ پوری کی تھی یا وید میں وصیت کر گئے تھے کہ فلاں فلاں ملک اور بھی ہیں انمیں جاؤ ۲۳۹

بقیہ حاشیہ لوگ کسی رات کو اتفاق کر کے مسیحی کتب خانوں میں جا گھسے اور اپنی طرف سے ۲۴۰ برنباس کی انجیلوں میں جابجا محمدؐ نبی نام درج کر دیا یا خود یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر اور کئی ہزار نسخے اُسکے لکھ کر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابیں اُن کے کتب خانوں میں رکھ آئے لیکن ایک انگریز فاضل عیسائی* جس نے

---

* حاشیہ در حاشیہ - اِس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے جو اکابر علماء عیسائیوں سے ہے اِنکا ترجمہ قرآن شریف بھی اُنکی طرف سے شائع ہو کر مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی میں چھپا ہے اُسکے پہلے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑھکر اور اُسمیں پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کھلے کھلے طور پر پاکر مسلمان ہو گیا تھا اِس طور سے (جو نیچے لکھا جاتا ہے) بیان کیا ہے۔

فرامیرینو جو ایک عیسائی مانک یعنی ایک بزرگ راہب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھ کو ایک تحریر ایرنس صاحب کی (جو ایک فاضل مسیحیوں میں سے ہے) منجملہ اُسکی اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اِس تحریر میں ایرنس صاحب (جو پولوس عیسائی کے مخالف ہیں) اپنے بیان کی صداقت کی بابت انجیل برنباس کا حوالہ دیتے ہیں

اور وید کی تعلیم کو اُن ملکوں میں پھیلاؤ سو جبکہ ثابت ہے کہ ویدوں نے دوسرے ملکوں سے کبھی کچھ غرض نہیں رکھی سو اس سے آریوں کی زبان درازی کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ وہ وید کے چار نامعلوم رشیوں کے مقابل خدائے تعالیٰ کے ہزارہا پاک نبیوں کو جو مختلف ممالک میں
ص۲۴۰ ہوئے ہیں جن کی روشنی زمین پر آفتاب کی شعاع کی طرح پھیل گئی مکّار اور فریبی اور ٹھگ کے نام سے موسوم کرتے ہیں انہیں سے کوئی بھلا مانس یہ خیال نہیں کرتا کہ اوّل تو حکمت اور رحمت عامہ خدا تعالیٰ سے یہ بہت بعید ہے کہ قدیم سے اور ازل سے ابد تک ایک خاص اور محدود جگہ سے بوجہ تعلق پیدا کر کے ہزارہا ممالک وسیعہ کو اپنے الہام اور کلام سے اور براہ راست فیضیاب
ص۲۴۱ ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم رکھے ماسوا اس کے یہ کس قدر سکھا شاہی ظلم ہے کہ

بقیہ حاشیہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اُس نے اس تقریب کے بیان میں کہ انجیل برنباس میں پیشگوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے

بقیّہ حاشیہ در حاشیہ تب مَیں اس بات کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو مَیں بھی دیکھوں۔ اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجھ سے اتحاد دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ میں ہم دونوں اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے مَیں نے دل بہلانے کو اُنکی کتابوں کا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلے جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تھی جسکا میں متلاشی تھا اُسکو ملجانے سے مجھے نہائیت درجہ خوشی پہنچی اور مَیں نے یہ چاہا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپا رکھوں۔ تب مَیں پوپ صاحب کے جاگنے پر اُنسے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لے گیا جسکے پڑھنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا دیکھو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف جارج سیل صاحب۔
ص ب پھر صفحہ ۸۵ سطر ۲۴۔ اسی ترجمہ میں جارج سیل صاحب اپنی عیسائی تعصب کے جوش سے یہ بے دلیل اور جہل رائے لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنباس میں لفظ پیری قلیط (جسکا ترجمہ محمدؐ ہے) مسلمانوں نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب اصلی جعل مسلمانوں کا نہیں یعنی مسلمانوں نے اُسمیں صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیکی پیشگوئی بتصریح نام اُسمیں لکھدی ہے اور جعل یہ اسلئے ٹھیرا کہ یہ پیشگوئی صریح صریح اُسمیں موجود ہے جسکا ماننا حضرات عیسائیوں کو کسی طرح منظور ہی نہیں اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہیں کہ اِس پیشگوئی کو پڑھ کر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل صاحب مسلمان ہوتے رہے ہیں فتدبر۔ منہ

کہ اُس عجیب العقل پرمیشر نے تمام ہدایتوں کو وید میں محدود رکھکر اور اپنے کلام اور الہام کو وید پر ختم کر کے پھر مُنہ کھولکر ان رشیوں کو یہ ہدایت نہ دی کہ دنیا میں میرے اَور بندے بھی ہیں جنہیں کوئی اور نبی میری طرف سے پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خاص تم چاروں سے ہی ہمیشہ کیلئے میرا یارانہ ہے سو تم اُن ملکوں میں بھی جاؤ اور وید کو ساتھ لیجاؤ سو نہ تو اُس پرمیشر نے اپنے ۲۳۲

بقیہ حاشیہ باری میں موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے۔ کہ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ میں تھی اور ایک راہب جو اُس پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اِس انجیل کی تلاش میں تھا وہ پوپ کی الماری میں جبکہ پوپ سویا ہوا تھا اِس انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اُس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لیگیا اور نام آنحضرتؐ کا یعنی محمد رسول اللہؐ کھلا کھلا انجیل میں لکھا ہوا دیکھ کر مسلمان ہوگیا پس اِس فاضل انگریز کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب پوپوں کے کتب خانوں میں چاروں انجیلوں میں شامل کر کے عزت کے ساتھ رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اس انجیل کو پڑھکر مسلمان ہوتے تھے۔ پادری صاحبوں نے آج تک اپنی کتابوں میں جو ہندوستان میں اکثر اردو میں تالیف کیں اس انجیل کا کسی کتاب میں تذکرہ نہیں کیا اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں سے ایسے لوگ بہت کم ہونگے جن کو یہ معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کے پاس ان چار انجیلوں کے علاوہ پانچویں انجیل بھی ہے جس کو پڑھکر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں لیکن اب پادری صاحبوں نے اسقدر اپنے مُنہ سے اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمد صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس میں لکھا ہوا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکھدیا ہوگا چنانچہ پادری ٹھاکر داس نے بھی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۳۰ میں کسی قدر عبارت انجیل برنباس کی جسمیں نام آنحضرتؐ یعنی محمد رسول اللہؐ ایک پیشگوئی حضرت مسیح میں لکھا ہوا ہے نقل کر کے آخر میں یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن ابتک عیسائی لوگ مسلمانوں کے ان سوالات کے مدیون ہیں کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کے روبرو کیا اور کیوں وہ جعلی کتابیں پوپوں کے کتب خانوں میں الہامی کتابوں کے ساتھ بعزت تمام رکھی گئیں اور کیوں بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری اُن کتابوں کو پڑھ کر اور ۲۴۱

رشیوں کو یہ ہدایت دی اور نہ دوسرے ملکوں پر کبھی مستقل طور پر رحمت کی۔ ہزاروں اور لاکھوں
اُن میں مکار اور فریبی تو آئے مگر صادق منجانب اللہ ملہم ہو کر ایک بھی نہ آیا کیا یہ ایسا خیال ہے
۲۴۳ کہ کسی راستباز کا نور قلب اُس کو قبول کر سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ جو رب العالمین ہے اُسکی یہی سیرت و

۲۴۲ **بقیہ حاشیہ** اللہ فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔
ایک بڑی پیشگوئی حضرت مسیح کی جو انجیل متی باب ۲۱ میں لکھی ہے آنحضرت صلعم کی جلالیت تامہ اور مظہر تام الوہیت ہونے میں ان لوگوں کے لئے بڑا قوی ثبوت ہے جو ذرا آنکھیں کھول کر اس پیشگوئی کو پڑھیں کیونکہ اس پیشگوئی میں جو آیت ۳۳ سے شروع ہوتی ہے اُن تینوں قسموں کے قرب کی خوب ہی تصریح کی گئی ہے جنکا ثابت کرنا اس حاشیہ کا اصلی مدعا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کیلئے اُنسے پہلے آئے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے جو پہلا درجہ ہے۔ اور پھر اپنے لئے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اُس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا جو بیٹے کے مارے جانیکے بعد آئیگا جو باغ کا مالک
۲۴۳ اور نوکروں کا آقا اور اُس بیٹے کا باپ مجازی طور پر ہے۔* یہ بات نہایت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جس طرح نوکروں کے آنے اور بیٹے کے آنے سے مراد وہ نبی تھے جو وقتاً فوقتاً آتے گئے اسی طرح اس تمثیل میں مالک باغ کے آنے سے بھی مراد ایک بڑا نبی ہے جو نوکروں اور بیٹے سے بڑھکر ہے جسپر تیسرا درجہ قرب کا ختم ہوتا ہے وہ کون ہے؟ وہی نبی ہے جسکا اسی انجیل متی میں فارقلیط کے لفظ سے وعدہ دیا گیا ہے اور جسکا صاف اور صریح نام محمد رسول اللہ انجیل برنباس میں موجود ہے۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح جیسا ایک نبی قرب کے تینوں درجوں کے بیان کرنے میں صرف دو ٹکڑے اُنمیں سے بیان کر کے رہ جاوے اور تیسرے ٹکڑہ کے مصداق کی طرف کچھ بھی اشارہ نہ کرے بیشک ہر یک عاقل اس پیشگوئی پر غور کر کے بہ یقین کامل سمجھ لیگا کہ یہ تین تمثیلیں تینوں قسم کے نبیوں کی طرف اشارات ہیں اور خود تینوں قسم کا قرب ایک ایسی ضروری اور شاندار صداقت ہے کہ بجز اُس

۲۴۲ * **حاشیہ در حاشیہ** بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم کی ہوگی یہ قول غالباً اُسی مناسبت بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ جب عالم تمثیل میں حضرت مسیح آنحضرت صلعم کے بطور بیٹے کے ٹھیرے تو انکی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی منہ

صفت ہونی چاہیئے ؟ دیکھو اسکے مقابل پر کیا ہے سچا اور پُر صداقت و انصاف قول ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ یعنی کوئی ملک آباد نہیں جس میں پیغمبر اور مصلح نہیں گذرا اور نیز فرماتا ہے اعلموا

بقیہ حاشیہ ۔ خاص شخص کے جسکی عقل کو طوفان تعصب بکلّی تحت الثرا میں لے گیا ہو ہر ایک فرقہ اور قوم کا آدمی معارف یقینیہ سے سمجھتا ہے۔

اور یہ بات کہ کیونکر اور کس طرح معلوم ہوا کہ انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب الوہیّت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو ص۲۲۴
حضرت سیّدنا و مولٰنا محمدؐ ہیں ص۲۲۴ اور باقی سب رُسل و غیر رُسل اُس سے مراتب میں کم ہیں ہاں بعض طبائع ظلّی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنی کے اُس کمال کو پاتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلٰی و اصفٰی و ارفع و اعلٰی طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اُسی کو حاصل ہے اس سوال کے جواب میں ہم پہلے بھی کسی قدر تحریر کر آئے ہیں کہ وجدان صحیح اور دلائل معقولہ اس بات کو چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو واحد لاشریک ہے اور وحدت کو دوست رکھتا ہے وہ مصدر وحدت ہو یعنی اُس کا طرز پیدائش متفرق اور پریشان طور پر نہ ہو بلکہ اُس نے مخلوقات کے تمام افراد کو ایک احسن انتظام وحدت سے ظہور پذیر کیا ہو اور اسی پر ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی شہادت دے رہا ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے لیکر انسان تک نظر پہنچاتے ہیں یا ہم ایک ایسے آدمی سے جسکی علمی و عملی قوتیں نہایت ہی ضعیف یا پُر ظلمت ہیں ایک اعلیٰ درجہ کی فطرت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو تمام سلسلہ مخلوقات کا ہمیں یوں نظر آتا ہے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم عمودی ہے جسکی ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے۔ سو ہمیں اس خط پر نظر ڈالنے سے بناچاری ماننا پڑتا ہے کہ یہ سلسلہ مخلوقات ادنیٰ مخلوق سے لیکر ایک اعلیٰ مخلوق تک پہنچتا ہے اور ایسی عمدہ ترتیب سے یہ سلسلہ اوپر کو چڑھتا گیا ہے کہ بعض حیوان درمیان میں ایسے آگئے ہیں کہ اُنپر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے ص۲۲۵ کہ گویا وہ انسان اور حیوان میں برزخ ہیں مثلاً بندر۔ ص۲۲۵
اور یہ دقیقہ کہ تمام کامل انسانوں میں سے ایک ہی اکمل و اتم انسان پر اختتام سلسلہ کائنات ہوتا ہے یہ ایک ایسے دائرہ کے کھینچنے سے جو دو قوسوں پر مشتمل ہو سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ وجود واجب و ممکن جس تناسب سے روحانی طور پر واقعہ ہے اگر اُس امر معقول کو ایک صورت محسوسہ

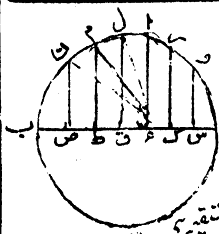
ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتہا یعنی عادت اللّٰہ قدیم سے یہی جاری ہے کہ جب زمین مرجاتی ہے تو اُسے نئے سرے زندہ کرتا ہے یہ نہیں کہ ایک ہی بارش پر ہمیشہ کے لئے کفایت کرے خیال کرنا چاہیئے کہ کیسی اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جو الہامات تازہ بتازہ کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا لیکن ص۲۴۲

بقیہ حاشیہ میں دکھلایا جائے تو ایک ایسی دائرہ کی شکل نکل آئیگی جس کا انقسام دو قوسوں پر ہوگا جن میں سے ایک قوس اعلےٰ اور دوسرا قوس ادنےٰ ہوگا اس طرح پر قوس اعلےٰ تقسیم و انقسام سے بکلّی منزہ اور درک عقل و فہم و قیاس و گمان سے بالاتر ہے لیکن قوس ادنیٰ جو موجودات ممکن الوجود کا قوس ہے وہ باعتبار شدّت و ضعف و زیادت نقصان مراتب متفاوتہ و مختلفہ پر مشتمل ہے کیونکہ یہ بانتہایت ظاہر ہے کہ انسانی ترقیات کا سارا سلسلہ وتر کے کسی ایک ہی نقطہ پر ختم نہیں ہوسکتا وجہ یہ کہ جس نقطہ فطرتیہ سے کوئی نفس اوپر کو ترقی کرنا شروع کریگا اُسکی سیدھی رفتار اُسی نقطہ انتہائی تک ہوگی جو اُسکی جبلّت اور استعداد کے پیش رو پڑا ہُوا ہے اب فرض کرو کہ مثلاً نقاط ج د ب ک جو استعدادات مختلفہ انسانیہ کے فطرتی نقطے ہیں نقاط ع ص ط م تک جو اُن کے پیش رو نقاط پڑے ہیں جنکی طرف وہ بخط مستقیم قدم بڑھا سکتے ہیں ترقی کریں تو یہ خطوط مستقیمہ ترقی کی اپنی عمودی حالت میں وتر کے اُن اُن نقاط کو جا ملیں گے جو ٹھیک ٹھیک اُن کے محاذات میں پڑے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سفلی قوس میں ایک نقطہ ایسا بھی ضرور ہے کہ جو ٹھیک ٹھیک نقطہ مرکز کے محاذ ہے اب فرض کرو کہ وہ نقطہ ج ہے جو مرکز ع کے محاذ اسی طرح نقطہ د کا خط ص اور نقطہ ب کا خط ط اور نقطہ ک کا خط م کا محاذ ہے جبکہ یہ امر بہ بداہت ظاہر ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ثبوت ہندسے سے باستعانت اُنیسویں شکل مقالہ اول اقلیدس و ستالیسویں شکل مقالہ مذکورہ بپایہ صداقت پہنچ سکتا ہے کہ اگر کسی طرف محیط کے کئی نقاط فرض کرکے قطر دائرہ تک خطوط مستقیمہ عمودی حالت میں کھینچے جائیں تو سب سے بڑا وہ خط مستقیم ہوگا ص۲۲۶

قوس اعلیٰ وجود قدیم
ع ص ط م
قوس ادنیٰ وجود محدث
ج د ب

ویدکے رو سے تو کروڑہا برس ہوئے کہ وہ بند ہو گیا اور اب اُس کے پرانے کاغذات پنڈتوں
کے چرکین اور پُر آلائش بستنوں میں دبے پڑے ہیں ص۲۲۵ جن کو کچھ تو نفسانی تحریفوں کے کیڑے ص۲۲۵
نے کھالیا اور کچھ وہ پہلے ہی سے بودی اور سو را خدار اور فطرتی عفونتوں کو ساتھ رکھتی ہیں۔

بقیہ حاشیہ جو نقطہ مرکز تک پہنچیگا ص۲۲۷ اور یہ امر اس بات کو ثابت کرنیوالا ہے کہ نقطہ مرکز تمام ص۲۲۷
نقاط وتر قوسین کی نسبت جو ترقیات انسانیہ کے انتہائی نشان ہیں ارفع و اعلیٰ ہے پس اس سے
بالضرورت ماننا پڑتا ہے کہ جس قدر مختلف استعدادیں قوس بشریت میں داخل ہیں انہیں سے
صرف ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادات کی نسبت بلند تر و کامل تر ہے۔
اور ثبوت اس بات کا جو صاحب اُس استعداد کامل کا اصلی و حقیقی طور پر جناب سیدنا و مولنا
حضرت محمد مصطفٰے صلعم ہیں ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جن میں سے بعض کو ہم نے اسی حاشیہ
میں لکھدیا ہے اور نیز ایک عمدہ ثبوت اس بات کا قرآن شریف سے بھی مل سکتا ہے کیونکہ کمالیت
وحی حسب کمالیت مورد وحی ہوا کرتی ہے جسقدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے جوہر
فطرت مصفا ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں ہوتے ہیں ص۲۲۸ اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ص۲۲۸
ہوتی ہے اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے اسیقدر اُسکی وحی میں کمال ہوتا
ہے۔ اب ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے جس کو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنیکو تیار ہیں



حاشیہ در حاشیہ ص۲۲۶ فرض کرو کہ دائرہ ا ب س ج کی قوس ب ج ل میں نقاط ص۲۲۶
د ر ا ل م ن سے خطوط مستقیم د س و ر ک و ا ع و ل ق و
م ط و ن ص و ج ب قطر کی نقاط س و ک و ع و ق و
ط و ص تک عمودی حالت میں کھینچے ہوئے ہیں اور انہیں ا ع وہ خط مستقیم ہے
جو کہ مرکز ع تک کہ نقطہ ا کا محاذی ہی کھینچا ہوا ہے ص۲۲۷ اب ہم ثابت کرینگے کہ ان خطوط میں سب سے بڑا ا ع ہوگا ص۲۲۷
جو مرکز تک کھینچا ہوا ہے۔ ملاؤ ع ل و ع م و ع ن بموجب فرض کے زاویہ ق قائمہ ہے تو بحکم ۳۲ ش
م ۱) زاویہ ل ع ق حادہ ہوا اسلئے (بحکم ۱۹ ش م ۱) کے ضلع ل ع بڑا ہوا ضلع ل ق سے اور

اب ہم اپنی پہلی کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ وید برکات روحانیہ اور محبّت الٰہیّہ
تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے اور کیونکہ قاصر و عاجز نہ ہو وہ وسائل جنسے یہ نعمتیں حاصل
ص۲۴۶ ہوتی ہیں یعنی طریقہ حقّہ خدا شناسی و معرفت نعماء الٰہی و بجا آوری اعمال صالحہ و تحصیل اخلاق

بقیہ حاشیہ کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر یک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے اور
اسکے اثبات میں کسی قدر ہم کتاب براہین میں لکھ بھی چکے ہیں اور اکثر حصّہ اُس کتاب کا جو انشاء اللہ رسالہ
سراج منیر کے بعد چھپنا شروع ہوگا انہیں ثبوتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہم نے اپنی کتاب براہین میں جسکے
ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہایت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف
اپنے معارف اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اُس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے
ص۲۴۷ انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی
ہے اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریمؐ کی رسالت ثابت کرنے کیلئے یہی بڑا بھاری معجزہ
اہل اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جو اب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے جیسے
آنحضرتؐ کے وقت میں موجود تھا اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ
پہلے کرتا تھا اب اس تمام تقریر کا مدّعا و خلاصہ یہ ہے کہ عند العقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر
منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیّت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمّد مصطفٰےؐ

ص۲۴۸ بقیہ حاشیہ در حاشیہ بموجب فرض کے زاویہ ق و ط ہر ایک قائمہ ہے اسلئے بحکم ۴۷ ش م ۱ مربع ع ل
برابر ہوا مربع ل ق اور ق ع کے اور مربع ع م کا برابر ہے مربع ع ط اور ط م کے۔
ص۲۴۹ چونکہ (بحکم ۱۵ اصول م ۱) خط مستقیم ع ل برابر ہے ع م کے اس لئے مربع ع ق اور ق ل کا برابر ہوا مربع ع ط
اور ط م کے اور ظاہر ہے کہ خط ع ق چھوٹا ہے ع ط سے اسلئے مربع ل ق بڑا ہوا مربع م ط سے پس خط مستقیم
ل ق بڑا ہوا خط مستقیم م ط سے۔ اسی طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ م ط بڑا ہے ن ص سے علیٰ ہذا ثابت
ص۲۵۰ ہو سکتا ہے کہ ۲ ع ۶ بڑا ہے س ک سے اور س ک بڑا ہے و س سے۔ پس ثابت ہوا کہ ۲ ع جو مرکز تک
کھینچا ہے سب خطوط سے بڑا ہے یہی ہمارا دعویٰ تھا فقط منہ

مرضیہ و تزکیہ نفس عن رذائل نفسیہ ان سب معارف کے صحیح اور حق طور پر بیان کرنے سے وید بکلی
محروم ہے کیا کوئی آریہ صفحۂ زمین پر ہے کہ ہمارے مقابل بیان امور میں وید کا قرآن شریف
ص ۲۴۷ سے مقابلہ کرکے دکھلاوے؟ اگر کوئی زندہ ہو تو ہمیں اطلاع دے اور جس امر میں امور
دینیہ میں سے چاہے اطلاع دے تو ہم ایک رسالہ بالتزام آیات بینات و دلائل عقلیہ
قرآنی تالیف کرکے اس غرض سے شائع کر دینگے کہ تا اسی التزام سے وید کے معارف
اور اسکی فلاسفی دکھلائی جائے اور اس تکلیف کشی کے عوض میں ایسے وید خوان
ص ۲۴۸ کے لئے ہم کسی قدر انعام بھی کسی ثالث کے پاس جمع کرا دینگے جو غالب ہونے کی حالت
میں اُس کو ملے گا۔ شرط یہی ہے کہ وہ ویدوں کو پڑھ سکتا ہو تا ہمارے وقت کو ناحق
ضائع نہ کرے۔

جاننا چاہیئے کہ جو شخص حق سے اپنے تئیں آپ دور لے جاوے اسکو ملعون کہتے
ہیں اور جو حق کے حاصل کرنے میں اپنے نفس کی آپ مدد کرے اُسکو مقرون کہتے

بقیہ حاشیہ کے لئے مسلم ہے جس کی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بے شمار
سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کرکے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وللہ در القائل ؎
ص ۲۵۰ محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں کہتا ہوں
کہ اُسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی ؎ کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰؐ کو
پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا اللّٰھم صل
علٰے سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ الحمد
للہ الذی ھدیٰ قلبنا لحبہ ولحب رسولہ وجمیع عبادہ المقربین

تا بر رخم نظر شد از مہر و ماہ مارا۔ کردست سیم خالص قلب سیاہ مارا ؎
ص ۲۵۱ لطف عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند۔ ہر چند مے زنند ایں اغیار راہ مارا ؎
در کوئے دلستانم چوں خاک گشتہ شب و روز۔ دیگر نشان چہ باشد اقبال و جاہ مارا ؎
منہ

ہیں اب ہمارے مقابل پر مقرون یا ملعون بننا آریوں کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی باتمیز آریہ جو ص۲۴۹
ویدوں کی حقیقت سے خبر رکھتا ہو موازنہ و مقابلہ وید و قرآن کی نیت سے تین ماہ کے
عرصہ تک میدان میں آگیا اور ہماری طرف سے جو رسالہ بحوالہ آیات و دلائل قرآنی تالیف
ہو وید کی شرتیوں کی رو سے اُس نے رد کر کے دکھلا دیا تو اُس نے وید اور وید کے
پیروؤں کی عزت رکھ لی اور مقرون کے معزز خطاب سے ملقب ہو گیا لیکن اگر اس عرصہ ص۲۵۰
میں کسی ویدوان نے تحریک نہ کی تو وہ خطاب جو مقرون کے مقابل پر ہے سب نے
اپنے لئے قبول کر لیا اور اگر پھر بھی باز نہ آویں تو آخر الحیل مباہلہ ہے جس کی طرف ہم پہلے
اشارت کر آئے ہیں مباہلہ کے لئے وید خوان ہونا ضروری نہیں ہاں باتمیز اور ایک باعزت اور
نامور آریہ ضرور چاہیئے جس کا اثر دوسروں پر بھی پڑ سکے سو سب سے پہلے لالہ مرلیدھر صاحب
اور پھر لالہ جیون داس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور اور پھر منشی اندرمن صاحب مراد آبادی
اور پھر کوئی اور دوسرے صاحب آریوں میں سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں
مخاطب کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ وید کی اُن تعلیموں کو جن کو کسی قدر ہم اس رسالہ میں ٭ بیان کی گئی ہیں
اُن کو باطل اور دروغ خیال کرتے ہیں تو اس بارہ میں ہم سے مباہلہ کریں اور کوئی مقام
مباہلہ کا برضامندی فریقین قرار پا کر ہم دونوں فریق تاریخ مقررہ پر اُس جگہ حاضر ہو جائیں
اور ہر یک فریق مجمع عام میں اُٹھ کر اُس مضمون مباہلہ کی نسبت جو اس رسالہ کے
خاتمہ میں بطور نمونہ اقرار فریقین قلم جلی سے لکھا گیا ہے تین مرتبہ قسم کھا کر تصدیق
کریں کہ ہم فی الحقیقت اُس کو سچ سمجھتے ہیں اور اگر ہمارا بیان راستی پر نہیں تو ہم پر اسی
دنیا میں وبال اور عذاب نازل ہو۔ غرض جو جو عبارتیں ہر دو کاغذ مباہلہ میں مندرج ہیں
جو جانبین کے اعتقاد ہیں بحالت دروغگوئی عذاب مترتب ہونے کے شرط پر اُن کی تصدیق
کرنی چاہیئے اور پھر فیصلہ آسمانی کے انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی پھر
اگر برس گذرنے کے بعد مؤلف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا یا حریف
مقابل پر نازل نہ ہوا تو ان دونوں صورتوں میں یہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھیریگا
جس کو برضامندی فریقین خزانہ سرکاری میں یا جس جگہ باسانی وہ روپیہ مخالف کو

٭ تحریر کر چکے ہیں۔ فی الحقیقت صحیح اور سچ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے مقابل جو قرآن شریف کے اصول اور تعلیمیں اسی رسالہ میں ص۲۵۱

مل سکے داخل کر دیا جائیگا اور در حالت غلبہ خود بخود اُس روپیہ کے وصول کرنے کا فریق مخالف مستحق ہوگا اور اگر ہم غالب آئے تو کچھ بھی شرط نہیں کرتے کیونکہ شرط کے عوض میں وہی دُعا کے آثار کا ظاہر ہونا کافی ہے اب ہم ذیل میں مضمون ہر دو کاغذ مباہلہ کو لکھ کر رسالہ ہذا کو ختم کرتے ہیں و باللہ التوفیق ؂

---

۲۵۲ نمونہ مضمون مباہلہ از جانب مؤلف رسالہ ہذا ۲۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

بعد حمد و صلوٰۃ میں عبداللہ الاحد الصمد احمد ولد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم (جو مؤلف کتاب براہین احمدیہ ہوں) حضرت خداوند کریم جلشانہ وعزّ اسمہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے اکثر حصّہ اپنی عمر عزیز کا تحقیق دین میں خرچ کر کے ثابت کر لیا ہے کہ دنیا میں سچّا اور منجانب اللہ مذہب دین اسلام ہے اور حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم خدائے تعالیٰ کے رسول اور افضل الرسل ہیں اور قرآن شریف اللہ جلشانہ کا پاک و کامل کلام ہے جو تمام پاک صداقتوں اور ۲۵۳ سچائیوں پر مشتمل ہے اور جو کچھ اُس کلام مقدس میں ذکر کیا گیا ہے کہ ۲۵۳ اللہ تعالیٰ اپنے وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور اپنے

دوسرے جمیع صفات میں واحد لاشریک ہے اور سب مخلوقات کا خالق اور سب ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق اور وفادار ایمانداروں کو ہمیشہ کے لئے نجات دیگا اور وہ رحمان اور رحیم اور توبہ قبول کرنیوالا ہے ایسا ہی دوسری صفات آلہیّہ و دیگر تعلیمات جو قرآن شریف میں لکھی ہیں یہ سب صحیح اور درست ہیں اور مَیں دلی یقین سے اِن سب امور کو سچ جانتا ہوں اور دل و جان سے اُن پر یقین رکھتا ہوں اور اگرچہ ان کی سچائی پر صدہا عقلی دلائل جو قطعی اور یقینی ہیں اللہ جلشانہ نے مجھ کو عطا کی ہیں لیکن ایک اور فضل اُس کا مُجھ پر یہ بھی ہوا ہے جو اُس نے براہ راست مجھ کو اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے دوہرا ثبوت ان سچّائیوں کا مجھ کو دیدیا ہے اب میری یہ حالت ہے کہ جیسے ایک شیشہ عِطر خالص سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میرا دل اِس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام
۲۵۴ قرآن شریف تمام برکات دینیہ کا مجموعہ ہے اور فی الحقیقت خدا تعالےٰ سب موجودات کا موجد اور تمام ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ اور ہر قسم کی خیر اور نیکی اور فیض کا مبدء ہے اور اُس کا پاک رسول احمد مجتبےٰ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سچا وصادق وکامل نبی ہے جس کی پیروی پر فلاحِ آخرت موقوف ہے لیکن میرا فلاں مخالف (اس جگہ اُس مخالف کا نام جو مباہلہ کے لئے بالمقابل آئیگا لکھا جائیگا) جو اسوقت میرے مقابلہ کے لئے حاضر ہے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نعوذ باللہ جناب سیدنا محمد مصطفیٰ صلعم سچے نبی نہیں ہیں اور جعلسازی سے قرآن شریف کو بنالیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ نہیں اور کسی پرستار اور سچے ایماندار کو نجات ابدی کبھی نہیں ملیگی اور جو کچھ ویدوں میں بھرا ہوا ہے وہ حقیقت میں سب سچ ہے اور اُسکے برخلاف جو قرآن شریف میں ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ سو اے خدائے قادرِ مطلق تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے بیانات میں اور اپنے عقائد میں جھوٹا ہے اور بصیرت کی راہ سے نہیں بلکہ تعصّب اور ضد کی راہ سے ایسی باتیں مُنہ پر لاتا ہے جن پر یقین کرنیکے لئے کوئی قطعی دلیل اُسکے ہاتھ میں ۲۵۵ نہیں اور نہ اُس کا دل نورِ یقین سے بھرا ہوا ہے بلکہ سراسر ضد اور طرفداری اور ناخدا ترسی سے ایسی باتیں بناتا ہے جن پر اُس کا دل قائم نہیں اُسپر تو اے قادرِ کبیر ایک سال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر اور اُس کی پردہ دری کر کے

جو شخص حق پر ہے اُسکی مدد فرما اور لعنت سے بھرے ہوئے دُکھ کی مار ایسے شخص کو پہنچا کہ جو دانستہ سچائی سے دُور اور راستی کا دشمن اور راستبازوں کا مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیرے ہی ہاتھ میں ہے آمین یارب العالمین ۔ فقط

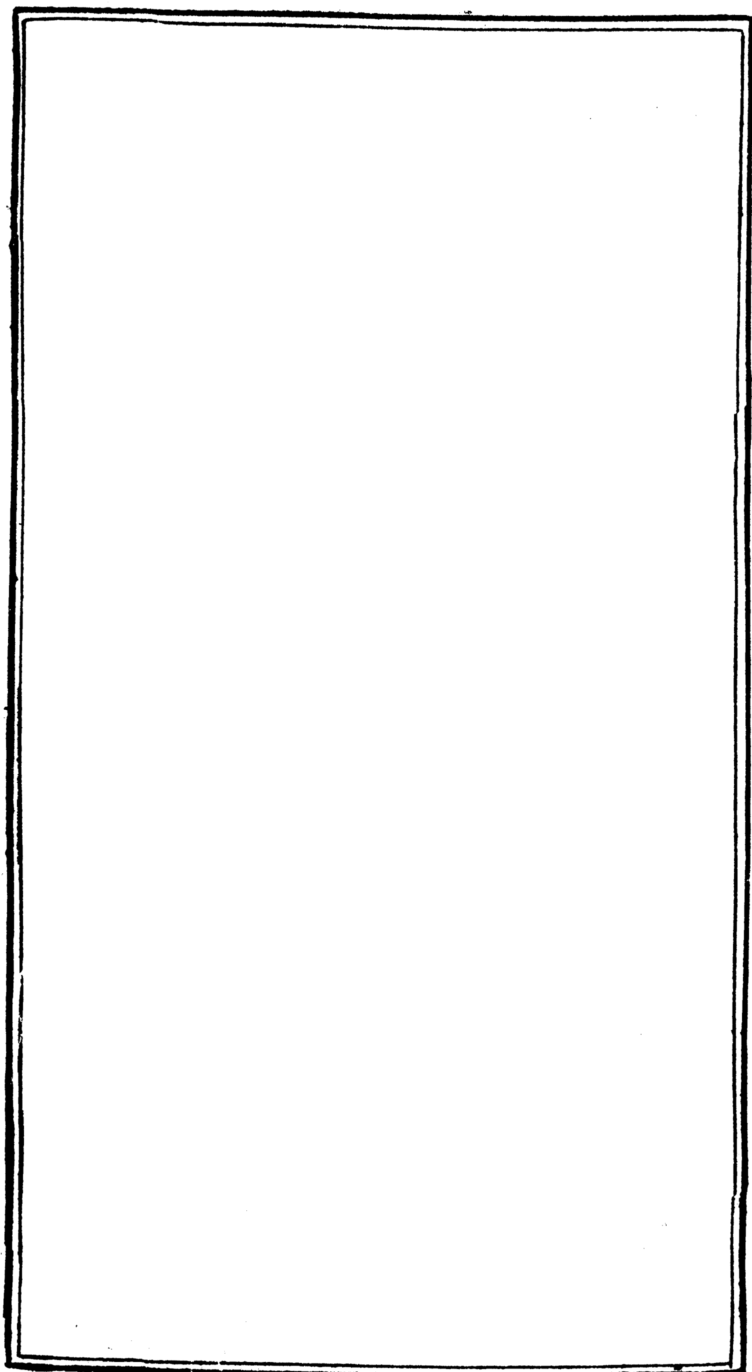
نمونہ مضمون مباہلہ از طرف صاحب فریق مخالف

میں فلاں ابن فلاں قسم کھا کر اور حلف اُٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اوّل سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور اُسکے دلائل کو بخوبی سمجھ لیا میرے دل پر اُن دلیلوں نے کچھ اثر نہیں کیا اور نہ میں اُن کو سچ سمجھتا ہوں اور میں اپنے پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ ویدوں میں لکھا ہے میں اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں کہ میری روح اور جیو کا کوئی ربّ یعنی پیدا کنندہ نہیں ایسا ہی میرا جسمی مادہ بھی پیدا کرنیوالے سے بکلّی بے نیاز ہے ۔ میں پرمیشر کی طرح خود بخود ہوں اور واجب الوجود اور قدیم اور انادی ہوں ۔ میری روح اور میرا جسمی مادّہ کسی دوسرے کے سہارے سے نہیں بلکہ قدیم سے یہ دونوں ٹکڑے میرے وجود کے قائم بالذات ہیں ایسا ہی وید کی اِس تعلیم پر بھی میرا کامل یقین ہے کہ مکتی یعنی نجات ہمیشہ کے لئے کسی کو

۲۵۶

نہیں مل سکتی اور ہمیشہ عزت کے بعد ذلت کا دورہ لگا ہوا ہے میں وید کی ان
سب تعلیموں کو دلی یقین سے مانتا ہوں کہ پرمیشر ایک ذرہ کے پیدا کرنے پر
بھی قادر نہیں اور نہ بغیر عمل کسی عامل کے ایک ذرہ کسی پر رحمت کر سکتا ہے
اور نہ بغیر ہزاروں جونوں میں ڈالنے کے ایک ذرہ گناہ توبہ یا استغفار
یا سچی پرستش اور محبت سے بخش سکتا ہے اور میں وید کے رو سے
اِس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشر کا کلام ہے جو ہمیشہ
اور قدیم سے ہر نئی دنیا میں ہمارے ہی آریہ دیس میں چار رشیوں پر
جو اگنی اور وایو وغیرہ ہیں اُترتا رہا ہے کبھی اُس سے باہر نہیں اُترا اور نہ
ح۲۵۷ کبھی ہماری زبان سنسکرت کے سوا کسی دوسری زبان میں آیا اور ہمارے
دیس سے باہر جو ہزاروں پیغمبر آئے ہیں اور کئی کتابیں لائے ہیں میں
دلی یقین سے اُن سب کو جعلساز اور اُن کی کتابوں کو جعلی تحریریں خیال کرتا
ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اُن غیر ملکوں میں سب جھوٹے آتے رہے
کبھی ایک مُلہم بھی سچا نہیں آیا اور یہ سچائی ہمارے آریہ دیس سے ہی خاص
رہی اور اُسی سے پرمیشر کا دائمی تعلق اور پیوند رہا ہے اور ہمیشہ آئندہ بھی
اُسی سے رہیگا ایسا ہی میں قرآن اور اُس کے اصولوں اور تعلیموں کو جو

وید کے اصولوں اور تعلیموں سے برخلاف ہے جھوٹ اور جعل جانتا ہوں لیکن
میرا فریق مخالف جو مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا
ہے اور اُسکی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے اور وید اور اُس کے
اِن اصولوں اور دوسری تعلیموں کو جو قرآن کے مخالف ہیں سراسر غلط اور
جھوٹ خیال کرتا ہے سو اب اے ایشر تو ہم دونوں فریقوں میں سچّا فیصلہ کر
اور جس فریق کے اصول اور اعتقاد جھوٹے اور ناپاک ہیں جن کو وہ کسی ناپاک
.. .. کتاب کے رو سے مانتا ہے اُسکو ذلیل اور رسوا کر اور ہم
۲۵۸ دونوں میں سے وہ شخص جو تیری نظر میں کاذب اور دروغگو ہو اور اُسکے عقائد اور
اصُول تیری توہین اور ہتک عزّت کا موجب ہیں اور دانستہ اُنکا پابند ہو رہا ہے
اُسکو اے ایشر ایسے دُکھ کی مار پہنچا اور ایسی لعنت سی بھری ہوئی اُسکی رسوائی کر
کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ لعنت کا اثر جو عذاب مولم ہے ظاہر ظاہر اُسکو
پہنچ جائے اے ایشر تو ایسا ہی کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیری
حضور میں عزّت نہیں پا سکتا۔ آمین فقط



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰے رسولہ الکریم

اشتہار صداقت انوار

بغرض دعوت مقابلہ چہل روزہ

گرچہ ہر کس زرہ لاف بیانی دارد صادق آنست کہ از صدق نشانی دارد

ہمارے اشتہارات گذشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اَور صاحب مخالف اسلام ہیں اگر اُن میں سے کوئی صاحب ایک سال تک قادیان میں ہمارے پاس آکر ٹھہرے تو درصورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس ۲۴ سو روپیہ انعام پائیگا مستحق ہوگا سو ہرچند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کراکر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے بلکہ منشی اندرمن صاحب کے لئے تو مبلغ چوبیس ۲۴ سو روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا تو وہ کنارہ کرکے فرید کوٹ کی طرف چلے گئے ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور ان کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دوچند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کرکے ایک سال تک ٹھیرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس ۴۰ دن تک ہی ٹھیرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بے فروغ اشتہارات چھپوائے سو اُنکے لئے تو رسالہ سُرمہ چشم آریہ میں دوبارہ یہی چالیس ۴۰ دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے ناظرین اسکو پڑھ لیں لیکن یہ اشتہار اتمام حجّت کی غرض سے بمقابل منشی جیونداس صاحب سیکرٹری آریہ

کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مرادآبادی جو گویا وہ سرا مصرعہ سوامی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عماد الدین صاحب امرتسری اور پادری ٹھاکرداس صاحب مؤلف کتاب اظہار عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمائش و مقابلہ کرنا چاہیں وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو رہیں اور برابر حاضر رہیں پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلاویں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلا توقف انکو دیا جائیگا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بپایہ صداقت پہنچ گئی تو صاحب مقابل کو شرف اسلام مشرف ہونا پڑیگا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یاد داشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلّم ہوگا بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائیگا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا انکی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلاویں اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو حجت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہرحال انہیں مسلمان ہونا پڑیگا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہو کر انعقاد پا جائینگی چنانچہ اس رسالہ کے شائع ہونے کے وقت سے یعنی ۲۰۔ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے اس مقابلہ کیلئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائیگا کہ وہ گریز کر گئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ　　المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

دربارہ کتاب لاجواب کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ جو آریوں کے وید اور اُن کے عقائد اور اصول کو باطل اور رد و راستی صدق ثابت کرتی ہے۔

سرمہ چشم آریہ پر در و پر زگوہر ست ۔ بیں ز سر جستجو سال ظاہر ست +

۱۳۰۳

یہ کتاب یعنی رسالہ سرمہ چشم آریہ بتقریب مباحثہ لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو عقائد باطلہ وید کی بکلّی بیخکنی کرتی ہے اس دعویٰ اور یقین سے لکھی گئی ہے کہ کوئی آریہ اس کتاب کا ردّ نہیں کر سکتا کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی اور اگر کوئی آریہ صاحب ان تمام وید کے اصولوں اور اعتقادوں کو جو اس کتاب میں ردّ کیے گئے ہیں سچ سمجھتا ہے اور اب بھی وید اور اُسکے ایسے اصولوں کو ایشرکرت ہی خیال کرتا ہے تو اُسکو اُسی ایشر کی قسم ہے کہ اس کتاب کا ردّ لکھ کر دکھلاوے اور پانسو روپیہ انعام پاوے یہ پانسو روپیہ بعد تصدیق کسی ثالث کے جو کوئی پادری یا برہمو صاحب ہونگے دیا جائیگا اور ہمیں یہاں تک منظور ہے کہ اگر منشی جیون داس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور جو اس گرد و نواح کے آریہ صاحبوں کی نسبت سلیم الطبع اور معزز اور شریف آدمی ہیں بعد ردّ چھپ جانے اور عام طور پر شائع ہو جانے کے مجمع عام علماء مسلمانوں اور آریوں اور معزز عیسائیوں وغیرہ میں مع اپنے عزیز فرزندوں کے حاضر ہو کر اور پھر اٹھکر قسم کھالیں کہ ہاں میرے دل نے بہ یقین کامل قبول کر لیا ہے کہ سب اعتراضات رسالہ سرمہ چشم آریہ جن کو میں نے اوّل سے آخر تک بغور دیکھ لیا ہے

+ حاشیہ - یہ شعر نتائج طبع مولوی محمد یوسف صاحب سنوری سے ہے جزاہم اللہ خیرا منہ

اور خوب توجہ کر کے سمجھ لیا ہے* اس تحریر سے ردّ ہو گئے ہیں اور اگر میں دلی اطمینان اور پوری سچائی سے یہ بات نہیں کہتا تو اس کا ضرر اور وبال اسی دنیا میں مجھ پر اور میری اسی اولاد پر جو اس وقت حاضر ہے پڑے تو بعد ایسی قسم کھا لینے کے صرف منشی صاحب موصوف کی شہادت سے پانسو روپیہ نقد ردّ کنندہ کو اسی مجمع میں بطور انعام دیا جائیگا۔ اور اگر منشی صاحب موصوف عرصہ ایک سال تک ایسے قسم کے بد اثر سے محفوظ رہے تو آریوں کے لئے بلاشبہ یہ حجت ہو گی کہ صاحب موصوف نے اپنی دلی صداقت سے اپنے علم اور فہم کے مطابق قسم کھائی تھی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتھر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

---

*حاشیہ۔ اس جگہ منشی جیون داس صاحب پر لازم ہوگا کہ سب اعتراضات مندرجہ رسالہ سرمہ چشم آریہ حاضرین کو صحیح صحیح طور پر سنا بھی دیں۔ منہ

اشتہار مفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیند نہ کرو پیارا

چونکہ آجکل اکثر ہندوؤں اور آریوں کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابیں عیسائیوں کی جو اسلام کی نکتہ چینی میں لکھی گئی ہیں دیکھ کر اور اُن پر پورا پورا اطمینان کرکے اپنے دلوں میں خیال کر لیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ اعتراضات درست اور واقعی ہیں۔ اس لئے قرین مصلحت سمجھ کر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دیجاتی ہے کہ اوّل تو عیسائیوں کی کتابوں پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خائنیں عناد پیشہ کو امین سمجھ بیٹھنا سراسر بے راہی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ دانشمند لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان میں آکر اپنے مذہب کی تائید میں دن رات ہزارہا منصوبے باندھ رہے ہیں یہ اُن کے جوش ایمانی کا تقاضا نہیں بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی اِن کو ایسے کاموں پر آمادہ کرتے ہیں اگر وہ انتظام مذہبی جس کے باعث سے یہ لوگ ہزارہا روپیہ تنخواہیں پاتے ہیں درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہیئے۔ کہ اِن کا جوش و خروش کہاں ہے۔ ماسوا اِس کے اِن لوگوں کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یوروپ کے مُلکوں میں جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہیں۔ وہ پادری کہلانے

سے کراہت اور عار رکھتے ہیں اور اُن کو اِن کے بیہودہ خیالات پر اعتقاد بھی نہیں بلکہ یورپ کے عالی دماغ حکما کی نگاہوں میں پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اُس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسی کو پادری کرکے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی گذر جاتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ درجہ کی علمی تحصیلوں اور لیاقتوں اور باریک خیالات سے بے نصیب ہے۔ اور جس قدر اِن پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کرکے اور بار بار ٹھوکریں کھاکر اپنے خیالات میں پلٹے کھائے ہیں اور طرح طرح کی ندامتیں اُٹھا کر پھر اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے یہ بات اُس شخص کو بخوبی معلوم ہوگی کہ جو اِن کے اور فضلاء اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابوں پر ایک محیط نظر ڈالے۔ اِن کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہیں۔ یا تو ایسے ہیں کہ جو سراسر افترا اور بہتان ہے جن کی اصلیت کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور یا ایسے ہیں کہ فی الحقیقت وہ باتیں ثابت تو ہیں لیکن محل اعتراض نہیں محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبّر کی وجہ سے اُن کو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہیں کہ کسی قدر تو سچ ہیں جو ایک ذرہ جائے اعتراض نہیں ہوسکتی اور باقی سب بہتان اور افترا ہیں جو اُن کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ اب افسوس تو یہ ہے کہ آریوں نے اپنے گھر کی عقل کو بالکل استعفا دیکر اُنکی اُن تمام دور از صداقت کارروائیوں کو سچ مچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے اور بعض آریہ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے ادھورا سا دیکھ کر یا کوئی قصّہ بے سروپا کسی جاہل یا مخالف سے سُن کر جھٹ پٹ اُس کو بنائے اعتراض قرار دیدیتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اُسکی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہروں کے نہایت ضعیف اور مُردہ کی طرح ہوجاتی ہے اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اُس کی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ

۳۰۳

جس قدر اصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات اُن میں ایک ذرا مواخذہ کے لائق نہیں اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور اُن سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مہلت کو چاہتا ہے اس لئے ہم اِس بارہ میں قرآن شریف کے اصول کے مُنکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر اُن کو اصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اوّل بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو اُن کی دانست میں سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرہ سے نسبت ہوتی ہے یعنی اُن کے سب اعتراضوں سے اُنکی نظر میں اقوی و اشدّ اور انتہائی درجہ کے ہوں جن پر اُن کی نکتہ چینی کی پُرزور نگاہیں ختم ہوگئی ہوں اور نہایت شدت سے دوڑ دوڑ کر اُنہیں پر جا ٹھہری ہوں سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کرکے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ ہوجائیگا کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے۔ تو پھر یہ چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہوجائینگے اور اگر ہم اُن کا کافی و شافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ اِن اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دُور از صداقت خیالات ہیں۔ تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جاویگا۔ لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیاں جو ہم اپنے اُن اصولوں یا تعلیموں میں ثابت کر کے دکھلاویں بمقابل اُن کے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسے بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لئے اوّل حلف اُٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہو گا اور پھر بعد میں ہم ان کے اعتراضات کا

جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شائع کرادینگے۔ اور جو اس کے بالمقابل اصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اس حملہ کے مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شائع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی علمائے ہیں سے ہو اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کرسکتا ہو تا ناحق ہماری اوقات کو ضائع نہ کرے اور اگر اب بھی کوئی منصف ہماری اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کرجائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اُتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدائے تعالیٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور بخیلوں اور متعصبوں کی گردن کا ہار کر رکھا ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بالآخر واضح رہے کہ اس اشتہار کے جواب میں ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائیگا اور اگر اس عرصہ میں علمائے آریہ وغیرہ خاموش رہے تو اُنہی کی خاموشی اُنپر حجت ہوگی ۔

المشتھر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار محک اخیار و اشرار

ہم نے الفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہی دکھایا کیا کیا

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اِس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدقِ دل سے اپنے مولیٰ کریم جل شانہ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمائشوں میں مُبتلا ہوتے ہیں اُن کو بدباطن لوگوں سے بہت رنج دہ باتیں سُننی پڑتی ہیں اور انواع اقسام کی مصائب و شدائد کو اُٹھانا پڑتا ہے اور نااہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگا رنگ کے بہتان اُن کے حق میں باندھتے ہیں اور اُنکے نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں یہی عادت اللہ اُن لوگوں سے جاری ہے جن پر اُس کی نظرِ عنایت ہے غرض جو اس کی نگاہ میں راستباز اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھاتے چلے آئے ہیں سو چونکہ سُنّت اللہ قدیم سے یہی ہے اس لئے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اُٹھائیں تو ہمیں شکر بجالانا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق تو ٹھیرے کہ اُس کی راہ میں دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں سو اس طرح پر دُکھ اُٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے لیکن جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ بعض دشمنانِ دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفائت نہیں کرتے بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ حتی الوسع اُن ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچا دیں۔

سو واضح ہو کہ بعض مخالف ناخدا ترس جنکے دلوں کو زنگ تعصّب و بخل سے سیاہ کر رکھا ہے ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرّف و مُبدّل کر کے اور کچھ کے کچھ معنی

بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں
اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع
کرتے ہیں تا دھوکا دیکر ان کے یہ ذہن نشین
کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی
تھی اُس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط
نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف
لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا کافی
سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ہم افسوس
بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزتوں اور
دیوثوں کو باعث سخت درجہ کے
کینہ اور بخل اور تعصب کے اب کسی کی
لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ
نہیں رہا اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی
لازمۂ انسانیت ہے وہ سب نیک
خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اُٹھ گئی
ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان میں وہ پیدا
ہی نہیں کیں اور جیسے ایک بیمار اپنی صحت یابی
سے نا امید ہوکر اور صرف چند روز زندگی
سمجھ کر سب پرہیزیں توڑ دیتا ہے اور جو
چاہتا ہے کھا پی لیتا ہے اسی طرح انہوں نے
بھی اپنی مرض کینہ اور تعصب اور دشمنی
کو ایک آزار لاعلاج خیال کر کے دل کھول کر
بدپرہیزیاں اور بے راہیاں شروع کی
ہیں جن کا انجام بخیر نہیں۔ تعصب اور
کینہ کے سخت جنون نے کیسی ان کی عقل
ماردی ہے نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ مارچ
۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند
موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی
گئی ہے اور اشتہار ۸ - اپریل ۱۸۸۶ء
میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس
میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد
رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہوگئی ہے
ہاں اس اشتہار میں ایک یہ فقرہ ذوالوجوہ
درج ہے کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا مگر
کیا اسی قدر فقرہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ مدت
حمل سے ایام باقی ماندہ حمل موجودہ مراد
ہیں کوئی اور مدت مراد نہیں۔ اگر اس فقرہ
کے سر پر اس کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے
کے لئے کچھ گنجائش نکل سکتی مگر جب الہامی
عبارت کے سر پر اِس کا لفظ (جو مخصص
وقت ہو سکتا ہے) وارد نہیں تو پھر خواہ نخواہ
اِس فقرہ سے وہ معنی نکالنا جو اُس صورت
میں نکالے جاتے جو اِس کا لفظ فقرہ مذکور
کے سر پر ہوتا اگر بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں
تو اور کیا ہے۔ دانشمند آدمی جسکی عقل اور
فہم میں کچھ آفت نہیں اور جسکے دل پر کسی تعصب
یا شرارت کا حجاب نہیں وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی
ذوالوجوہ فقرہ کے معنی کرنیکے وقت وہ سب
احتمالات مدنظر رکھنی چاہیئے جو اُس فقرہ سے
پیدا ہو سکتے ہیں۔ سو فقرہ مذکورہ بالا یعنی یہ کہ

مُدّتِ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی نے اپنے اشتہار آٹھ جون ۱۸۸۶ء میں کی ہے یعنی یہ کہ مُدّتِ موعودہ حمل سے (جو نو برس ہے) یا مُدّتِ معہودہ حمل سے (جو طبیبوں کے نزدیک اڑھائی برس یا کچھ زیادہ ہے) تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر حمل موجود میں حصر رکھنا مخصوص ہوتا تو عبارت یوں چاہیئے تھی کہ اس باقی ماندہ ایّامِ حمل سے ہرگز تجاوز نہیں کریگا اور اسی وجہ سے ہم نے اُس اشتہار میں اشارہ بھی کر دیا تھا کہ وہ فقرہ مذکورہ بالا حمل موجودہ سے مخصوص نہیں ہے مگر جو دل کے اندھے ہیں وہ آنکھوں کے اندھے بھی ہو جاتے ہیں۔ بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اُس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا کیونکہ اگر وہ اب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا تو ایسے لوگوں پر کیا اثر پڑ سکتا جو پہلے ہی سے یہ کہتے تھے کہ قواعد طبی کی رُو سے حمل موجودہ کی علامات سے ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے کہ کیا پیدا ہوگا اور پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف

اِس عاجز پر یہی الزام رکھتے تھے کہ انکو فنِ طبابت میں مہارت ہے اُنہوں نے طب کے ذریعہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰۔ مارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا منجانب اللہ ہونیکا ثبوت نہیں ہو سکتا جس نے ارسطو کا ورکس دیکھا ہوگا حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے۔ اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا رکھا ہے اور عنقریب مشہور کیا جائیگا کہ پیدا ہوگیا سو یہ اچھا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تولّدِ فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا ورنہ اگر اب کی دفعہ ہی پیدا ہو جاتا تو ان مضربات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا لیکن اب تولّدِ فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعارضہ پیش ہو سکیں اور نہ اب کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تا وہ مُدّت کے بعد نکالا جائے بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی

اولاد خواہ نخواہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے
پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔ اخیر پر
ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اخبار مذکورہ بالا میں
منشی محمد رمضان صاحب نے تہذیب سے گفتگو
نہیں کی بلکہ دینی مخالفوں کی طرح جابجا مسنہوہ افترا
پردازوں سے اس عاجز کو نسبت دی ہے اور
ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء
کے اشتہار میں یہ پیشگوئی کہ خدائے تعالیٰ کی طرف
سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے
کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی
تیرے نکاح میں آئینگی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی
اس پیشگوئی پر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ الہام
کئی قسم کا ہوتا ہے نیکوں کو نیک باتوں کا اور
زانیوں کو عورتوں کا ہم اس جگہ کچھ لکھنا نہیں
چاہتے ناظرین منشی صاحب کی تہذیب کا آپ اندازہ
کرلیں۔ پھر ایک اور صاحب ملازم دفتر اگزیمنر صاحب
ریلوے لاہور کے جو اپنا نام نبی بخش ظاہر کرتے ہیں
اپنے خط مرسلہ ۱۳۔ جون ۱۸۸۶ء میں اس عاجز کو
لکھتے ہیں کہ تمہاری پیشگوئی جھوٹی نکلی اور دختر
پیدا ہوئی اور تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکار اور
دروغگو آدمی ہو۔ ہم اسکے جواب میں بجز اسکے کیا کہہ
سکتے ہیں کہ اے خدائے قادر مطلق یہ لوگ اندھے
ہیں انکو آنکھیں بخش یہ نادان ہیں انکو سمجھ عطا کر
یہ شرارتوں سے بھرے ہوئے ہیں انکو نیکی کی توفیق دے
بھلا کوئی اس بزرگ سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے
جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جسکا یہ مطلب ہے
کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا اس سے ہرگز تخلف نہیں کریگا
اگر میں نے کسی جگہ ایسا لکھا ہے تو میاں نبی بخش صاحب
پر واجب ہے کہ اسکو کسی اخبار میں چھپا دیں۔ اس عاجز کے
اشتہارات پر اگر کوئی منصف آنکھ کھولکر نظر ڈالے تو اسے
معلوم ہوگا کہ انمیں کوئی بھی ایسی پیشگوئی درج نہیں جسمیں
ایک ذرہ غلطی کی بھی گرفت ہو سکے بلکہ وہ سب سچی ہیں
اور عنقریب اپنے اپنے وقت پر ظہور پکڑ کر مخالفین کی ذلت
اور رسوائی کا موجب ہونگی دیکھو ہم نے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء
میں جو یہ پیشگوئی اجمالی طور پر لکھی تھی کہ ایک امیر نو وارد
پنجابی الاصل کو کچھ ابتلا درپیش ہے کیسی سچی نکلی ہم نے
صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں
بتلا دیا تھا کہ اس شخص پنجابی الاصل سے مراد دلیپ سنگھ
ہے جس کی پنجاب میں آنیکی خبر مشہور ہو رہی ہے لیکن
اس ارادہ سکونت پنجاب میں وہ ناکام رہیگا بلکہ اس سفر
میں اسکی عزت و آسائش یا جان کا خطرہ ہے اور یہ پیشگوئی
ایسے وقت میں لکھی گئی اور عام طور پر بتلائی گئی تھی یعنی
۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو جبکہ اس ابتلا کا کوئی اثر و نشان
ظاہر نہ تھا بالآخر اسکے مطابق اسی پیشگوئی کے بہت
حرج اور تکلیف اور تنگی اور خجالت اٹھانی پڑی اور اپنے
مدعا سے محروم رہا سو دیکھو اس پیشگوئی کی صداقت

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ ۔ از قادیان ضلع گورداسپور ۔ پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد افضل الرسل و خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے جسکے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس سے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ کو ہر یک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اُسکی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط **اسلام** ہے جسمیں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے انکے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ اُن پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت و قبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ انکی پابندی سے انسان نہایت درجہ کا کور باطن اور سیاہ دل ہو جاتا ہے جسکی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) **اول** تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جنکی شان و شوکت و قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اُسکو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کیلئے عدالت میں رجسٹری بھی کرا لے (۲) **دوم** اُن آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کیلئے از بس ضروری ہیں اس امر دوم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں اول وہ نشان کہ جو **آنحضرت** صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جنکو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص و ممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان کہ جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بے مثل طور پر پائے جاتے ہیں جنکو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر یک عام و خاص پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کیلئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں جنکے اثبات میں اس بندۂ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ اور اسرار لدنیہ اور کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جنکی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریہ وغیرہ) بشہادت رویت گواہ ہیں کتاب موصوف میں درج کئے ہیں اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ **مجدد** وقت ہے اور روحانی طور پر اسکے کمالات **مسیح** بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اُس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اسکے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اسکے برخلاف چلنا موجب بُعد و حرمان ہے یہ سب ثبوت کتاب **براہین احمدیہ** کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کیلئے خود مصنف پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولا فخر والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بنکر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اُس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اُس کو جواب دینا پڑیگا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں اور اُس کے حکموں پر چلیں تا اُن تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اُس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اُسکو پاتے ہیں بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جنکی شائستہ اور مہذب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہمکو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کیلئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم اُن کے دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں۔ تا اُن کے گورے و سپید مونہہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔ فنسئل اللہ تعالےٰ خیرھم فی الدنیا والاٰخرۃ اللھم اھدھم بروح منک واجعل لھم حظا کثیرا فی دینک واجذبھم بحولک وقوتک لیؤمنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللہ افواجا آمین ثم آمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے

TRANSLATION OF THE VERNACULAR NOTICE ON REVERSE.

Being inspired and commanded by God, I have undertaken the compilation of a Book named "Burahin-Ahmadia," with the object of reforming and reviewing the religion, and have offered a reward of Rs. 10,000 to an one who would prove the arguments brought forward therein to be false. My object in this Book is to shew th the only true and the only revealed religion by means of which one might know God to be free from blemish, an obtain a strong conviction as to the perfection of His attributes is the religion of Islam, in which the blessings c truth shine forth like the sun, and the impress of veracity is as vividly bright as the day-light, All other religiou are so palpably and manifestly false that neither their principles can stand the test of reasoning nor their follower experience the least spiritual edification. On the contrary these religions so obscure the mind divest it of discernmen that signs of future misery among the followers become apparent even in this world.

That the Muhammadan religion is the only true religion, has been shown in thi book in two ways: (1st), By means of 300 very strong and sound arguments based o mental reasoning (their congency and sublimity being inferred from the fact that a rewar of Rs. 10,000 has been offered by me to any one refuting them and from m further readiness to have this offer registered for the satisfaction of an one who might ask for it): (2), From those Divine signs which are essential for the complet and satisfactory proof of a true religion. With a view to establish that mohammada religion is the only true religion in the world, I have adduced under this latter hea 3 kinds of evidences: (1), The miracles performed by the Prophet during his lifetime, eithe by deeds or words which were witnessed by people of other persuasions and are inserted i this book in a chronological order (based on the best kind of evidences): (2), The mark which are inseparably adherent in the Alquran itself, and are perpetual and everlasting, th nature of which has been fully expounded for facility of comprehension: (3), The sign which by way of inheritances devole on any believer in the Book of God and the follower o the True Prophet. As an illustration of this, I the humble creature of God, by his help hav clearly evinced myself to be possessed of such virtues by the achieving of many unusul an supernatural deeds by foretelling future events and secrets, and by obtaining fro God the objects of my prayers to all of which many persons of different persuasions like th Aryas, &c., have been eye-witnesses (A full description of these will be found in the sai book.)

I am also inspired that I am the Reformer of my time, and that as regards spiritua excellence, my virtues bear a very close similarity and strict analogy to those of Jesu Christ, and in the same way as the distinguished chief of prophets were assigned a highe rank than that of other prophets, I also by virtue of being a follower of the August Perso (the benefactor of mankind, the best of the messengers of God) am favored with a highe rank them that assigned to many of the Saints and Holy Personages preceding me. T follow my footsteps will be a blessing and the means of salvation whereas any antagonisn to me will result in estrangement and disappointment. All these evidences will be found by perusal of the book which will consist of nearly 4800 pages of which 592 pages have beer published. I am always ready to satisfy and convince any seeker of truth. "*All this is a Grace of God, He gives it to whomsoever He likes, and there is no bragging in this.*" "Peace be to all the followers of righteousness!"

If after the publication of this notice any one does not take the trouble of becoming an earnest enquirer after the truth and does not come forward with an unbiassed mind to seek it, then my challenging (discussion) with him ends here, and he shall be answerable to God.

Now I conclude this notice with the following prayer: *Oh Gracious God guide the pliable hearts of all the nations, so that they may have faith on thy chosen Prophet (Muhammad) and on thy holy Alquran, and that they may follow the commandments contained therein, so that they may thus be benifitted by the peace and the true happiness which are specially enjoyed by the true Muslims in both the worlds, and may obtain absolution and eternal life which is not only procurable in the next world, but is also enjoyed by the truthful and honest people even in this world. Especially the English nation who have not as yet availed themselves of the sunshine of truth, and whose civilized, prudent and merciful empire has, by obliging us by numerous acts of kindness and friendly treatment, exceedingly encouraged us to try our utmost for their welfare, so that their fair faces may shine with heavenly effulgence in the next world. We beseech God for their well being in this world and the next. Oh God Guide them and help them with thy grace, and instil in their minds the love for thy religion, and attract them with thy power, so that they may have faith on thy Book and Prophet, and embrace thy religion in groups Amen! Amen!*

"Praise be to God the supporter of creation!"

(Sd.) MIRZA GULAM AHMAD,

Chief of Kadian, District Gurdaspur, Punjab India.

بسم اللہ الرحمن الرحیم ✦ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انڈکس سرمہ چشم آریہ

مرتبہ چودھری نصر اللہ خانصاحب وکیل ہائی کورٹ پنجاب

الف

آیات

قل لئن اجتمعت الانس والجن
علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم
لبعض ظھیرا حاشیہ صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۹۶
ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ حاشیہ صلا
ونزلنا علیک الکتاب تبیانا
لکل شیٔ - حاشیہ صفحہ ۱۲
یتلوا صحفا مطھرۃ }
فیھا کتب قیمہ } حاشیہ صـ۱۲
وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ
عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وان
لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا
النار التی وقودھا الناس و
الحجارۃ اعدت للکافرین
حاشیہ صفحہ ۱۲

لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرأیتہ
خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ
لعلھم یتفکرون - حاشیہ صفحہ ۱۳
واذا بطشتم بطشتم جبارین - صـ۷۹
اقتربت الساعۃ وانشق القمر
الیٰ سحر مستمر - صفحہ ۵۹ و ۶۷
واما من خاف مقام ربہ ونھی
النفس عن الھویٰ فان الجنۃ
ھی المأویٰ صفحہ ۹۰
وسقاھم ربھم شرابا طھورا -
ان الابرار یشربون من کاس کان
مزاجھا کافورا - عینا یشرب
بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا - صـ۱۰۳
وکاس من معین لا یصدعون
عنھا ولا ینزفون
ولا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا
قیلا سلاما سلاما وجوہ یومئذ صـ۱۰۴

ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ

ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ

اعمیٰ و اضل سبیلاً۔ ص۹۸

کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا

ثابت وفرعھا فی السماء۔

توتی اکلھا کل حین صفحہ ۱۰۴

کلمۃ اللہ ص۱۱۱

قل الروح من امر ربی ص۱۱۱ و ۱۱۶

واقصد فی مشیك ص۱۱۲

الست بربکم قالوا بلیٰ ص۱۱۳

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم

سبلنا۔ حاشیہ ص۱۱۹

الا لہ الخلق والامر۔ ص۱۱۹

یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً ... الیٰ باطلا۔ ص۱۳۱

یوتی الحکمۃ ومن یؤت الحکمۃ

فقد اوتی خیراً کثیرًا ص۱۳۱

الحمد للہ رب العٰلمین ص۱۵۱

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ حاشیہ ص۱۵۵

ھو الحی القیوم حاشیہ ص۱۵۵

رفع بعضھم درجات حاشیہ ص۱۶۷ و ۱۶۸

والذین اٰمنوا اشد حباً للہ حاشیہ ص۱۶۸

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم

او اشد ذکرا حاشیہ صفحہ ۱۸۰

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین

او ادنیٰ۔ حاشیہ ص۱۸۳ و ۱۸۹

ان الذین یبایعونك انما یبایعون

اللہ ید اللہ فوق ایدیھم حاشیہ ص۱۹۰

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ

رمیٰ۔ حاشیہ صفحہ ۱۹۱

قل یا عبادی الذین اسرفوا

علیٰ انفسھم لا تقنطوا من

رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب

جمیعًا۔ حاشیہ صفحہ ۱۹۲

قل جاء الحق وزھق الباطل

ان الباطل کان زھوقا حاشیہ ص۱۹۳

ایدھم بروح منہ حاشیہ ص۲۰۰

صبغۃ اللہ ومن احسن

من اللہ صبغۃ۔ حاشیہ ص۲۰۰

وان من امۃ الا خلا فیھا

نذیر۔ ص۲۰۸

اعلموا ان اللہ یحی الارض

بعد موتھا۔ ص۲۰۹

آریہ

آریہ دراصل دہریوں کے مددگار ہیں صفحہ ۱۴۲

شریت آریہ کا مقولہ نسبت دیانند۔ صفحہ ۱۵۴

ویدکی تعلیم آریہ دیش سے باہر نہیں گئی۔ صفحہ ۲۰۳

اسمِ اعظم

اسماء

اشتہار

اطمینان

اظلال و آثار

اعتراض

اللہ و الٰہی

الزام

الہام

امام دین

امر و امور

انادی

انبیاء

انجیل

برکات

برہمن

بہشت

(پ)

پرمیشر

پیدائش

پیشگوئی

(ت)

تاثیر

(ح)

حاضرین

حدیث

حقیقت وحقائق

حکماء

حلال وحرام

حمد

حمل

(خ)

خارجیہ

خارق عادت

خاصہ

خداوند کریم

روح وروحانی

روح و مادہ کو قدیم ماننے میں خدا کی
ہتک ہے صفحہ ۱۷۹ و ۱۸۳

وید برکات روحانیہ اور محبت الٰہی سے
قاصر و عاجز ہے صفحہ ۲۱۱

(ڑ)

(ز)

زیور

زبور ۴۵ تو حسن میں کہیں بنی آدم سے
زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بتائی
گئی ہے وغیرہ۔ حاشیہ صفحہ ۱۹۶

(س)

سکھا شاہی

سکھا شاہی۔ ۔ ۔ صفحہ ۱۲۷

سوال

سوال و جواب نمبر ۱ متعلق شق القمر صفحہ ۵۷

سوال اول کے جواب کا جواب جانب
مرلیدھر۔ صفحہ ۶۴

سوامی دیانند

سوامی دیانند کی تبدیلی عقاید کی عادت۔
حاشیہ صفحہ ۶۵

وہ عقیدے جن میں تبدیلی کی صفحہ ۶۵

سوامی دیانند کا اس اعتقاد کی تردید
کہ روح جسم ہے۔ حاشیہ صفحہ ۲۰

دیانند کے خیال کے مطابق صرف عورت کا
نطفہ موجب حمل ہو جاتا ہے۔ اور روح
شبنم کی طرح گھاس پر پڑتی جسکے کھانے
سے عورت حاملہ ہو جاتی ہے صفحہ ۱۲۵

شرمپت آریہ کا مقولہ نسبت دیانند۔ صفحہ ۱۵۴

دھرم جیون کا حوالہ نسبت ایمان
دیانند بر وید۔ صفحہ ۱۵۵

سورج

جیسے جمادات میں اخیری کامل وجود
سورج ہے۔ ویسے ہی انسانوں میں
کامل وجود حضرت محمد صلعم ہیں حاشیہ صفحہ ۱۶۹

سوفسطائی

منکرین حقائق سوفسطائی ہیں صفحہ ۴۲

(ش)

شرمپت

شرمپت آریہ کا مقولہ نسبت دیانند صفحہ ۱۵۴

شق القمر

اعتراض بر معجزہ شق القمر۔ صفحہ ۱ و ۴۰ و ۵۷ و ۵ و
۶۶ و ۵۷

سوال و جواب نمبر ۱ متعلق شق القمر۔ صفحہ ۵۷

شق القمر تاریخی واقعہ ہے۔ صفحہ ۵۹ و ۱۹۹

اگر شق القمر نہیں ہوا۔ تو اس وقت کے

لوگوں نے کیوں اعتراض نہیں کیا۔ ص ۱۷۰ و ۱۹۹
مہابھارت اور تاریخ فرشتہ میں بھی شق القمر کا ذکر ہے۔ ص ۱۷۰ و ۱۹۹
شق القمر کا قرآن شریف میں درج ہونا کیا وقعت رکھتا ہے۔ صفحہ ۷۵

شیطان

انتہائی نقطہ انحفاض شیطان کا وجود ہے۔ حاشیہ صفحہ ۱۷۱

(ص)

صحابہؓ

صحابہؓ کی ترقی روحانی کا باعث۔ حاشیہ ص ۲۵

صلوٰۃ

صلوٰۃ و ثناء بر ذات نبی کریم صلعم۔ صفحہ ۴

صنعت

صنعت الٰہی و انسانی میں امتیاز۔ صفحہ ۱۳۵
روحیں جو خدا کے ہاتھ سے نکلی ہیں۔ اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر حصہ رکھتی ہیں۔ ص ۱۱۴
منطق کی شکل اوّل سے خداوند کریم کا صانع عالم ہونا ص ۱۴۵

(ض)

(ط)

طب

طب کی رو سے ایک عورت بغیر صحبت مرد حاملہ ہو سکتی ہے۔ صفحہ ۴۴

ہندوؤں میں بھی ایسے قصے مشہور ہیں۔ صفحہ ۴۵
رگوید میں ہے۔ کہ اندر دیوتا کی توجہ سے ایک رشی کی لڑکی کو حمل ہو گیا تھا۔ صفحہ ۴

(ظ)

(ع)

عادات الٰہی

عادات الٰہی بنی آدم ذوطور ہیں۔ صفحہ ۵۴

عالم

روحیں جو خدا کے ہاتھ سے نکلی ہیں اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر حصہ رکھتی ہیں ص ۱۱۴
عالم کے تین حصے۔ حاشیہ صفحہ ۱۱۹
منطق کی شکل اوّل سے خداوند کریم کا صانع عالم ہونا۔ صفحہ ۱۴۵

عالم مجازات

امور مبدأ معاد و عالم مجازات کے متعلق فلسفیوں اور انبیاء کے طریق کا فرق۔ صفحہ ۳۲ و حاشیہ صفحہ ۳۲

عبادت

خدا کی ربوبیت عبادت الٰہی کی متقاضی ہے۔ صفحہ ۱۸۷
کلام الٰہی پرستش کی جڑ ہے۔ صفحہ ۲۰۲

عبداللہ سنوری

عبداللہ سنوری کے کپڑوں پر سرخ قطرے۔ حاشیہ صفحہ ۱۴۳

(ف)

فرار

فطرت

فلسفہ و فلسفی

(ق)

قانونِ قدرت

قدرت و قادر و قادر مطلق

مباحثہ

مباہلہ

مجامعت

محبت

محمد صلعم

مخلوق و مخلوقات

مذہب

مُرلیدھر ماسٹر

مریم

مسیح موعودؑ

مطالبہ

دیکھو مد چیلنج

معاد

معجزہ و معجزات

معرفت الٰہی

مقابلہ

مقدمہ

مقرون

مُکتی خانہ

ملعون

منطقی اصطلاح

مہابھارت

(ن)

نبی و نبوّت

نجات

نظم

نکتہ

نیچر

(و)

وجہ

وحی

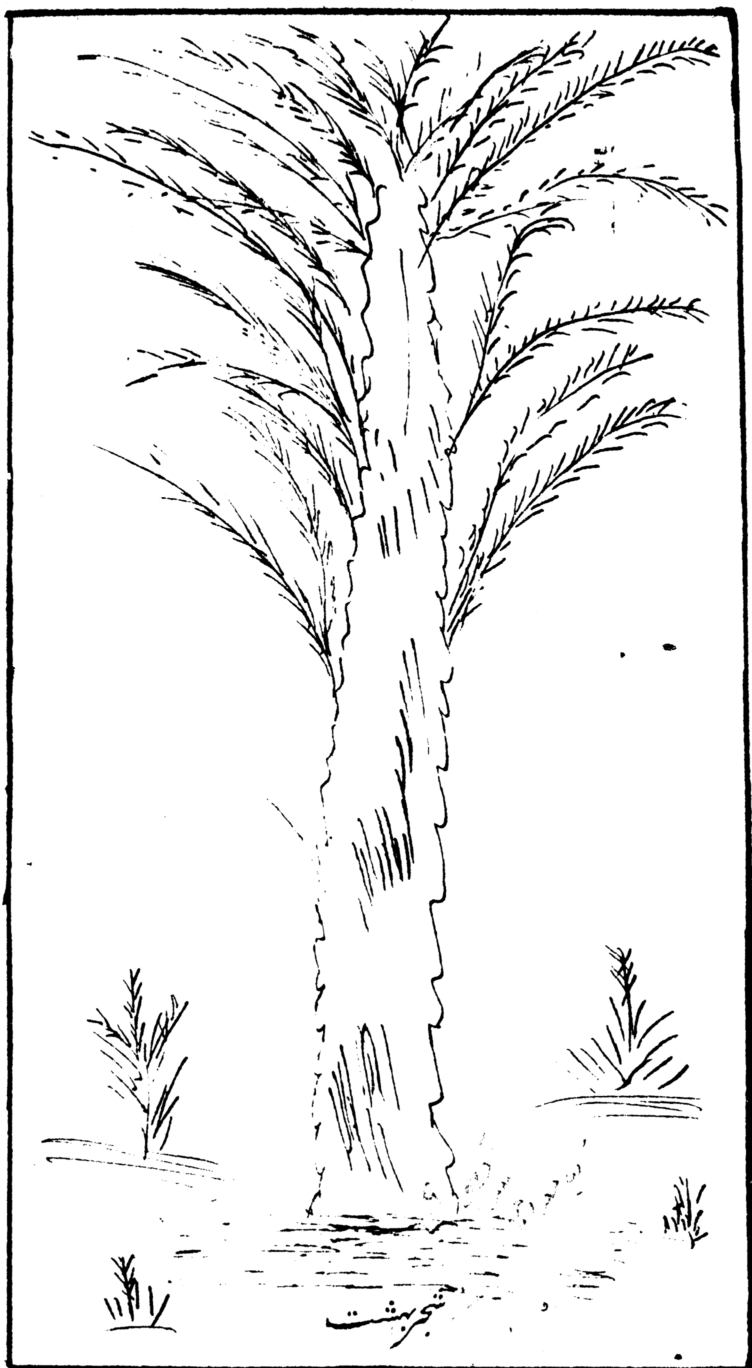
وید

(ھ)

ہندو

(ی)

یسعیاہ


شجر بهشت

تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	براہین احمدیہ چار حصے	۸ع/	۲۲	سراج دین عیسائی کے چار سوالونکے جواب	/-
۲	سرمہ چشم آریہ	۱۲/	۲۳	فریاد درد البلاغ	/
۳	فتح اسلام	۳/	۲۴	نجم الہدیٰ	۱/
۴	توضیح مرام۔	۳/	۲۵	ضرورت الامام	۰۴/
۵	آسمانی فیصلہ	۳/	۲۶	رازحقیقت	۰۲/
۶	نشان آسمانی	۴/	۲۷	ایام الصلح فارسی	۸/
۷	برکات الدعاء	۳/	۲۸	حقیقۃ المہدی	۰۱/
۸	انوار الاسلام	۴/	۲۹	مسیح ہندوستان میں	۵/
۹	شہادت القرآن	۱۰/	۳۰	تریاق القلوب	۴ع/
۱۰	نور الحق حصہ اول	۸/	۳۱	تحفہ غزنویہ	۰۴/
۱۱	" " دوم	۶/	۳۲	لجۃ النور	۳/
۱۲	منن الرحمٰن	۱۲/	۳۳	تحفہ گولڑویہ	۴ع/
۱۳	ضیاء الحق	۲/	۳۴	خطبہ الہامیہ	۴ع/
۱۴	نور القرآن حصہ اول	۲/	۳۵	دافع البلاء	۳/
۱۵	ست بچن	۱۲/	۳۶	نزول المسیح	۱۰/
۱۶	آریہ دھرم	۵/	۳۷	کشتی نوح	۶/
۱۷	اسلامی اصول کی فلاسفی	عہ/	۳۸	تحفۃ الندوہ۔	۰/
۱۸	انجام آتھم	ع	۳۹	اعجاز احمدی	۳/
۱۹	استفتاء	۰۱/	۴۰	ریویو برمباحثہ بٹالوی و چکڑالوی	۰/
۲۰	سراج منیر	۵/	۴۱	مواہب الرحمٰن	۶/
۲۱	تحفہ قیصریہ	۰۴/	۴۲	نسیم دعوت۔	۴/

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۴۳	سناتن دھرم	۱ر	۶۳	مکتوبات احمدیہ جلد اول	۸ر
۴۴	تذکرۃ الشہادتین	۱۲ر	۶۴	؍؍ ؍؍ دوم	۸ر
۴۵	لیکچر لاہور	۵ر	۶۵	؍؍ ؍؍ سوم	۸ر
۴۶	؍؍ سیالکوٹ	۴ر	۶۶	؍؍ ؍؍ چہارم	۸ر
۴۷	الوصیت	۲ر	۶۷	؍؍ ؍؍ پنجم	۸ر
۴۸	چشمہ مسیحی	۳ر	۶۸	تبلیغ رسالت (مجموعہ اشتہارات	
۴۹	قادیان کے آریہ اور ہم	۳ر		حضرت اقدس) جلد اول عہ	
۵۰	حقیقۃ الوحی	صہ	۶۹	؍؍ ؍؍ دوم عہ	
۵۱	چشمۂ معرفت	؟	۷۰	؍؍ ؍؍ سوم عا	مجموعہ صہ
۵۲	پیغام صلح	۲ر	۷۱	؍؍ ؍؍ چہارم عہ	
۵۳	جنگ مقدس	۱۲ر	۷۲	؍؍ ؍؍ پنجم ۸ر	
۵۴	تصدیق النبی	۵ر	۷۳	؍؍ ؍؍ ششم ۱۲ر	
۵۵	درمکنون فارسی	عہ	۷۴	خزینۃ المعارف جلد اول دوم	۸ر
۵۶	آئین حضرت فضل عمر	ۂر	۷۵	؍؍ ؍؍ سوم چہارم	۴ر
۵۷	؍؍ حضرت صاحبزادگان	ۂر	۷۶	درثمین اردو	۵ر
۵۸	رپورٹ ۱۸۹۷ء	۸ر	۷۷	؍؍ فارسی	۲ر
۵۹	تقریر جلسہ دعاء	۱۰ر	۷۸	مجموعہ الہامات ۔	۱۲ر
۶۰	تقریریں	۳ر	۷۹	خزینۃ العرفان فی تفسیر القرآن	
۶۱	بحر العرفان	۶ر	۸۰	فی جلد	۱۲ر
۶۲	رہنمائے خاتون	۲ر	۸۱	تجلیات الٰہیہ	۱ر

کتابیں ملنے کا پتہ

منیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

صفحہ ۹۷ سے وزیر ہند پریس امرتسر میں باہتمام بھائی بہادر سنگھ منیجر و پرنٹر چھپا

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقاء، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ایک ماہ تک اور گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات تین کتابیں ایک ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکینگے اور انٹرمیڈیٹ اور اراکین دارالترجمہ، ترجمہ شدہ دو دو کتابیں بی اے و تحقیقاتی جماعتوں کے

۳۔ طلباء ایم اے، ایل ایل بی اپنے پاس رکھ سکینگے۔ تین کتابیں ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے طلبہ تین کتابیں دو ہفتہ تک واپس نہ ہوں تو طلبہ پانچ کتابیں مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو

۴۔ ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکینگی مگر اس غرض کے لئے کتاب کا لانا لازم ہے۔ یہ کتب خانہ میں کتاب کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو تاوان ذمہ داری

۶۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا نہ لگایا جائے۔

۷۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکینگی۔ فقط